

قرآنِ رسیدہ گلشنِ حیات میں بہارِ نولانے دُنیا کے دل آباد کرنے اور
اصلاحِ احوال کے تعلق سے ایک رُوح پرور رسالہ

الزُّكْرُ الْفَائِضُ فِي ذِكْرِ مَنْ تَنْزَعَتْ عَنْهُ الذُّنُوبُ وَالْقَبَائِحُ

ایسے تھے اسلاف!

علیہم الرضوان

تذکرہ پاکبازانِ اُمت



تالیف منیفہ

امام شمس الدین ابوالخیر محمد بن جریر

المتوفی ۸۴۳ھ

ترجمہ و تلخیص

محمد رفیع قادری چریا کوٹی

دلاس یونیورسٹی، کیپ ٹاؤن، جنوبی افریقہ

مکتبہ قادری اینڈ ورائٹی ہاؤس
0322-7899106

خزان رسیدہ گلشن حیات میں بہارِ نوانے دُنیاے دل آباو کرانے
اور اصلاحِ احوال کے تعلق سے ایک رُوح پرور رسالہ

الزَّهْرُ الْفَائِضُ فِي ذِكْرِ مَنْ تَنْزَعَتْ عَنْهُ الذُّنُوبُ وَالْقَبَائِحُ

تذکرہ پاکبازانِ اُمت

ایسے مہرے
مکے اسلاف!

تالیف منیفہ

امام شمس الدین ابوالخیر محمد بن جبر شریؒ
رحمۃ اللہ علیہ
المتوفی ۸۳۳ھ

محمد افرور قادری چریا کوٹی

ترجمہ و تلخیص

دلاس یونیورسٹی، کیپ ٹاؤن، جنوبی افریقہ

مکتبہ قادری اینڈ ورائٹی ہاؤس

دربار مارکیٹ داتا در بازار لاہور
0322 7899106
0300 8014419

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اللّٰهُمَّ افْتَحْ عَلَيْنَا حِكْمَتَكَ وَاَنْشُرْ عَلَيْنَا رَحْمَتَكَ يَا ذَا الْجَلَالِ وَالْاِكْرَامِ!

جملہ حقوق محفوظ ہیں

عربی کتاب	الزہر الفائح فی ذکر من تنزه عن الذنوب و القبايح
مصنف	امام شمس الدین ابوالخیر محمد ابن جزری
ترجمہ	ایسے تھے میرے اسلاف (تذکرہ پاک بازان امت)
مترجم و ملخص	مولانا محمد افروز قادری چریا کوٹی
حب ارتضا	محمد رضاء الحسن قادری؛ مدیر دائرہ الاسلام، لاہور
طبع	جمادی الاولیٰ 1437ھ / فروری 2016ء
ضخامت	256 صفحات
قیمت	250 روپے

ناشر

مکتبہ قادری اینڈ ورائٹی ہاؤس

داتا دربار مارکیٹ، گنج بخش روڈ، لاہور

0322-7899106

0300-8014419

تقسیم کار

- | | |
|---|--|
| * ضیاء القرآن پبلی کیشنز، لاہور | * قادری ورائٹی ہاؤس، دربار مارکیٹ، لاہور |
| * مکتبہ غوثیہ ہول سیل، کراچی | * مکتبہ قادریہ، دربار مارکیٹ، لاہور |
| * مکتبہ المدینہ، شیخوپورہ | * انوار الاسلام، چشتیاں شریف |
| * والضحیٰ پبلی کیشنز، اردو بازار، لاہور | * دائرہ الاسلام، اندرون بھائی گیٹ، لاہور |

فہرست مضامین

07	مجھے کہنا ہے کچھ اپنی زباں میں
14	کچھ مولف کے بارے میں
17	مقدمہ از مولف
26	عرصہ محشر کی حاضری
29	ذرا اپنا حساب کر لینا
30	شب زندہ داروں کی باتیں
40	داستانِ گریہ و زاری
41	جہنم اور اس کی آتش سوزاں
45	رفیقِ اعلیٰ سے ملن کے طور
47	بارگاہِ الہی میں قدر و قیمت کا معیار
50	غفلت کی تباہ کاریاں
51	نمازیں چھوڑنے کا انجام
53	خدا را والدین کے نافرمان نہ بنیں
57	زنا کی تباہ کاریاں
58	بے سبب یہاں وہاں نہ تکا کر
64	حکمِ الہی کی مخالفت سے بچیں

- 68 داستانِ گناہ و توبہ بزرگوں کے اقوال کی روشنی میں
- 78 عطا و بخشش کی پروائیاں
- 84 بوڑھوں پر اکرامِ خداوندی
- 90 پس مرگ بچوں کی کرامتیں
- 93 قرآن حکیم کا فیضانِ بے کراں
- 100 اہل اللہ کی کرامتیں
- 104 یہ شہادت گہ اُلفت میں قدم رکھنا ہے
- 109 والدین کی نافرمانی اور اس کا انجام
- 113 عرصہ محشر کی پیشی کا خوف
- 114 جگہ جی لگانے کی دنیا نہیں ہے
- 117 دنیا میں غمی، آخرت میں خوشی
- 120 آنکھیں رو رو کے گنوانے والے
- 124 یادِ مولا سے نہ رہنا غافل
- 127 محبوبِ بارگاہِ الہی ہونے کی پہچان
- 131 غیبت و چغلی اور ان کی تباہ کاریاں
- 133 لقمہ حرام کی نحوست
- 134 مظلوم کی آہ سے بچو
- 138 امانتیں ادا کرو ان میں خیانت نہ کرو
- 143 برائیوں سے بچنے کی تدبیریں
- 146 محاسبہ نفس کا عمل سدا جاری رکھیے

- 149 موت کی یاد کو اپنا وظیفہ حیات بنا لو
- 151 راندگانِ بارگاہِ الہی
- 154 ہو او ہوس کی آفتیں
- 158 غضبِ الہی سے لرزلرز جاؤ
- 159 عذابِ الہی سے بچنے کی تدبیریں
- 160 دنیا دھوکے کی ٹٹی کے سوا کچھ نہیں
- 162 حضرت ابوالحسن ثوری کا رنگِ عبادت
- 163 چشمانِ نبوت کی اشک ریزی بوقتِ قبضِ روح
- 164 عذاب سے ڈرا اور تقویٰ کی راہ اختیار کر
- 167 صالحین کے اذکار و مناجات
- 169 حساب کے دن کا تصور کر کے رب سے ڈر جا
- 173 کسی بھی گناہ کو معمولی نہ سمجھو
- 174 توبہ میں دیر کیسی، جب موت اچانک آنی ہے!
- 175 اللہ کی رحمتوں سے مایوس نہ ہوں
- 179 مولا کے فرماں بردار بنو اور دنیا سے کنارہ کش رہو
- 181 رزقِ حلال کی برکتیں
- 184 توبہ میں دیر کیسی! شوقِ ملاقات میں مگن رہو
- 186 ہزار بار توبہ شکنی باز آ
- 187 اپنے نفس کا حساب لیتا رہ

- 188 بوقت موت، خوفِ الہی سے گریہ و بکا کرنے والے
- 190 جہنمیوں کے عذاب
- 192 اب ذرا اپنے اندر جھانک کر دیکھو
- 194 قیامت کی حشر سامانیاں
- 196 قیامت کی ہولناکیوں کا تصور کر کے ڈر جاؤ
- 200 اللہ کی یاد میں چھلکنے والے آنسوؤں کی قیمت
- 204 جیسے چاہو جیو مگر ایک دن مرنا ہی ہے
- 207 فرائض کی ادائیگی اور محارم سے دوری
- 211 قیامت کی پیشی کا ہوش رُبا منظر
- 217 اہل ایمان جنت میں کس طرح جائیں گے
- 221 گناہ کیسے دھلتے ہیں اور جنت کیسے ملتی ہے
- 223 جہنمیوں کے احوال
- 233 اہل ایمان کی روحوں کی باہمی ملاقات
- 243 عورت کے لیے رسولِ رحمت کی وصیتیں
- 248 خاتمہ رسالہ
- 250 وہ کالمینِ اُمت جن کی روایتیں یا حکایتیں منقول ہوئیں

تو بچا بچا کے نہ رکھ اسے ترا آئینہ ہے وہ آئینہ
کہ شکستہ ہو تو عزیز تر ہے نگاہِ آئینہ ساز میں

مجھے کہنا ہے کچھ اپنی زباں میں

جس کے نغموں سے لرز اٹھتی ہے بزم سوزِ غم

چاہتا ہوں چھیڑنا سازِ شکستِ دل وہی

عصر حاضر بلاشبہ مادیت گزیدہ ہے۔ ہر شخص مادی سرمایہ و ثروت، مادی انبساط و لذت اور مادی جاہ و منصب کے حصول کے لیے دیوانہ وار مصروفِ عمل ہے۔ اس دوڑ میں اُسے اس کی قطعاً کوئی پروا نہیں کہ پاکیزہ اخلاقی قدریں کس طرح پامال ہو رہی ہیں، روحانیت کا رخ زیبا کیوں کر مسخ ہو رہا ہے اور دل کی دنیا طمع و حرص اور حسد و بغض کی آلائشوں سے کس قدر متعفن ہو رہی ہے۔

اگر یہ دیوانگی ہمیں کسی اچھے انجام سے دوچار کر دیتی تو ہم قطعاً اس کے خلاف صداے احتجاج بلند نہ کرتے؛ لیکن ہم کھلی آنکھوں دیکھ رہے ہیں کہ ہم بڑی سرعت سے زوال و انحطاط کے گڑھے سے قریب ہوتے جا رہے ہیں۔ اور یہ ایک تاریخی حقیقت ہے کہ جو قوم بھی اس گڑھے میں گری ہے پھر اسے دوبارہ اُبھرنا نصیب نہیں ہوا ہے؛ لہذا ملت اسلامیہ کے مسیحاؤں اور نبی خواہوں کا یہ فرض بھی ہے اور قرض بھی کہ وہ اپنی جملہ علمی، عملی اور روحانی صلاحیتوں کو بروئے کار لا کر ملت کو اس گڑھے میں گرنے سے بچانے میں اپنا قائدانہ اور مومنانہ کردار ادا کریں۔

مادیت زدہ معاشرے کی نجات و بچاؤ کا ایک موثر ترین طریقہ یہ بھی ہے کہ اُن کے سامنے اُن پاکیزہ فطرت ہستیوں کی زندگی کا مرقع زیبا پیش کیا جائے جن کی للہیت، خلوص، قناعت، استغناء، عالی حوصلگی، جرأت، سخاوت اور ہر انسان سے بے پناہ ہمدردی کے انوارِ قلب و نظر کو روشنی بخشیں، اور بلاشبہ یہ ساری خوبیاں اپنی پوری تب و تاب کے

ساتھ صوفیہ کرام کے سوانح حیات میں ہی دستیاب ہو سکتی ہیں۔ (۱)

یہ ایک ہمالیائی سچائی ہے کہ ان بزرگوں کے اقوال و احوال نے ملت کی مردہ رگوں میں ہمیشہ زندگی کی نئی روح پھونکی ہے، اور آج بھی اگر صدق دلی اور اخلاص نیت کے ساتھ ان کی زندگیوں یا ان کی تحریروں کا مطالعہ کیا جائے تو کوئی وجہ نہیں کہ حوصلوں میں بلندی، عزائم میں پختگی، ولولوں میں جولانی، ایمان میں توانائی، اور قوت عمل میں برق آسا سرعت اور چمک دمک پیدا نہ ہو جائے۔

چوں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بعثت مقدسہ کے بعد انبیاء کرام کی آمد کا سلسلہ تو بند کر دیا گیا؛ مگر حضور ختمی مرتبت علیہ السلام کی رحمت کے تصدق سے آپ کی امت پر یہ خصوصی انعام فرمایا گیا کہ اللہ تعالیٰ نے ہر دور میں اسے اپنے محبوبین و مقررین سے نوازا۔ یہ مقبولانِ بارگاہِ الہی، وقوعِ قیامت تک اپنی روحانی برکات سے اہل عالم کو متمتع و فیضیاب، اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فیضِ نبوت سے دلوں کی مردہ زمینوں کو سیراب و شاداب کرتے رہیں گے۔

ابوالخیر امام ابن جزری علیہ الرحمہ نے بھی اپنے اس رسالہ میں جا بجا انھیں قدسی صفات شخصیتوں کے تذکروں کا ساز چھیڑا ہے تاکہ ان کی بات سن کر کچھ ہماری بات بن جائے..... ان کا حال جان کر کچھ ہمارا حال سنو جائے..... ان کی بیداریاں دیکھ کر کچھ ہماری غفلت دور ہو..... ان کی گریہ و زاری دیکھ کر کچھ ہمیں رونے کا طریقہ آجائے..... محبوب کے لیے ان کی بے قراریاں دیکھ کر کچھ ہمیں تڑپنے کا سلیقہ آجائے..... ان کی بے نفسیاں دیکھ کر کچھ ہم قیدِ نفس سے چھٹکارا پائیں..... ان کی ریاضتیں اور مجاہدے دیکھ کر ہم کمر ہمت باندھنا سیکھیں..... اور ان کی مستیاں اور مشاہدے دیکھ کر کچھ ہم بھی لذتِ دید کے طالب و آرزو مند بنیں۔

(۱) کشف المحجوب مترجم، مقدمہ پیر کرم شاہ: ۴۲، ۴۳۔ ناز پبلشنگ ہاؤس، دہلی

آج افسوس صرف اس بات کا ہے کہ ہم ان حقیقتوں کو یکسر بھول گئے، اور ہم اُس مولا کی طلب و محبت سے غافل ہو گئے، جس نے ہمیں عدم سے ہست کیا اور اپنی بے بہا نعمتوں سے ہمیں نوازا اور بالآخر ہمیں جانا بھی اسی کے پاس ہے۔ ہمارے دل عشق و محبتِ الہی سے تو کیا آشنا ہوتے یا الہی سے بھی غافل ہو گئے بلکہ غفلت کے باعث وہ پتھروں سے بھی سخت تر ہو چکے ہیں؛ اس لیے ضرورت محسوس ہوئی کہ ان عاشقوں اور خستہ حالوں کے احوال سنائے جائیں تاکہ ان کی خستگی، شکستگی اور سوختگی کے حالات سن کر ہمارے دلوں کی سختی ٹوٹے، اور دل کی زمین کچھ تو نرم و زرخیز ہو۔

تاریخ اسلام کے ہر دور میں صحابہ کرام سے لے کر آج تک اللہ والوں کا ذکر کرنا، ان کے حالات و واقعات، احوال و کیفیات، ریاضات و مجاہدات، مشاہدات و کمالات اور اقوال و فرمودات کا بیان کرنا اور سننا ہر صاحب ایمان و محبت کا محبوب عمل رہا ہے۔ ائمہ محدثین، علمائے کالمین اور اولیاء و عارفین سب اپنے اپنے ذوق کے مطابق ان تذکروں کو لکھتے، پڑھتے اور سنتے سنا رہے ہیں، اور ہر دور میں ان تذکروں پر کتابیں تصنیف کی جاتی رہی ہیں؛ حتیٰ کہ خیر القرون کے زمانے ہی میں ان پر تصنیف و تالیف کا سلسلہ شروع ہو گیا تھا۔ اہل علم پر مخفی نہ ہوگا کہ دوسری صدی ہجری میں جب حدیث کی جمع و تدوین کا کام ہو رہا تھا، تو ٹھیک اسی دور میں اکابر اہل علم و عمل ان تذکروں کی جمع و تدوین میں بھی مصروف تھے۔ امام عبداللہ بن مبارک، امام وکیع بن الجراح اور امام احمد بن حنبل۔ علیہم الرحمۃ و الرضوان۔ جیسی نابغہ روزگار ہستیوں کی اس موضوع پر بڑی بڑی ضخیم کتابیں علمی و فکری اور اخلاقی و روحانی تربیت کا بہترین سامان فراہم کر رہی ہیں۔

بس اسی فرض کی ادائیگی کے احساس نے میرے سمند شوق کو اس رسالے کے ترجمے کے لیے مہینز کیا؛ تاکہ قوم و ملت خصوصاً نوجوانوں کی خدمت میں ارباب زہد و ورع اور عابدانِ شب زندہ دار کے دنواز پہلوؤں اور دل گداز گوشوں کو پیش کر کے اُن وارفندگانِ حسنِ غیر کو یہ کہہ کر جھنجھوڑا جاسکے۔

اے تماشا گاہِ عالم روئے تو ☆ تو کجا بہر تماشا می روی

رفیقانِ گرامی! اللہ کی یاد میں رات گئے بستر سے اٹھ کر چند لمحوں کے لیے مصلیٰ پر آجانا ظالم نفس نے ہمارے لیے کتنا بوجھ بنا دیا ہے، مگر ذرا چشمِ تصور سے سوچو کہ وہ کیا سماں ہوتا ہوگا جب ہر شب تہائی رات گئے خود مالک الملک جل مجدہ، آسمانِ دنیا پر نور گستر اور تجلی کناں ہوتا ہے۔ وہ ہماری تقدیر بدلنے آتا ہے..... ہماری بگڑی بنانے آتا ہے..... ہمارے کرب و دکھ غلط کرنے آتا ہے..... اور صداؤں پر صدا میں لگا تا رہتا ہے کہ محبت الہی کے دعویدار کہاں ہیں؟..... رزق کے طلب گار کہاں ہیں؟؟..... اقبالِ جرم کرنے والے خطا کار کہاں ہیں؟؟؟..... اپنی خواب گاہوں سے اٹھیں، اپنی جبینوں کو لذتِ سجود سے آشنا کریں، اپنے لبوں کو وا کریں..... اپنی حاجتیں تو رکھیں..... اپنا دکھڑا تو سنائیں؛ رحمتِ الہی جھک کر بغل گیر نہ ہوئی تو کہنا..... اجابت نے بڑھ کر گلے سے نہ لگایا تو کہنا۔

اس طرح تادمِ سحر اس کا ابرِ عطا و کرم بندوں کی کشتِ ویراں پر برسے کے لیے اور انھیں آباد و شاداب کرنے کے لیے مچلتا رہتا ہے؛ مگر یارو! یہ کیا بے رخی ہے، کہیں ایسا بھی ہوتا ہے کہ ذاتِ کبریا کی تجلی بے نیاز ہونے کے باوجود تمہاری دہلیز تک پہنچ آتی ہے بلکہ تمہاری شہِ رگِ حیات سے بھی قریب تر ہو جاتی ہے اور دعویٰ محبت رکھنے والے چادرِ غفلت تانے سو رہے ہوتے ہیں..... محبوب تو جاگتا رہتا ہے اور تم آنکھ کٹوری میں نیند گھولے فرشِ اطلس و کنو اب پر پڑے رہتے ہو..... خدا را محبت کا کچھ تو بھرم رکھو..... یہ محبت ہونا تو نہ ہوا!..... کیا شانِ عبودیت اور نازِ بندگی یہی ہوتی ہے!!۔

میرے دوستو! ایسا ہرگز نہ کرو..... اٹھو اور نفس کا تمر توڑ ڈالو..... نیم شمی کی خلوتوں میں محبوب سے محوِ راز و نیاز ہونا سیکھو..... اس کے نام کی مالائیں چبو..... اور اپنی بے تاب جبینوں سے اس کی بارگاہ میں سجدہ شکر کا خراج پیش کرو..... پھر دیکھو فضل و کمال کے کیسے کیسے در تم پروا ہوتے ہیں..... تمہارے درد و دکھ کی گھٹا کیسے آن کی آن میں صاف ہو جاتی

ہے..... اور تمہاری کرب آثار زندگی کیسے گہوارہ امن و قرار بن جاتی ہے۔

میرے عزیزو! اس بات کو پلے باندھ لو کہ اگر تم دارین کی سعادتوں سے بہرہ وری کے آرزو مند ہو تو تمہیں رات کے گہرے سکوت میں اُٹھ کر اپنے رب کو منانا ہوگا..... کاش! تمہاری جوانیاں اللہ کے حضور دست بستہ کھڑی ہونے کی عادی ہو جاتیں..... کاش! تمہارے دل سراپا ناز و نیاز بن جاتے..... اور اے کاش! تمہاری راتیں گریہ و بکا کے ساتھ محبوب کو منانے میں بیت پاتیں..... کتنا اچھا ہوتا اگر اُمت مسلمہ کا خزاں رسیدہ چمن پھر بہار آشنا ہو جاتا..... عشق رسول کی ہر سو ہوائیں چلنے لگتیں..... تعلق بالرسول پختہ ہو جاتا..... تعلق باللہ کی مستیاں لوٹ آتیں..... ذکر الہی کی حلاوتیں عود کر آتیں..... جبینیں پھر بخود نیاز کی لذتوں سے صحیح معنوں میں آشنا ہو جاتیں..... چشمانِ طلب پھر اشک ہائے عشق کی تپش سے بہرہ ور ہو جاتیں..... آنکھوں کے سوکھے تالابِ محبت رسول کے سیلاب سے پھر بھر جاتے..... دل کی اجڑی وادیاں عشق رسول کی پروائیوں سے پھر لہلہا اُٹھتیں..... اور روح کے ویران صحرا پوری تب و تاب کے ساتھ سرسبز و شاداب ہو اُٹھتے۔ آج ضرورت صرف اور صرف اس بات کی ہے کہ ہم اپنا احرام ہستی گناہوں کی آلودگیوں سے صاف و شفاف کر لیں خصوصاً اپنا جہانِ دل ہر قسم کی آلائشوں سے پاک کر لیں؛ تاکہ اُن میں عالم بالا کے انوار اتر سکیں، اُن میں تسلیم و رضا کے لالہ و گل کھل سکیں، اُن میں دنیا نہیں دنیا کا خات و مالک اپنی تجلی اُتارے، اور وہ جانِ کائنات علیہ الصلوٰۃ والسلام کا مسکن و کاشانہ بن سکیں۔

اس کتاب کو ترجمہ کے مرحلے سے گزارنے کا بہانہ یہ ہوا کہ کاروانِ تقویٰ و طہارت کے قافلہ سالار حضرت مالک بن دینار۔ علیہ الرحمہ۔ کی سیرت و سوانح کے کچھ مخصوص گوشوں خصوصاً آپ کی جائے وفات کی تحقیق و جستجو کے دوران آپ کے بہت سے ایسے اقوال زریں نظر افروز ہوئے جن سے بے ساختہ آنکھوں میں سیلابِ اشک اُٹ آیا، پورا جسم لرزہ بر اندام ہو گیا، اور قلب و باطن کی کیفیت دگرگوں ہو کر رہ گئی؛ چنانچہ اس محاذ کو سر کرنے کے بعد اُب اُن کے اقوال و حکایات کی یافت شروع کی۔ متفرق مقامات پر اُن

کے اقوال تو ملے ہی، ساتھ ہی صاحبِ حصنِ حصین امام ابن جزری - رحمہ اللہ - کے مشہور رسالہ ”الزهر الفائح في ذكر من تنزه عن الذنوب و القبائح“ میں بھی وہ بکثرت نظر آئے۔

رسالے کا نام چوں کہ بڑا ہی دل آویز تھا؛ اس لیے میں نے نہایت تعمق کے ساتھ اس کا مطالعہ کیا۔ پھر جی میں آیا کہ کیوں نہ اس کا ترجمہ ہی کر دوں؛ تاکہ عربی نا آشنا حضرات کے لیے بھی اس سے استفادہ عام و آسان ہو جائے؛ چنانچہ میں نے اللہ کا نام لے کر ۱۲ ربیع الاول ۱۴۳۰ھ - مطابق ۱۰ مارچ ۲۰۰۹ء، بروز دوشنبہ ترجمہ کا آغاز کر دیا۔ یونیورسٹی بھی کوئی ۳۰ مارچ کو کھلنا تھی، اس لیے جملہ علائق سے آزاد اور یکسو ہو کر صرف ترجمہ ہی میں جٹ گیا کہ جو بھی ہو اس بیچ بہر حال ترجمہ مکمل کر دینا ہے....

اس رسالہ میں کیا کچھ پنہاں ہے، یہ تو آپ پر پڑھنے کے بعد خود بخود عیاں ہو جائے گا تاہم میرا اپنا حال یہ تھا کہ ترجمے کے دوران بہت سے مقامات ایسے آئے جہاں آنکھیں یک قلم چھلک اٹھیں، دل کا قرار جاتا رہا، دماغ کی نیس تن گئیں، بدن پر کپکپی طاری ہو گئی، اور فکر آخرت میں طائرِ روح مرغِ بسمل کی مانند تڑپنے لگا، پھر قلم کو مزید آگے بڑھنے کا یارا نہ رہا۔ اس قسم کی کیفیات سے دو چار ہوتے ہوئے کوئی پندرہ دن کی موٹی گاڑھی محنت کے بعد ۲۷ ربیع الاول ۱۴۳۰ھ - مطابق ۲۵ مارچ ۲۰۰۹ء بروز چہار شنبہ کو میں نے یہ مرحلہ شوق طے کر لیا۔ فالحمد لله علی ذالک .

یاد رہے کہ صاحب کتاب امام ابن جزری نے جا بجا صحابہ کرام سمیت تابعین و تبع تابعین اور اولیائے کاملین کے ناموں کے ساتھ ”رضی اللہ عنہ“ لکھنے کا اہتمام فرمایا ہے؛ جس سے پتا چلتا ہے کہ یہ عمل اُمت میں صدیوں سے متفقہ طور پر رائج چلا آتا رہا؛ اب نہ معلوم اس فتنہ آگیں دور میں کچھ لوگوں نے یہ مسئلہ کہاں سے نکال لیا کہ ”رضی اللہ عنہ“ صرف صحابہ کرام کا اختصاص ہے، اُن ذواتِ قدسیہ کے علاوہ کسی اور کو ”رضی اللہ عنہ“ نہیں لکھا جاسکتا۔ جہاں کسی بزرگ یا مقربِ بارگاہ کو ”رضی اللہ عنہ“ کہا بس ان کی

توریاں چڑھ گئیں اور فتوے داغ بیٹھے۔ تف ہے ایسے لوگوں پر۔ اللہ تعالیٰ نے دین کو جتنا آسان بنایا تھا ان لوگوں نے دین کو مذاق بنا کر اسے اتنا ہی تنگ کر دیا ہے کہ ایک سچا مسلمان بمشکل اپنے آپ کو اس چوکھٹے میں فٹ کر سکے!۔ ایسے عالم میں پروردگار عالم تحفظ ایمان و عقیدہ کی گھنٹی چاؤں میں ہمیں دین پر قائم و دائم رکھے۔

ہم نے بھرپور کوشش کی ہے کہ متن کا ترجمہ سلیس اور رواں رہے؛ لیکن چونکہ تراجمہ اتنا کیف آور اور ترنگ آگیا نہیں ہوتا؛ اس لیے سچ پوچھیں تو ہم نے ترجمانی سے بھی کام لیا ہے۔ ساتھ ہی آیات و احادیث کے علاوہ بزرگانِ دین کے اقوال اور اشعار کو اصل عربی زبان میں درج کرنے کا بھی التزام کیا ہے؛ تاکہ اُن کی نورانیت و برکت قائم رہنے کے ساتھ ساتھ عربی ادب سے شغف رکھنے والوں کے ذوق و شوق کی تسکین کا سامان بھی ہو سکے۔

دل میں جو بڑی سے بڑی آرزو رکھ سکتا ہوں وہ یہ کہ زندگی کی اخیر گھڑیوں تک اسلاف کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق پاؤں اور اس طریق صدق و حق کو اپنے لیے نشانِ راہ بناؤں۔

احب الصالحین ولست منهم

لعل اللہ یرزقنی صلاحاً

دعا ہے کہ اللہ سبحانہ و تعالیٰ اس رسالہ کو اصلاحِ احوال اور قلب و باطن کی تعمیر و تطہیر کا موثر ذریعہ بنائے، خصوصاً ہمارے نوجوانوں کو لذتِ آہِ سحرگاہی عطا فرمائے، اور ہمیں اپنی منزل مقصود کی جانب رواں دواں ہونے کی توفیق بخشے۔ آمین یا رب العالمین۔

-: خاکِ راہِ صاحبِ دلاں :-

محمد افروز قادری چریا کوٹی - دلاص یونیورسٹی، کیپ ٹاؤن، جنوبی افریقہ

۲۹ ربیع الاول شریف ۱۴۳۰ھ - مطابق ۲۷ مارچ ۲۰۰۹ء بروز جمعہ مبارک

کچھ مؤلف کے بارے میں

شمس الدین ابوالخیر محمد بن محمد بن علی بن یوسف العمری معروف ب ”ابن جزری“ کے والد ماجد ایک امانت دار تاجر تھے، عرصہ دراز تک آپ کا گلستانِ آرزو بہاروں سے نا آشنا رہا، حج بیت اللہ شریف کے موقع پر آپ زم زم نوش کر کے آپ نے ولد صالح کی دعا مانگی، جس کی برکت سے اللہ تعالیٰ نے یہ جامع صفات، صالح و سعید اور با کمال فرزند عطا فرمایا۔ چنانچہ ۲۵ رمضان ۷۵۱ھ (مطابق ۱۳۵۰ء) کو بعد نماز تراویح دمشق کی سرزمین پر آپ کی ولادت باسعادت ہوئی۔ آپ اصلاً دمشقی ہیں؛ مگر جزیرہ ابن عمر کی طرف نسبت کرتے ہوئے ’جزری‘ کہلاتے ہیں۔ یہ جزیرہ بلادِ شرق اور شہر ’وصل‘ کے شمال میں واقع ہے، جس پر دریائے دجلہ کی پرشور موجیں ہلال کی مانند قبضہ و احاطہ کیے ہوئے ہیں۔

پندرہ سولہ سال کی عمر میں حفظ قرآن کے علاوہ فقہ شافعی کی مشہور کتاب التنبیہ اور قراءت میں الشاطبیہ، التیسیر حفظ کر لیں۔ امام تقی الدین بغدادی، ابن الحسین حنفی اور شیخ بن اللبان وغیرہ آپ کے معروف اساتذہ ہیں۔ فقہ میں جمال الاسنودی، ابن رسلان اور ابوالبقاء سبکی وغیرہ سے استفادہ کیا۔ حدیث میں علامہ دمیاطی، ابن عبد الکریم حنبلی، بہاؤ الدین مائینی، ابن الحب مقدسی اور علامہ ابن کثیر وغیرہم آپ کے مشاہیر شیوخ ہیں۔

آپ قریباً ایک لاکھ حدیث کے حافظ تھے۔ حدیث، فقہ اور قراءت تینوں میں مہارتِ تامہ رکھتے تھے، اور تقریباً ہر فن میں اپنی کچھ نہ کچھ یادگار چھوڑ گئے ہیں۔

امام سخاوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں :

اذن له غیر واحد بالافتاء و التدريس و الإقراء .

دمشق، مکہ، مدینہ، قاہرہ اور اسکندریہ کی گلیوں کے چکر کاٹ کر بطورِ خاص علمِ قراءت میں تقریباً چالیس مشائخ سے استفادہ کیا؛ اور دمشق میں شیخ القراء کے منصب پر فائز ہوئے۔ اس زمانہ میں شام مملکت مصر کا ایک صوبہ تھا، ملک مصر ظاہر سیف الدین برقوق نے آپ کو نجم الدین ابن جماعہ کے بعد الجامعة الصلاحیة میں امورِ تعلیمی کا ناظم مقرر کیا۔ گورنر امیر التمش نے ۷۹۷ھ میں آپ کو شام کے عہدہ قضا پر مامور کیا؛ لیکن امورِ قضا کے بعض اہم واقعات کے متعلق آپ کو حکومت سے اختلاف ہوا، حاسدوں کی ریشہ دوانیوں کے باعث مرکزی حکومت نے ذرا سخت گیری کی اور آپ کے ساتھ کچھ ناروا سلوک کیا؛ نتیجے میں آپ نے مجبورانہ دمشق چھوڑ کر بروسا (روم) کی طرف ہجرت اختیار کر لی۔

شاہِ روم بایزید بن عثمان جس نے علامہ جزری کا شہرہ پہلے ہی سن رکھا تھا، آپ سے بڑی تعظیم و تکریم سے پیش آیا۔ اور بروسا میں مستقل قیام کی درخواست کی، جس کو آپ نے منظور فرمایا۔ تدریس و تالیف کا فیض جاری ہوا، قدردانانِ علوم و فنون نے آپ سے خوب استفادہ کیا۔ ۸۰۵ھ میں تیمور لنگ نے سلطنتِ ترکی و روم پر زبردست حملہ کیا جس کے نتیجے میں یہ سلطنت تباہ و برباد ہو گئی اور سلطان بایزید نے تیمور کے ہاتھوں گرفتار ہو کر بے بسی کے عالم میں وفات پائی۔ امیر تیمور نے زرجوہر کے علاوہ چیدہ چیدہ ماہرینِ علوم و فنون کو بھی اپنے دارالسلطنت سمرقند میں بلوایا جن میں علامہ ابن جزری بھی تھے، بڑے بڑے مقامی علما نے آپ سے استفادہ کو نعمت کبریٰ سمجھا، وجہ یہ تھی کہ آپ کی تصانیف پہلے ہی علما کے ہاتھوں میں پہنچ چکی تھیں۔

تیمور کو آپ سے بہت عقیدت تھی، وہ کہا کرتا تھا کہ یہ صاحبِ مکاشفہ ہیں جب چاہتے ہیں حضورِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت سے مشرف ہوتے ہیں۔ ۸۰۷ھ میں تیمور کا انتقال ہو گیا تو آپ خراسان، ہرات، یزد اور اصفہان ہوتے ہوئے ۸۰۸ھ میں شیراز پہنچے۔ تیمور کا پوتا حاکم شیراز پیر محمد علامہ ابن جزری کا بڑا معتقد تھا، اس نے آپ کو شیراز میں قیام کرنے پر مجبور کیا، اور آپ کو وہاں کا قاضی القضاة مقرر کر دیا۔

مدتوں بعد ۸۲۷ھ میں آپ حج بیت اللہ کے لیے تشریف لے گئے۔ وہاں سے جب

قاہرہ پہنچے تو اہل علم کے ایک بڑے ہجوم نے آپ کا پُر جوش خیر مقدم کیا، بطورِ برکت سب نے آپ سے چند آیات سنیں اور اجازات حاصل کیں، جن میں شارح بخاری حافظ ابن حجر عسقلانی بھی شامل تھے، انہوں نے آپ سے دیگر درس کے ساتھ مسند احمد اور مسند شافعی کا بھی درس لیا اور اجازتِ خاص سے نوازے گئے۔ پھر آپ وہاں سے شیراز تشریف لائے جہاں پر ایک بہت بڑے مدرسہ 'دار القرآن' کی بنیاد رکھی۔ واضح رہے کہ دمشق میں بھی ایک عظیم درس گاہ آپ اسی نام سے پہلے قائم فرما چکے تھے۔ اور بعض حضرات نے اس مدرسہ کا نام جو 'دار القراء' لکھا ہے وہ محض اُن کا وہم ہے۔

یوں تو برن میں آپ کا طوطی بولتا تھا؛ مگر علمِ قراءت خاص آپ کی دلچسپی کا میدان تھا۔ اور یہ سچ ہے کہ میدانِ علمِ قراءت میں آپ کے دور سے لے کر آج تک کوئی آپ کا ہمسرو ثانی نہیں ہوا۔ حافظ ابن حجر عسقلانی نے کیا خوب فرمایا ہے :

انتھت إلیہ ریاسة علم القراءات فی الممالک .

علامہ عبدالحی فرنگی محلی آپ کو آٹھویں صدی کا مجدد قرار دیتے ہوئے فرماتے ہیں :

و از مجددین صدی ہشتم زین الدین عراقی و شمس الدین

جزری و سراج الدین بلقینی .

علامہ نے مختلف فنون پر قریباً پینتالیس کتابیں تصنیف کیں، جن میں سے 'النشر فی

القراءات ، بدایة الهدایة فی علوم الحدیث و الروایة ، الدرّة ، عقود اللآلی ،

التعریف بالمولد الشریف ، مقدمة الجزریة ، الجمال فی أسماء الرجال ، ذیل

طبقات القراء ، التمهید ، الطیبه ، الحصن الحصین ، التوضیح فی شرح

المصابیح اور 'الزهر الفائح ...' مشہور ہیں۔ آپ نے شیراز میں کوئی ۷۲ سال کی عمر

میں ۵ ربیع الاول ۸۳۳ھ (مطابق ۱۴۲۹ء) کو وفات پائی، اور اپنے قائم کردہ مدرسہ

'دار القرآن' میں سپرد خاک ہوئے۔ علیہ رحمۃ اللہ رحمۃً واسعۃً۔

(۱) تفصیل و تحقیق کے لیے دیکھیے: الشقائق النعمانیة فی علماء الدولة العثمانیة، طاش کبریٰ زادہ..... الانس الجلیل

فی تاریخ القدس و الخلیل، مجیر الدین جنبلی..... ابراز النبی الواقع فی شفاء العی، علامہ عبدالحی فرنگی محلی وغیرہ۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

مقدمہ از مؤلف :

رب یسر و لا تعسر، بسم اللہ اُبتدی، و بکتابہ اُقتدی، و بسنة نبیہ اُھتدی، و اُشهد أن لا إله إلا اللہ و حدہ لا شریک لہ، و اُشهد أن محمدا عبده و رسوله، صلی اللہ علیہ و علی آلہ و اصحابہ وسلم تسلیما کثیرا إلی یوم الدین .

اے پروردگار! اس کام کو آسان فرما مشکل نہ بنا۔ مولا! اسے تیرے ہی نام سے شروع کرتا ہوں، تیری ہی کتاب کو مشعل راہ بناتا ہوں اور تیرے ہی نبی مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بتائی ہوئی راہ پر جا رہا ہوں۔ گواہی دیتا ہوں کہ تیرے سوا کوئی معبود نہیں، تو تنہا ہے تیرا کوئی شریک نہیں۔ اور گواہی دیتا ہوں کہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تیرے (مقرب) بندے اور (محترم) رسول ہیں۔ اللہ اُن پر اُن کی آلِ اطہار پر اور اُن کے یارانِ وفا شعار پر تسلسل کے ساتھ صبح قیامت تک صلوات و سلام کے تحفے نچھاور کرتا رہے۔

اما بعد! بلاشبہ اللہ جل مجدہ کے حقوق اتنے زیادہ ہیں کہ بندہ کما حقہ اُن کی ادائیگی نہیں کر سکتا، نیز اس کی رحمتوں اور نعمتوں کی کثرت کو بھی حیطہ شمار میں نہیں لایا جاسکتا؛ لہذا اے لوگو! ندامت کے آنسو بہاتے ہوئے صبح کیا کرو اور توبہ و انابت کی کیفیت میں ڈوب کر شام کی دہلیز پر قدم رکھا کرو؛ کیوں کہ اللہ تعالیٰ کے ہم پر کچھ حقوق و شروط ہیں جن کی بہر صورت ادائیگی ہمارا ایمانی فریضہ ہے۔

لہذا اے میرے دوست! اُن سے غفلت برتنا اور نال مثل کرنا داناؤں کا شیوہ نہیں؛ کیوں کہ تجھے پتا ہے کہ عرصہ محشر میں تجھے اپنے اعمال کا جواب دہ ہونا ہے؛ لہذا جب بھی

تجھے دنیا کا کوئی کام کرنا ہو تو پہلے اس میں خوب غور و خوض کر لیا کرو۔ اگر وہ تمہاری آخرت کے موافق نظر آئے پھر تو اسے کر گزرو، ورنہ رُک جاؤ اور دیکھ لو کہ اسے کون لے رہا ہے؟ اسے کیسے کر رہا ہے؟ اور پھر اس سے نجات کیسے مل رہی ہے؟۔ اور امن و سلامتی کی خیرات دینے والا بس اللہ ہی ہے۔

اور جب تمہیں اُخروی زندگی کا کوئی کام درپیش ہو تو اس کی طرف لپکو اور دوڑ کر اسے کر گزرو کہ کہیں سوچنے تک شیطان تمہارے اور اس کا خیر کے درمیان حائل نہ ہو جائے۔ اور ایک مومن کی خیانت سے اپنا دامن پاک رکھو؛ کیوں کہ مومن کے ساتھ خیانت کرنا درحقیقت اللہ و رسول سے خیانت کرتا ہے۔

تقویٰ الہی کی جڑیں اپنے اندر مضبوط کر لو اور جو کچھ علم و حکمت کی خیرات تمہیں عطا ہوئی ہے اس پر عمل کرنے کی کوشش کیا کرو، نیز عمل مراقبہ جب بھی ہو محض اللہ کے لیے ہو اور وہ بھی بایں طور کہ نگاہِ قدرت کے سوا کوئی اور تجھے نہ تک رہا ہو۔

حرام سے دور بھاگو؛ کیوں کہ حرام خوری سے پنپنے والے گوشت کو دخولِ جنت سے محروم رکھا جائے گا۔ یوں ہی حرص و آرزو کو بھی اپنے قریب بھٹکنے نہ دو؛ کیوں کہ طمع، کارخانہ دین کو غارت کر کے رکھ دیتی ہے؛ لہذا اگر خود کو گم گشتگانِ راہ ہونے سے بچا سکتے ہو تو بچا لو۔

اے میرے دوست! اپنے آپ کو لایعنی جھمیلوں سے دور رکھو، کہیں ایسا نہ ہو کہ اللہ سبحانہ و تعالیٰ ان بے کار و عبث چیزوں میں مشغول دیکھ کر تجھ سے اپنی نگاہِ رحمت پھیر لے۔ اور ایک لمحے کے لیے بھی اس سے غافل نہ رہو؛ کیوں کہ وہ ہمہ وقت تجھ پر نگاہ جمائے ہوئے ہے۔

اپنے اندر خشیت الہی کی فصلیں اُگاؤ، اور موت کی یاد کا نقش اپنے لوحِ دل سے مٹنے نہ دو۔ اور دیکھنا کہیں اللہ سبحانہ و تعالیٰ کے ذکر و مناجات کی لذت کا نشہ تمہارے قلب

وزبان سے اُتر نہ جائے۔ اور بس اُسی سے نگاہِ رحمت کی لو لگائے رکھنا کہ وہ ہر لحظہ تمہارے احوال پر مطلع ہے۔

لہذا پچھلے دنوں میں تم نے جو جرم و خطا کی ایک تاریک تاریخ رقم کی تھی اس سے جتنا جلدی ہو سکتے تو بہ و رجوع کر لو، اور زندگی کی بقیہ سانسوں کو طاعتِ مولا میں گزارنے کی پروردگار سے توفیق مانگو۔ دیکھنا کہیں ایسا نہ ہو کہ بغیر توبہ ہی تم اس دنیا سے فانی سے کوچ کر جاؤ۔

میرے دوست! تجھے بہت جلد ہی شہرِ خموشاں کے سفر پر روانہ ہونا ہے، پھر وہاں تجھے دوبارہ زندہ ہونا ہے، اور اپنے جملہ اعمال کا حساب و کتاب دینا ہے۔ صرف یہی نہیں بلکہ اللہ مالک الملک کے حضور نہایت انکسار و تواضع کے ساتھ پھر تیری پیشی بھی ہونی ہے۔ تیرا دیوانِ زندگی واہونے والا اور تیرا نامہ اعمال بس کھلنے ہی والا ہے۔

(ذرا فکر کو آنچ دے اور سوچ کہ) جنت تیرے دائیں طرف ہوگی اور دوزخ تیرے بائیں طرف۔ پل صراط تیرے سامنے بچھا ہوا ہوگا، اور اللہ تعالیٰ تجھ سے پورے طور پر باخبر ہونے کے باوصف پوچھ رہا ہوگا: بندے! میرے سامنے ذرا اپنا نامہ اعمال تو پڑھ... مگر تیرا جی اپنے سیہ کرتوت کا سوچ کر ڈوب رہا ہوگا، اور تجھے احساسِ فضیحت و رسوائی لاحق ہوگا، تو اب اگر تو نیکو کاروں میں سے تھا تو تجھے بہشت بریں کی راہ پر لگا دیا جائے گا اور اگر گنہگاروں میں سے تھا تو جہنم کی دہکتی ہوئی آگ میں جھونک دیا جائے گا۔

میرے دوست! (ابھی بھی وقت ہے) اپنے لیے جتنا کچھ توشہ راہ جمع کر سکتا ہے کر لے..... اور اپنے دل کی تختی پر آخرت کی یادوں کے نقوش کھینچ لے۔ موت کو بالکل اپنے سامنے جان..... اللہ کے حضور پیشی کے ہوش رہا منظر کو بھول مت جانا..... اپنے ارد گرد خوفِ الہی کا پہرہ بٹھالے..... فرائضِ الہیہ کو بدل و جاں ادا کر..... اللہ کی حرام کردہ چیزوں سے رُک جا..... نفس کی ایک نہ سن..... ہمہ وقت اللہ کی یاد میں مست و مگن رہ.....

ہر حال میں شکرِ الہی بجالا..... جنت کو اپنے شوق کا مرکز بنا..... اور دوزخ کے آتش سوزاں سے اللہ کی پناہ مانگتا رہ..... اوامرِ الہیہ کی مخالفت سے باز آ..... اور اس بات کا یقین دل میں جمالے کہ تیرے سامنے سخت ہولناکیاں اور ایک بڑا پڑاؤ ہے۔

میرے دوست! اب اگر تو اپنے پاس موجود زاہدِ راہ کو ہر روز تول سکتا ہے تو تول، کہیں ایسا نہ ہو کہ حکمِ الہی اس پر بازی مار لے جائے (اور تو تکتا رہ جائے)؛ لہذا توشہِ راہ اکٹھا کرتا جا، تیاری میں کسی کوتاہی کو روانہ رکھ، اور اصلاحِ نفس کے سلسلہ میں ایک ذرا غفلت نہ برت۔

میرے دوست! جان لے کہ بیتے ہوئے شب و روز پھر پلٹ کر آنے والے نہیں۔ عمل، عود نہیں کرے گا، جو طالب ہوتا ہے وہ جلدی کرتا ہے۔ یاد رکھنا کہ رات و دن تیری جان کھپانے، تیری عمر گنوانے اور تیرے وقت کو برباد کرنے پر تلے ہوئے ہیں؛ لہذا میرے دوست اس وقت تک تم مطمئن ہو کر چین کا سانس نہ لینا جب تک کہ تمہیں اپنے دائمی مکان و مستقر اور راہ و منزل مقصود کا یقینی علم نہ ہو جائے۔

اب اپنے نفس پر ذرا اک عقابی نظر ڈال، اور کوتاہیوں کی بھرپائی کی بھرپور کوشش کر، اور تمہیں جو کام بھی کرنا ہو کر ڈال، کیوں کہ امرِ الہی اچانک آتا ہے..... اور میں کسی اور کے بارے میں کیا کہوں ایسا محسوس ہوتا ہے کہ مجھ سے زیادہ اس کا کوئی اور سزاوار نہیں ہے..... تصور کے دیپ جلاؤ اور خود کو عرصہ محشر میں کھڑا جانو، نفس تم پر ملامت کے تیر پھینک رہا ہے، آنکھوں سے نیند کو روٹھے عرصہ ہو گیا ہے، عصیاں شعاروں کے دل ہچکولے کھا رہے اور بجھ رہے ہیں۔

کسی نے شعر کی زبان میں اسے یوں نظم کیا ہے۔

غدا توفي النفوس ما کسبت

و یحصد الزارعون ما زرعوا

إن أحسنوا أحسنوا لأنفسهم

وإن أساؤوا فبئس ما صنعوا

فإنه ذو رحمة و ذو كرم

و إن جهلنا فحمله يسع

يا رب اكتبنا اليوم في ملاء

تمسكوا بالكتاب فانتفعوا

و أغننا و اعف عن جریمتنا

و افن بأمن نتضرع

یعنی کل ہرجان کو اس کے کیے کا پورا پورا بدلہ ملنا ہے۔ اور تخم ریزیاں کرنے والے اپنی اپنی فصلیں کاٹیں گے۔

اگر انہوں نے اچھے کام کیے ہوں گے تو انہیں ان کی اچھائیاں بھائیں گی، اور اگر برے کام کیے ہوں گے تو ان کی برائیاں انہیں ستائیں گی۔

اللہ تعالیٰ رحمت و اکرام کی بارشیں فرمانے والا ہے، اور اگر ہم کوتاہیوں کے مرتکب ہوئے تب بھی اللہ کا حلم و وسیع و عریض ہے۔

اے پروردگار! ہمیں ایسے خوش بخت گروہ میں شامل فرمادے جنہوں نے قرآن کریم کو تھا ما اور اس سے نفع اندوز ہوئے۔

تو ہمارے لیے کافی ہو جا اور ہماری ناکردنیوں کو آبِ عفو سے دھل دے، اور عجز و انکسار کے ساتھ پر امن زندگی گزارنے کی ہمیں توفیق عطا فرما۔

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد مبارک ہے :

يحشر الناس يوم القيامة حفاة عراة عطاشا سكارى حيارى

من أهوال يوم القيامة ، لا يعلم الرجل بالمرأة و لا تعلم المرأة

بالرجل . (۱)

یعنی بروز محشر قیامت کی ہولناکیوں کے تصور سے لوگ پا پیادہ، عریاں، پیاسے، مدہوش اور سراسر عالم تحریر میں ڈوبے ہوں گے۔ (ان کی دیوانگی کا عالم یہ ہوگا کہ) مرد عورت کو نہیں جانے گا اور عورت مرد کو نہیں پہچانے گی۔

حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں :

ثم يوكل الله بكل رجل و امرأة ملكين يسوقانه إلى المحشر .

یعنی پھر اللہ تعالیٰ ہر مرد و عورت پر ایک فرشتہ مقرر فرمادے گا جو انہیں ہانک کر میدان محشر میں لے آئے گا۔

فرمان الہی : وَ جَاءَتْ كُلُّ نَفْسٍ مَّعَهَا سَائِقٌ وَ شَهِيدٌ كَأَيِّ مَنَّا

و مقصود ہے۔

مزید فرمایا :

ثم تقف الخلائق يومئذ مائة و عشرين صفا ، أمة محمد صلى

الله عليه وسلم معزولون ، و هم ثمانون صفا ، ينظرون إلى

(۱) یہ حدیث الفاظ کے ذرا اختلاف کے ساتھ بہت طریقوں سے روایت کی گئی ہے :

☆ يُحْشَرُ النَّاسُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ حُفَاةَ عَرَاةٍ غُرْلًا قَلْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ النَّسَاءُ وَ الرِّجَالُ جَمِيعًا يَنْظُرُ بَعْضُهُمْ إِلَى بَعْضٍ قَالَ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَا عَائِشَةُ الْأَمْرُ أَشَدُّ مِنْ أَنْ يَنْظُرَ بَعْضُهُمْ إِلَى بَعْضٍ . (صحیح مسلم: ۱۵/۱۴۱ حدیث: ۵۱۰۲..... مشکوٰۃ المصابیح: ۳/۲۰۴ حدیث:

۵۵۳۶..... کنز العمال: ۱۴/۳۵۹ حدیث: ۳۸۹۳۰..... مسند جامع: ۱۳/۵۲ حدیث: ۱۷۳۵۳)

☆ يُحْشَرُ النَّاسُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ حُفَاةَ عَرَاةٍ فَقَالَتْ امْرَأَةٌ يَا رَسُولَ اللَّهِ، فَكَيْفَ يَرَى بَعْضُنَا بَعْضًا؟ قَالَ إِنْ أَبْصَارُ يَوْمئِذٍ شَاخِصَةٌ، فَرَفَعَ بَصْرَهُ إِلَى السَّمَاءِ، فَقَالَتْ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، ادْعِ اللَّهَ أَنْ يَسْتُرَ عَوْرَتِي، قَالَ: اللَّهُمَّ اسْتُرْ عَوْرَتَهَا . (مجموع طبرانی: ۳/۱۵۲ حدیث:

۲۶۸۹..... مجمع الزوائد و مع الفوائد: ۵/۱۵..... کنز العمال: ۱۴/۳۶۴ حدیث: ۳۸۹۵۰)

☆ يُحْشَرُ النَّاسُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ حُفَاةَ عَرَاةٍ، كَهَيْئَتِهِمْ يَوْمَ وَلَدُوا وَ قَدْ هَالَهُمُ الْفَرْعُ الْأَكْبَرُ وَ كَظَمَهُمُ الْكَرْبُ الْعَظِيمُ..... (مسند شامیین: ۱/۱۲۸ حدیث: ۹۰)

السَّمَاءِ وَ كُلِّ وَاحِدٍ مِنْهُمْ مُشْغُولٌ بِنَفْسِهِ ، نَادِمٌ عَلَى أَعْمَالِهِ ، قَالَ
 ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا : ثُمَّ يَقْفُونَ ثَلَاثَ مِائَةِ سَنَةٍ مِنْ سِنِينَ
 الدُّنْيَا مِائَةَ سَنَةٍ فِي الْعَرَقِ يَلْجَمُونَ وَ مِائَةَ سَنَةٍ فِي الظُّلْمَةِ
 يَتَحَيَّرُونَ ، وَ مِائَةَ سَنَةٍ بَعْضُهُمْ فِي بَعْضٍ يَمُوجُونَ ، تَدُ شَخْصَتٌ
 مِنْهُمْ يَوْمَئِذٍ الْأَحْدَاقَ ، وَ تَطَاوَلَتِ الْأَعْنَاقُ ، وَ كَثُرَ الْعَطَشُ ، وَ قَلَّ
 الْإِلْتِفَاتُ ، وَ انْقَطَعَتِ الْأَصْوَاتُ وَ ضَاقَتِ الْمَذَاهِبُ ، وَ اشْتَدَّ
 الْقَلْقُ ، وَ عَظُمَتِ الْأُمُورُ ، وَ طَاشَتِ الْعُقُولُ ، وَ كَثُرَ الْبُكَاءُ ،
 وَ فَنِيَتِ الدَّمُوعُ ، وَ بَرَزَتِ الْخَفِيَّاتُ ، وَ ظَهَرَتِ الْخَطِيئَاتُ ، وَ
 بَانَتِ الْفَضَائِحُ ، وَ ظَهَرَتِ الْقَبَائِحُ ، وَ وَضَعَتِ الْمَوَازِينَ ، وَ
 نَشَرَتِ الْأَعْلَامُ ، وَ بَرَزَتِ الْجَحِيمُ ، وَ زَفَرَتِ النَّارُ ، وَ بَنَسَ
 الْكُفَّارُ ، وَ شَابَ الصَّغِيرُ وَ سَكَتَ الْكَبِيرُ ، وَ سَعَرَتِ النَّيرانُ ، وَ
 تَغَيَّرَتِ الْأَلْوَانُ ، وَ عَظُمَتِ الْأَهْوَالُ ، وَ طَالَ الْقِيَامُ ، وَ انْقَطَعَ
 الْكَلَامُ ، فَلَا تَسْمَعُ إِلَّا هَمْسًا .

یعنی پھر خلق خدا اس دن چوبیس صفوں میں کھڑی ہوگی۔ اُمتِ محمدیہ بالکل
 الگ تھلگ ہوگی جن کی کل اسی صفیں ہوں گی۔ جانبِ آسمان نگاہیں اٹھی ہوں
 گی، ہر شخص کو صرف اپنی پڑی ہوگی جو اپنے کارناموں پر اشکِ ندامت برسا رہا
 ہوگا۔ حضرت ابن عباس مزید فرماتے ہیں: پھر وہ دنیا کے تین سو سالوں کے
 برابر یوں ہی کھڑے رہیں گے۔ سو سال تو پسینے میں ٹامک ٹوہیاں ماریں گے،
 سو سال تاریکیوں میں بدست پھریں گے، اور سو سال ایک دوسرے پر گرے
 پڑیں گے۔ اس دن ان کی نگاہیں حیرت سے چندھیار ہی ہوں گی، گردنیں
 اٹھی ہوئی ہوں گی، پیاس کی شدت ہوگی، ایک دوسرے سے کوئی لگاؤ نہ رہے
 گا، آوازیں شکستہ اور حلق گھٹ رہی ہوگی، اضطراب و بے چینی شباب پر ہوگی،
 معاملات پر پیچ ہو جائیں گے، عقلیں مدہوش ہو جائیں گی، رونا پینا عام ہوگا،

آنسوؤں کی لڑیاں ٹوٹ جائیں گی، راز ہائے سربستہ وا کر دیے جائیں گے، غلطیوں کو فاش کر دیا جائے گا، فضیحت و رسوائی کا سماں ہوگا، ترازو لگا دیا جائے گا، نام پکارے جا رہے ہوں گے، دوزخ کو ظاہر کر دیا جائے گا، آگ کو بھڑکا دیا جائے گا، کفار سخت مشکل میں پڑے ہوں گے، بچے جوان ہو چلیں گے، بڑوں میں بولنے کی سکت نہ ہوگی، آتش سوزاں دہکا دی جائے گی، رنگوں میں بدلاؤ آجائے گا، ہولناکیاں بڑھ جائیں گی، مدت قیام دراز ہو جائے گی، بولنے کا یارا نہ رہے گا صرف سرگوشیاں سنائی دے گی۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے مزید فرمایا :

ثم يأمر الله ملكا أن ينصب الصراط على متن جهنم ، و هو أرق من الشعرة ، و أحد من السيف ، طوله ألف عام ، عليه كلاليب و خطاطيف ، و له سبعة جسور .

یعنی پھر حکم الہی پا کر ایک فرشتہ جہنم کی پشت پر پل صراط نصب کرے گا، جو کہ بال سے کہیں زیادہ باریک اور تلوار سے کئی گنا تیز ہوگا، جس کی لمبائی ہزار سال (کی مسافت کے برابر) ہوگی، جس کے اوپر لوہے کے گرز اور ہوک بنے ہوں گے، اور اس کے سات پل ہوں گے۔

فأول ما يحاسب العبد على الإيمان ، فإن سلم و إلا هوى في النار ، و الثاني يحاسب على الصلوة فإن سلم و إلا هوى في النار ، و الثالث يحاسب على الزكوة ، فإن سلم و إلا هوى في النار ، و الرابع يحاسب على الصيام فإن سلم و إلا هوى في النار ، و الخامس يحاسب على الحج ، فإن سلم و إلا هوى في النار ، و السادس على الوضوء فإن سلم و إلا هوى في النار ، و السابع يحاسب على بر الوالدين ، فإن سلم و إلا هوى في النار .

یعنی سب سے پہلے بندے سے ایمان کی بابت سوال ہوگا، اگر وہ کامیاب ہو گیا فبہا ورنہ جہنم میں لڑک جائے گا۔ دوسرا سوال نماز سے متعلق ہوگا، اگر وہ کامیاب ہو گیا فبہا ورنہ جہنم میں لڑک جائے گا۔ تیسرا سوال زکوٰۃ کے تعلق سے ہوگا اگر وہ کامیاب ہو گیا فبہا ورنہ جہنم میں لڑک جائے گا۔ چوتھا سوال روزے کے بارے میں ہوگا اگر وہ کامیاب ہو گیا فبہا ورنہ جہنم میں لڑک جائے گا۔ پانچواں سوال حج کے متعلق ہوگا اگر وہ کامیاب ہو گیا فبہا ورنہ جہنم میں لڑک جائے گا۔ چھٹا سوال وضو کی بابت ہوگا اگر وہ کامیاب ہو گیا فبہا ورنہ جہنم میں لڑک جائے گا اور ساتواں سوال والدین سے نیکی و بھلائی کے بارے میں کیا جائے گا اگر وہ کامیاب ہو گیا فبہا ورنہ جہنم میں لڑک جائے گا۔

ثم ینادی مناد، یا محمد: قدم امتک علی الحساب، و الجواز علی الصراط، فمنہم من یجوز علی الصراط کالبرق الخاطف، و منہم من یجوز علیہ کالریح العاصف، و منہم من یجوز کالفرس الجواد، و منہم من یجوز یحبو علی رکتیہ، و منہم یجوز یزحف علی وجہہ، و منہم من یجز علی وجہہ ثم ینجو، و منہم من یسقط علی وجہہ فی النار - أعاذنا اللہ و إیاکم عنہا -

یعنی پھر ایک آواز لگانے والا آواز لگائے گا اے محمد! اب اپنی امت کو حساب کے لیے آگے بڑھاتے ہوئے پل صراط پہ کھڑا کیجیے۔ تو ان میں سے کچھ تو پل صراط کے اوپر سے دندناتی ہوئی بجلی کی طرح گزر جائیں گے، کچھ طوفانی ہوا کی مانند، کچھ تیز رفتار گھوڑوں کی طرح، کچھ اپنے گھٹنوں کے بل گھسٹتے ہوئے۔ کچھ چہرے کے سہارے لڑک رہے ہوں گے اس طرح چلنے والے کچھ تو کامیاب ہو جائیں گے اور کچھ جہنم میں گر پڑیں گے۔ اللہ ہمیں آپ کو اس سے محفوظ رکھے۔

عرصہ محشر کی حاضری

عزیز دوستو! ذرا حشر و نشر کی بابت غور کرو۔ تمہاری آنکھوں سے نیندوں کا خمار نہ اُتر جائے تو کہنا، ذرا اپنے اعمال کی خبر لو؛ کیوں کہ حساب لینے والا بڑی زبردست قوت کا مالک ہے۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ عرصہ محشر میں حسرت کے سوا کچھ بھی تمہارے ہاتھ نہ لگے، اور تم سرِ میزان کفِ افسوس ملتے رہ جاؤ، جب کہ ایک گروہ جنت کی جانب رواں دواں ہو، اور دوسرا سوے جحیم ہنکایا جا رہا ہو۔ ایک تو بلند منزلوں کی طرف پرواز کر جائے اور دوسرا پستیوں میں اُترتا چلا جائے۔ اور تمہارے اور اس امر کے ہدمیان بس اتنا کہنے کی دیر ہے کہ 'فلاں مر گیا'۔

اے اپنے دل کو ہلاکتوں کے گھاٹ اُتار دینے والے شخص! اور اے اپنے وقت کو تہ تیغ کر بیٹھنے والے شخص! یہی قلب و وقت تو تیری زندگی کا گراں مایہ سرمایہ تھے، اگر تم نے واقعتاً اپنا وقت بھی گنوا دیا اور اپنا چراغِ دل بھی بجھا دیا پھر تو تم خسارے کی نذر ہو گئے۔ اب اگر تمہیں گم شدہ چیز پر رونا آ رہا ہو تو بہتر ہے کہ اپنی فرقت و جدائی کا سوچ کر آنسو بہاؤ، اور اگر کسی فوت شدہ پر رونا آ رہا ہو تو پھر اپنے دل کی موت پر روؤ۔

کسی نے اس کی عکاسی ذیل کے اشعار میں یوں کی ہے

تأهب للذي لا بد منه ••• فإن الموت ميقات العباد

أترضى أن تكون رفيق قوم ••• لهم زاد و أنت بغير زاد

یعنی خود کو اس کام لیے ہمہ وقت تیار رکھ جسے آج نہیں تو کل آنا ہی ہے؛ کیوں کہ بندہ خدا کی منزل تو دراصل موت ہی ہوتی ہے۔

کیا تم ایسی قوم سے دوستی کا ہاتھ بڑھانے میں خوشی محسوس کرو گے جو خود تو زادِ راہ سے لیس ہوں، مگر تیرے پاس نہ توشہ ہو اور نہ توشہ دان۔

حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں :

مررت بواعظ وهو يقول لأهل مجلسه : اعملوا فإن أعمالكم تعرض على موتاكم و معارفكم من الموتى ، قال أبو أيوب : اللهم لا تفضحني على رؤوس عبادك يوم القيامة .

یعنی میرا گزر ایک واعظ خوش بیاں کے پاس سے ہوا جو اپنے اہل مجلس سے یوں خطاب کر رہا تھا: لوگو! یاد رکھو کہ تمہارے اعمال تمہارے وفات یافتگان اور مردہ دوست آشناؤں پر پیش کیے جاتے ہیں۔ یہ سن کر حضرت ابوایوب نے دعا کے لیے ہاتھ اٹھا دیے کہ مولا! بروز قیامت ہمیں اپنے بندوں کے سامنے ذلیل و رسوا ہونے سے بچالینا۔

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد عالی ہے :

يحاسب الناس يوم القيامة على ثلاثة أنفار : يوسف الصديق ، وسليمان بن داود ، و أيوب عليهم السلام . فأول ما يدعى بالمماليك فيقول : ما شغلکم عن طاعتي؟ فيقولون: يا ربنا جعلتنا تحت الآدميين و ابتليتنا بالرق فاشتغلنا بخدمتهم عن خدمتك ، فيدعى يوسف عليه السلام فيقول الله عز وجل: هذا كان مملوكا و ما شغله ذالك عن طاعتي ، ثم يأمر بهم إلى النار .

ثم يدعى بأهل البلاء فيقول الله عز وجل: ما شغلکم عن عبادتي؟ فيقولون: يا ربنا ابتليتنا ببلائك فشتغلنا ذالك عن عبادتك ، فيدعى بأيوب عليه السلام فيقول: هذا ابتليته بأشد البلاء و ما شغله ذالك عن طاعتي فيؤمر بهم إلى النار .

ثم يدعى الأغنياء فيقول لهم: ما شغلکم عن طاعتي؟

فیقولون: یا ربنا أعطینا المال فاشتغلنا به عن طاعتک، فیدعی
بسلیمان علیہ السلام فیقول: هذا أعطیتہ المال اکثر مما
اعطیتکم و ما شغلہ ذلک عن طاعتی فیؤمر بهم إلى النار .

یعنی عرصہ محشر میں لوگوں کا حساب کتاب تین نفر کی شکل میں ہوگا، حضرت
یوسف صدیق، حضرت سلیمان بن داؤد اور حضرت ایوب علیہم السلام۔ اب
(حساب کے لیے) سب سے پہلے غلاموں کو آواز دی جائے گی۔ اللہ پوچھے گا
کس چیز نے تمہیں میری طاعت سے روک رکھا تھا؟ وہ عرض کریں گے: مولا!
تو نے ہمیں بنی آدم کی ماتحتی میں رکھا اور ہماری گردنوں میں غلامی کا پٹہ ڈال رکھا تھا
بس ان کی خدمت نے ہمیں تیری طاعت و بندگی سے محروم رکھا۔ اب حضرت
یوسف صدیق سامنے لائے جائیں گے اور اللہ فرمائے گا: دیکھو یہ بھی غلام تھے، مگر
ان کی غلامی نے تو انہیں میری طاعت سے باز نہیں رکھا۔ بالآخر ان لوگوں کو جہنم
میں ڈال دیے جانے کا حکم ہو جائے گا۔

پھر اہل ابتلا و آزمائش بلائے جائیں گے اور اللہ پوچھے گا کہ کس چیز نے تمہیں
میری عبادت سے غافل کر دیا تھا؟ تو وہ کہیں گے: پروردگار! تو نے ہم پر ابتلا
و آزمائش کے دروازے کھول دیے تھے جن کے باعث ہم تیری عبادت نہ
کر سکے۔ اب حضرت ایوب علیہ السلام کو بلوایا جائے گا اور اللہ تعالیٰ فرمائے گا:
دیکھو ان پر بھی زبردست قسم کی ابتلا و آزمائش کے دروازے کھلے تھے مگر ان کی
بیماریاں انہیں میری طاعت سے نہیں روک سکی تھیں۔ پس ان لوگوں کو بھی جہنم رسید
کیے دینے کا حکم ہو جائے گا۔

اب صاحبانِ دولت و غنا سامنے لائے جائیں گے اور اللہ تعالیٰ ان سے پوچھے
گا میری طاعت سے تمہیں کس چیز نے روک دیا تھا؟ تو وہ عرض کریں گے
ہمارے پالنہار! تو نے ہمیں مال کے جنجال میں پھنسا دیا تھا اور وہی تیری طاعت
سے محرومی کا سبب بن گئے۔ اب حضرت سلیمان بن داؤد علیہ السلام کو پیش کیا

جائے گا اور اللہ تعالیٰ فرمائے گا: دیکھو میں نے تم سے کہیں زیادہ انھیں مال و دولت سے نوازا تھا مگر افراطِ زر نے انھیں میری طاعت و بندگی سے ایک لمحہ کے لیے غافل نہیں کیا۔ پس ان لوگوں کو بھی واصلِ جہنم کر دیا جائے گا۔

ذرا اپنا حساب کر لینا

عزیز دوستو! دنیا کی چاکری میں بدمست رہتے ہو۔ رات سیاہی پھیلتے ہی اپنے بستروں پر دراز ہو جاتے ہو۔ کہتے کچھ ہو کرتے کچھ ہو۔ کتنی بار تم نے عہد کیا اور توڑ دیا اور کتنی بار تمہیں مہلت ملی، مگر تم نے اس کا فائدہ نہ اٹھایا اور اس سے کوئی عبرت نہیں پکڑی۔ اے اپنی عمروں کو غفلت کی نذر کرنے والو! تمہیں کس چیز نے دھوکے میں ڈال رکھا ہے اور تم کس اُمید پر تکیہ کیے بیٹھے ہو؟ جب کہ موت و حساب اور جزا و سزا سب کچھ تمہارے سامنے ہے۔ سچ بتانا کیا تمہیں اس کا پتا نہیں!۔ سو عنقریب تم اس کے بارے میں جان لو گے، پھر ہم کہے دیتے ہیں کہ تمہیں جلد ہی اس کا پتا چل جائے گا۔ اس وقت تم بات بنانا چاہو گے؛ مگر بات بنتی نظر نہ آئے گی، اور پھر دوبارہ دنیا میں پلٹنے کی بھیک مانگو گے، اس لالچ میں کہ شاید تم اب کچھ عمل خیر کا ذخیرہ اکٹھا کر لو؛ مگر پھر مادی دنیا میں واپسی کی گنجائش کہاں ہوگی؟ فإنا لله وإنا إليه راجعون .

حضرت حسن بصری رحمہ اللہ فرماتے ہیں :

عجبت لأقوام أمروا بالزاد و نودي فيهم بالرحيل و هم يلعبون .

یعنی مجھے ایسی قوموں کے اوپر سرپیٹ لینے کو جی چاہتا ہے جنہیں زادِ راہ اکٹھا کرنے کو کہا گیا اور ان میں کوچ کا نقارہ بھی بج چکا، تب بھی وہ کھیل کود میں مگن ہیں۔

کسی شاعر نے کیا بھلی بات کہی ہے۔

لو يعلم الخلق ما يرا د بهم ☆ و أيما مورد غذا يردوا
 ما استعذبوا لذة الحياة ولا ☆ طاب لهم عيشهم ولا رقدوا
 خوفا من العرض و الصراط على ☆ نار تلظى و حرها يقدر
 یعنی خلق خدا کو اگر معلوم ہو جائے کہ اس کے ساتھ کیا معاملہ ہوگا اور کل اسے
 کس گھاٹ اترنا ہے۔

تو اس کی زندگی کی ساری لذتیں پھینکی پڑ جائیں، عیش و آرام غارت ہو جائے
 اور نیند ان کی آنکھوں سے روٹھ جائے۔

اس خوف سے کہ نہ معلوم اللہ کے حضور پیشی کیوں کر ہوگی، پل صراط سے گزر
 کیسے ہوگا کہ جس کے نیچے آتش جو الہ بھڑک رہی اور لپٹیں مار رہی ہے۔

شب زندہ داروں کی باتیں

حضرت ابراہیم بن ادہم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں :

دخلت على بعض إخواني أعوده ، فجعل يتنفس و يتأفف
 فقلت له : على ما ذا تنفس و تتأسف؟ فقال ما تأسفي على
 البقاء في الدنيا و لكن تأسفي على ليلة نمتها ، و يوم افطرته
 و ساعة غفلت فيها عن ذكر الله تعالى .

یعنی ایک دن میں اپنے ایک دوست کی عیادت کے لیے گیا تو دیکھا کہ وہ لمبی
 لمبی سانسیں کھینچ کر کسی بات پر افسوس کر رہا ہے۔ تو میں نے اس سے پوچھا کہ ایسی
 حالت میں تجھے کس چیز نے آمادہ افسوس ہونے پر مجبور کیا؟ جو اب اس نے کہا: دنیا
 سے رخصت ہونے کا مجھے کوئی افسوس نہیں اگر افسوس ہے تو صرف اس بات پر کہ
 اپنی پوری زندگی میں ایک بار میں شب بیداری کی دولت سے محروم رہ گیا، ایک بار
 میں دن میں روزہ نہ رکھ سکا، اور یوں ہی میری زندگی کا کوئی ایک لمحہ ذکر الہی کی

لذت سے آشنا رہے بغیر بیت گیا۔

حضرت جنید بغدادی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں :

لو لا اللیل ما أحببت البقاء فی الدنیا .

یعنی اگر یہ راتیں (اور شب بیداریاں) نہ ہوتیں تو دنیا میں جینے کا کوئی مزہ ہی نہ ہوتا۔

یکے از صالحین کا قول ہے :

لی أربعون سنة ما غمني إلا طلوع الفجر .

یعنی میری زندگی کے چالیس برسوں میں رات اس طرح دبے پاؤں گزر گئی کہ طلوع فجر کے سبب مجھے اس کا جانا معلوم ہوا۔

حضرت زید بن ہارون سے پوچھا گیا :

کم تصلي في الليل؟ فقال: أو أنام منه شيئاً إذا لا أنام الله لي منه عينا أبدا .

یعنی آپ رات میں اٹھ کر کتنی نمازیں پڑھتے ہیں؟ تو آپ نے جواب میں فرمایا: اگر میں نے رات کے کسی لمحے کو سو کر گنوا دیا ہو تو پھر اللہ میری آنکھوں پر ہمیشہ کے لیے نیند کا غلاف چڑھا دے۔ (یعنی مجھ پر موت طاری فرما دے)

حضرت مطرف رضی اللہ عنہ کے بارے میں آتا ہے کہ آپ فرمایا کرتے :

لا يراني الله أكلا نهارا، ولا نائما ليلاً أبدا .

یعنی نگاہِ قدرت نے مجھے دن میں کھاتا اور رات میں سوتا کبھی نہ دیکھا ہوگا۔

حضرت ثابت بنانی رضی اللہ عنہ کا معمول تھا کہ آپ ہر روز تین سو ساٹھ رکعتیں ادا کیا کرتے اور دعائیں یوں عرض گزار ہوتے :

اللهم إن كنت أعطيت أحدا الصلوة في قبره، فأعطني ذلك .

یعنی اے پروردگار! اگر تجھے کسی کو اس کی قبر میں نماز پڑھنے کا حق دینا ہو تو
(بہتر ہے کہ اس کے بدلے) وہ حق مجھے اس دنیا ہی میں عطا کر دے۔

ان کی صحبت میں رہنے والے کسی رازداں نے ان کے تعلق سے یہ بھی کہا ہے :

رایتہ فی منامی وهو قائم یصلی فی قبرہ .

یعنی میں نے خواب میں انھیں قبر کے اندر نماز پڑھتا ہوا دیکھا ہے۔

حضرت علی بن عبد اللہ کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ وہ ہر دن ہزار سجدہ نیاز لٹاتے
تھے جس کے باعث ”سجاد“ ان کے نام کا حصہ بن گیا تھا۔

حضرت اویس قرنی رضی اللہ عنہ کے حوالے سے مشہور ہے کہ آپ فرمایا کرتے :

واللہ لأعبدن تعالیٰ عبادة الملائكة ، فلیلة معظمها قائمة و
لیلة معظمها سجداً .

یعنی قسم بخدا میں نے فرشتوں کی مانند اپنے مالک و مولا کی عبادت و بندگی کی
ہے۔ تو کبھی رات کا ایک بڑا حصہ صرف حالت قیام میں گزر جاتا اور کبھی شب کا
طویل سفر محض جبین شوق کو لذتِ سجود سے آشنا کرنے میں کٹ جاتا۔

حضرت عامر بن قیس رضی اللہ عنہ کے بارے میں آتا ہے کہ آپ فرماتے :

واللہ لأجتهدن ، فبان نجوت فبرحمة اللہ ، و إن هلکت فبعد
جهدی

یعنی اللہ کی قسم! میں جدوجہد اور لگن و جتن میں کسی کوتاہی کو روا نہیں رکھتا، اب
اگر کامیابی ہاتھ آگئی ہے تو وہ محض رحمت الہی کا کمال ہوگا، اور اگر نامرادی کا
شکار ہوا تو وہ میری ناقص کدو کاوش کا شاخسانہ ہوگا۔

حضرت مسروق رضی اللہ عنہ کی عبادت و ریاضت کا حال یہ تھا کہ آپ اتنی زیادہ اور
اتنی دیر تک نمازیں پڑھتے کہ آپ کی آنکھیں سوج جاتیں اور قدم متورم ہو جاتے۔

حضرت مسلم خولانی رضی اللہ عنہ اپنے نفس کو ڈرے سہمے رہنے کی خاطر اپنے گھر میں ایک عجیب و غریب قسم کی صداے بازگشت رکھتے جس میں اپنے نفس کو مخاطب کر کے فرماتے :

قومي خير الله ، فوالله لأرجفن بك حتى يكون الكل منك
لامني ، فإذا دخل انفراد و تناول السوط ، فيضرب به رجليه و
يقول لنفسه : أنت أحق بالضرب من دابتي .

یعنی اللہ نے مجھے اپنی قوم میں بہتر بنایا ہے، تو قسم بخدا! میں تیرے خلاف لوگوں میں نفرت کے شعلے بھڑکاتا رہوں گا حتیٰ کہ ہر کوئی تیرے سلسلہ میں مجھ سے ملامت کرنے لگے۔ پھر اگر وہ دخل اندازی کرے تو وہ کوڑے کا سزاوار ہوگا۔ پھر اس کے پاؤں پر اس سے مارتے ہوئے اپنے نفس سے کہتے: تو اس چوپائے سے بھی زیادہ پیٹے جانے کا حق دار ہے۔

نیز فرماتے :

لا يظن أصحابي أنهم قد فازوا ، فوالله لزامهم يوم القيامة
حتى يعلموا أنهم خلفوا ورائهم رجالا .

یعنی میرے احباب اس گمان میں نہ رہیں کہ انھوں نے فوز و فلاح کی ساری حدیں چھولی ہیں۔ قسم خدا کی عرصہ محشر میں ان پر یہ عقدہ کھل جائے گا کہ ان کے بعد بھی بہت سے اللہ والے ہوئے ہیں۔

حضرت ضیغم رضی اللہ عنہ نے پہلے تو کھڑے کھڑے عبادت کی، جب سکت نہ رہی تو بیٹھ کر عبادت کرنا شروع کر دیا، جب بیٹھنے کا ہی یارا نہ رہا تو چپ لیٹ کر عبادت شروع کر دی، اور یوں ہی عبادت کرتے رہے کہ چانک ایک دن حالت سجدہ میں موت نے آپ کو آلیا۔ وہ اپنی دعاؤں میں کہا کرتے تھے :

اللهم إني أحب لقاءك فأحب

یعنی اے اللہ! میں تیری ملاقات کو محبوب رکھتا ہوں تو تو بھی محبوب رکھ۔

حضرت حسان کی بیوی کا بیان ہے کہ حسان جب اپنی خواب گاہ میں آتے تو مجھے تھپکیاں اور بہلا وادے کر یوں ہی سلانا شروع کر دیتے جیسے عورتیں اپنے بچوں کو بہلا پھسلا کر سلاتی ہیں۔ پھر جب میں سو جاتی تو ان کی روح بے قرار ہواٹھتی اور وہ اپنی جبین نیاز کو لذتِ سجود سے آشنا کرنے کے لیے کھڑے ہو جاتے۔ (ان کے سجدوں کی طوالت دیکھ کر) مجھے کہنا پڑتا: اے اللہ کے بندے! اپنی جان پر کچھ تو رحم کھائیے۔ تو وہ مجھ سے فرماتے:

اسکتی ، ویحک ، فواللہ لأرقدن رقدة لا أقوم منها زما

طویلا .

یعنی خاموش رہ! تیرا خانہ خراب ہو۔ قسم بخدا! اب میں ایسا سجدہ کروں گا کہ مدتوں بعد پھر اس سے اٹھنا نصیب ہوگا۔

حضرت ربیع بن خثیمہ رضی اللہ عنہ کا حال یہ تھا کہ پوری پوری رات جاگ کر کاٹ دیتے اور وادیِ خواب میں اترنے سے ڈرتے۔ رات دن ان کی آنکھوں سے اشکوں کی برسات ہوتی رہتی، اور رونے سے ان کا جی نہیں بھرتا تھا۔

حضرت سری سقطی رضی اللہ عنہ رات کے پہلے حصہ میں اپنے اوپر آہ و بکا کی کیفیت طاری نہیں ہونے دیتے؛ لیکن جب لوگ نیند کی آغوش میں چلے جاتے (اور فضا میں موت کا سناٹا چھا جاتا) تو سپیدہ سحر نمودار ہونے تک آپ کی چشمانِ شوق گریہ و زاری کی حسرتیں مٹاتی رہتیں۔

حضرت ضیغم رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے:

لو علمت أن رضاه لي في تقریض لحمي بالمقاریض لفعلت

ذلک .

یعنی اگر مجھے معلوم ہو جائے کہ بدن کے گوشت کو پینچی کے ذریعہ کتر دینے سے مجھے اُس کی رضا حاصل ہو جائے گی تو میں یہ بھی کر گزروں گا۔

حضرت بشر رضی اللہ عنہ پر ہمیشہ حزن و ملال کی کیفیت طاری رہتی، ان سے جب اُس کی وجہ دریافت کی گئی تو فرمایا :

إني مطلوب ، و كان لا ينام الليل .

یعنی میرا ایک مطلوب ہے جس پر راتوں میں بھی نیند کا شمار نہیں چڑھتا۔
(تو یہ بڑی نا انصافی ہوگی کہ مطلوب تو جاگتا رہے اور طالب ہی سو جائے!)

نیز فرماتے :

أخاف أن يأتيني أمره و أنا نائم .

یعنی مجھے (اسی وجہ سے) ہر لمحہ یہ خوف لاحق رہتا ہے کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ اس کا حکم آجائے اور میں سویا پڑا ہوں۔

حضرت سلیمان علیہ السلام کی مادرِ مشفقہ رضی اللہ عنہا ان سے فرماتیں :

يا بني ، لا تكثر النوم بالليل ، فإن كثرة النوم بالليل تدع
الرجل فقيرا يوم القيامة ، يا بني من يرد الله لا ينام الليل لأن من
نام الليل ندم بالنهار .

یعنی پیارے بیٹے! رات میں زیادہ نہ سویا کر؛ کیوں کہ راتوں میں زیادہ سونا
قیامت کے دن آدمی کو فقیر و قلاش بنا کر لائے گا۔ عزیز دل بند! اللہ جس کے ساتھ
(بھلائی کا) ارادہ فرمالتا ہے اسے راتوں میں سونے سے سروکار نہیں ہوتا۔ یاد رکھنا
کہ شب بھر سوئے رہنا دن میں ندامت و خجالت کا باعث ہوتا ہے۔

اس کی ترجمانی شعر کی زبانی ملاحظہ کیجیے۔

يا أيها الغافل جد في الرحيل ☆ و أنت في لهو و زاد قليل

لو كنت تدري ما تلاقي غدا ☆ لذبت من فيض البكاء والعيول

فاخلص التوبة تحظى بها ☆ فما بقي في العمر إلا القليل

ولا تنم إن كنت ذا غبطة ☆ فإن قدامك نوم طويل

یعنی اے بے خبر انسان! ذرا اپنے کوچ کرنے کی کچھ تیاری بھی کر لے۔ تو کھیل کود میں پڑا زندگی کھپا رہا ہے حالاں کہ اس دنیا کا قیام کتنا تھوڑا ہے۔

اگر تجھے معلوم ہو جائے کہ کل تیرا کس سے واسطہ پڑنا ہے تو اپنی چیخ و پکار سے تم زمین و آسمان ایک کر دو۔

لہذا اب توبہ کا فائدہ اپنی گردن میں ڈال لے، فوز و فلاح سے ہمکنار ہو جائے گا، کیوں کہ (ذرا سوچ کہ) اب تمہاری عمر بچی ہی کتنی ہے!۔

اگر تو صحیح معنوں میں صاحب رشک اور دانا وزیرک ہے تو سو سو کر زندگی نہ گنوا؛ ذرا دیکھ کہ تیرے سامنے کتنی 'لمبی نیند' تمہارے انتظار میں کھڑی ہے!۔

یکے از صالحین کا قول ہے :

كانت رابعة العدوية رضى الله عنها تقوم الليل ، وتهجع عند
السحر ، فإذا انتبهت قالت : يا نفس كم تنامي؟ يوشك أن
تنامي فلا تقومي إلى يوم القيامة .

یعنی حضرت رابعہ عدویہ رضی اللہ عنہا شب زندہ داروں میں سے تھیں۔ دم سحر ذرا سا آرام کرتیں، پھر اٹھتے ہی نفس کو (ملامت و سرزنش کرتے ہوئے) کہنا شروع کر دیتیں: اے نفس! تو کتنا سوئے گا، (یہ سوچ کر نہیں ڈرتا کہ) کہیں ایسا نہ ہو کہ سو کر سو کر تو عرصہ محشر میں کھڑا ہونے کے قابل ہی نہ رہے!۔

حضرت یحییٰ بن زکریا علیہما السلام کے بارے میں ایک روایت ملتی ہے کہ آپ نے ایک شب نان جویں پیٹ بھر کھالی، نتیجہ میں رات بھر سوتے رہے تو اللہ تعالیٰ نے ان کی

طرف وحی بھیجی :

یا یحییٰ هل وجدت داراً خیراً من داری ، أو جواراً خیراً من
جواری ، و عزتی و جلالی لو اطلعت علی الفردوس إطلاعة
لذاب جسمک و ذهبت نفسک ، و لو اطلعت علی وجهی
إطلاعة لتبکین الصدید بدل الدموع ، و لتلبس الحديد بدل
المسوح .

یعنی اے یحییٰ! کیا تجھے میری بارگاہ سے بہتر کوئی درمل گیا ہے، یا میرے پڑوس
سے عمدہ کوئی پڑوس مل گیا ہے، مجھے اپنی عزت و جلال کی قسم! اگر تجھے فردوس کی
معمولی سی جھلک بھی میسر آ جائے تو تمہارا بدن پگھل جائے اور تمہاری سانس اُکھڑ
جائے۔ یوں ہی اگر تجھے میرے روئے انور پر ادنیٰ سی اطلاع بھی نصیب ہو جائے
تو تم اشکوں کی بجائے پیپ روؤ گے اور کپڑوں کی جگہ آہن پہنو گے۔

یوں ہی روایتوں میں آتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت داؤد علیہ السلام کی طرف وحی
بھیجی :

یا داؤد إذا حدثک نفسک بالنوم فاذکر مصرع أهل النار ،
وصول الزبانية ، و غلق أبواب جهنم ، فإنک إن فعلت ذلک
انتفی النوم عنک ، یا داؤد خذ حظک من اللیل و لا تغفل عن
الصلوات ، و اجعل موضوع الضحک بکاء خوفا منی أنجیک
من حر نار جهنم یوم القيامة .

یعنی اے داؤد! جب نفس تم سے سونے کی باتیں کرے تو تم جہنمیوں کے
پچھاڑنے کی جگہ، گنہ گاروں کو ہانک کر لے جانے والے فرشتوں کے پہنچنے، اور پھر
دروازہ جہنم کے بند کر دیے جانے کا تذکرہ اس کے سامنے چھیڑ دیا کرو، تم ایسا
کر کے تو دیکھو، تمہاری نیند اگر روفو چکرنہ ہو جائے تو کہنا!۔

اے داؤد! خزانہ ہائے شب سے تو اپنا حصہ نکال لے، نمازوں سے ایک ذرا غفلت نہ برتنا۔ اور جب ہنسی کا موضوع چھڑ جائے تو تم محض میرے خوف کے باعث رونا دھونا شروع کر دیا کرنا، (اگر تم ان باتوں پر عمل پیرا رہے تو) میں تمہیں بروزِ محشر آتشِ جہنم کی لپٹ سے محفوظ رکھوں گا۔

حضرت سعید بن مسیب فرمایا کرتے :

أیما رجل قام من اللیل فتوضأ و صلی رکعتین ، إلا تبسم الجبار فی وجهه و قال : یا ملائکتی ، أشهدکم انی قد غفرت له .

یعنی جب کوئی شخص رات کی تاریکیوں میں اٹھتا ہے اور وضو کر کے دو رکعت نماز ادا کرتا ہے تو اللہ مالک الملک اس کے چہرے کے اندرون سے مسکرا کر فرماتا ہے : اے گروہِ ملائکہ! گواہ رہنا میں نے اسے بخش دیا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے حضرت داؤد علیہ السلام کی طرف وحی بھیجی :

یا داؤد قل لبني إسرائيل : من صلی فی السحر رکعتین بقلب حاضر توجه الله بتاج کرامته یوم القیامة .

اے داؤد! بنی اسرائیلیوں سے کہہ دو کہ جس نے دم سحر حضور قلب کے ساتھ دو رکعت نماز ادا کی، تو اللہ سبحانہ و تعالیٰ بروز قیامت اسے اپنے تاجِ کرامت سے سرفراز فرمائے گا۔

حضرت واصلہ بن ہشام رضی اللہ عنہ کے تعلق سے یہ حکایت ملتی ہے کہ آپ پوری پوری رات نمازوں میں بسر کر دیتے اور جب وقت سحر آتا تو فرماتے :

إلهی! لیس مثلی یسألک الجنة ، و لكن أجرنی من النار .

یعنی اے میرے پروردگار! مجھ سے زیادہ ٹوٹ کر شاید ہی کوئی تجھ سے جنت کا طلب گار ہو؛ لیکن مجھے جہنم سے دور رکھنا۔

حضرت عمر بن عتبہ رضی اللہ عنہ ہر رات قبرستان کی طرف نکل پڑتے اور کہتے :

يا أهل القبور طويت الصحف و رفعت الأقلام ، ثم يصف
قدميه و يصلي إلى الصباح .

یعنی اے آسودگانِ قبر! تمہارے اعمال کا دفتر تو پلینا جا چکا اور قلم نے لکھنا بھی
بند کر دیا (مگر ہمارا کیا بنے گا یہ سوچ کر) اپنے قدم بچھاتے اور تادم سحر اپنی پیشانی
کو لذتِ سجود سے آباد رکھتے۔

حضرت اسید رضی اللہ عنہ جب اپنے فرشِ خواب پر دراز ہوتے تو ایسے لوٹے پوٹے
جیسے کڑھائی میں دانہ بھنا جا رہا ہو اور ساتھ ہی فرماتے :

إنك لين و فراش ألين منك ، و لا يزال راكعاً و ساجداً إلى
الصباح .

یعنی تو تو نرم ہے اور بستر تو تجھ سے کہیں زیادہ نرم ہے۔ یوں ہی رکوع و سجود
کرتے کرتے سپیدہ سحر نمودار ہو جاتا۔

حضرت اسود رضی اللہ عنہ موسمِ گرما میں روزے رکھا کرتے تھے۔ اور شدتِ گرمی کی
وجہ سے آپ کا چہرہ کبھی لال اور کبھی پیلا ہوتا رہتا۔

حضرت سفیانِ ثوری رضی اللہ عنہ عالمِ تفکر میں غرق رہنے کے باعث کبھی خون کا
پیشاب کرنے لگتے۔ اور موذن کی آواز سنتے ہی آپ کا رنگ غیر ہو جاتا اور رونا شروع
کردیتے، یہاں تک کہ آپ پر غشی طاری ہو جاتی۔

حضرت ابو عبیدہ الخواص رضی اللہ عنہ روتے ہوئے فرماتے :

قد كبرت فاعتقني من النار .

یعنی مولا! اب تو میں بوڑھا ہو چلا ہوں؛ لہذا مجھے آتشِ جہنم سے رہائی دیدینا۔

داستانِ گریہ وزاری

حضرت یزیدرقاشی رضی اللہ عنہ کی گریہ وزاری نے ان کی آنکھوں کی روشنی بھی چھین لی اور آنسوؤں کا سوتا بھی جلا ڈالا۔

حضرت مالک بن دینار رضی اللہ عنہ اس قدر روتے کہ آنسوؤں کے بہاؤ نے آپ کے خدو خال سیاہ کر دیے۔ نیز آپ فرماتے :

لو ملکت البكاء لبکیت ایام حیاتی .

یعنی اگر مجھے رونے پر اختیارِ کامل حاصل ہوتا تو میں اپنی پوری زندگی رو رو کر ہی بسر کر دیتا۔

حضرت عطا سلمی رضی اللہ عنہ سے پوچھا گیا کہ آپ کو کسی چیز کی اشتہا ہے تو آپ نے فرمایا :

اشتہی أن أبکی حتی لا أقدر أن أبکی ، و کان یبکی فی اللیل
و النهار و کانت دموعه سائلة علی خدیہ .

یعنی ایک ہی خواہش ہے کہ بس روتا رہوں یہاں تک کہ مجھ میں مزید رونے کی سکت باقی نہ رہ جائے۔ آپ رات دن گریہ وزاری کرتے اور آپ کے آنسوؤں کا چشمہ آپ کے خدو خال کی راہ ہمیشہ جاری رہتا۔

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کے رونے کی کوئی انتہا نہ تھی۔ ان سے پوچھا گیا کہ آپ اس قدر آہ و فغاں کیوں کرتے ہیں؟ تو فرمانے لگے :

لا أدري علی ما أقدم؟ علی رضا أم علی سخط؟

یعنی مجھے نہیں معلوم کہ میں کس حالت میں پیش کیا جاؤں گا، آیا میرا مولا مجھ سے راضی ہوگا یا ناراض!۔

حضرت معاذ رضی اللہ عنہ نے ایک دن خوب رو دھو مچائی، ان سے ان کے بکاے شدید کاراز پوچھا گیا تو وہ فرمانے لگے :

لأن الله عزوجل قبض قبضتين ، فجعل واحدة في الجنة ، و
الآخرى في النار ، فأنا لا أدري من أي الفريقين أكون .

یعنی اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے (دو گروہوں کو) اپنی دونوں مٹھیوں میں لیا جن میں سے ایک کو تو جنت میں ڈال دیا اور دوسرے کو جہنم میں پھینک دیا۔ تو اب میں نہیں کہہ سکتا کہ ان دونوں فریقوں میں سے میں کس میں ہوں گا۔

حضرت فضیل بن عیاض رضی اللہ عنہ نے فرمایا :

بکی ابني علي ، فقلت له : يا بني ما يبكيك ؟ فقال : يا أبت ،
إني أخاف أن لا تجمعنا القيامة و تفرق بيننا .

یعنی ایک دن اچانک میرا بیٹا علی رونے لگا تو میں نے پوچھا: پسر عزیز! تیرے گریہ کا سبب کیا ہے؟ تو اس نے کہا: پدر بزرگوار! مجھے ڈر ہے کہ کہیں قیامت ہمارے درمیان پھوٹ نہ ڈال دے اور ہم وہاں باہم اکٹھا نہ ہو سکیں۔

جہنم اور اس کی آتش سوزاں

حضرت زید بن یزید رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا گیا کہ آپ کی پلکوں سے ہمیشہ آنسوؤں کے دھارے کیوں چھلکتے رہتے ہیں، اور وہ خشک ہونے کا نام کیوں نہیں لیتیں؟ تو جواباً فرمایا :

إن الله توعدني إن أنا عصيته يسجنني في النار .

یعنی اللہ تعالیٰ سے میرا یہ وعدہ ہو چکا ہے کہ اگر میں معصیت کاروں میں سے ہوا تو جہنم میں پابجولاں حاضر کیا جاؤں۔

روایتوں میں آتا ہے کہ ایک مرتبہ حضرت جبرئیل امین، حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں آہ و بکا کرتے حاضر ہوئے تو آقائے کائنات علیہ السلام نے دریافت فرمایا: جبرئیل تم رو کیوں رہے ہو؟ تو کہنے لگے :

یا محمد ما غفلت عینی منذ خلق اللہ جہنم مخافة أن أعصيه
فيلقيني فيها .

اے محمد! جب سے اللہ تعالیٰ نے جہنم کو وجود پذیر کیا ہے میری آنکھیں کبھی کسی کوتاہی کی مرتکب نہیں ہوئیں اس ڈر کے مارے کہ کہیں اس کی معصیت جہنم میں کھینچ کر لے جانے کا سبب نہ بن جائے۔

نیز سرکارِ ابد قرار علیہ السلام کا ارشاد عالی ہے :

ما أتاني جبريل عليه السلام إلا وهو يرعد خوفاً من الجبار
فقلت له : يا جبريل مما هذا البكاء و هو الخوف؟ فقال : يا
محمد والذي بعثك بالحق نبيا ما ضحكت منذ خلق الله تعالى
جهنم ، فقلت له : يا جبريل صفها لي ، فقال : يا محمد أرضها
الرصاص و سقفها النحاس و حيطانها الكبريت .

یعنی کبھی ایسا نہ ہوا کہ جبرئیل میرے پاس آئے ہوں اور خوفِ جبار کے باعث ان پر کپکپی نہ طاری ہو۔ میں نے جبرئیل سے جب ان کے گریہ و بکا کا ماجرا معلوم کیا تو انہوں نے بتایا کہ اے محمد! قسم ہے اس ذاتِ اقدس و مقدس کی جس نے آپ کو سچا نبی بنا کر مبعوث کیا ہے، جب سے جہنم کی پیدائش ہوئی اس وقت سے میری ہنسی مر گئی۔ تو میں نے کہا اچھا جبرئیل ذرا جہنم کے بارے میں کچھ بتاؤ تو آپ نے فرمایا: اے محمد! اس کی زمین سیسہ کی، چھت تانبے کی اور اس کی دیواریں گندھک سے چنی گئی ہیں۔

کہا جاتا ہے کہ ایک مرتبہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا گزر ایک ایسے جوانِ رعنا پر ہوا جو

کسی چٹان پر کھڑا تھا اور اس کے ارد گرد خشک و تر خون پڑے ہوئے تھے۔ تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اس نوجوان سے اس کی وجہ دریافت فرمائی تو وہ کہنے لگا :

يا روح اللّٰه دخل علي خوف جهنم في قلبي فانشق له قلبي و
جلدي و سائر لحمي ، فهذا الدم الذي يسيل من جسدي
لذلك ، فخرج عيسى عليه السلام إلى قومه و جمع الناس
وقال هذا من أبناء الدنيا و خاف النار فانشق جلده و سائر
جسده و لم يدخلها فكيف حال من دخلها .

یعنی اے روح اللہ! جہنم کے خوف نے میرے دل کے نہاں خانوں میں اتر کر وہ تباہ کاری کی کہ قلب و جلد بلکہ بدن کا سارا گوشت ٹکڑے ٹکڑے ہو کر رہ گیا تو میرے جسم سے فوارے مار کر بہنے والا یہ خون اسی باعث ہے۔ پھر کیا ہوا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام قوم کے پاس آئے اور لوگوں کو جمع کر کے فرمایا: ذرا دیکھو کہ یہ تو اس دنیا کے انسانوں کا حال ہے کہ محض جہنم کے خوف سے نہ صرف اس کی جلد بلکہ پورا بدن تباہ ہو کر رہ گیا ہے حالاں کہ اسے ابھی جہنم میں ڈالا بھی نہیں گیا پھر تم خود ہی فیصلہ کر لو کہ بھلا اس شخص کا حال کیا ہوگا جسے جہنم میں دھکے دے کر پھینک دیا گیا ہو۔

بیان کیا جاتا ہے کہ ایک گنہگار شخص کسی قبرستان سے گزرا تو اس نے ایک ہڈی اٹھا کر اپنے ہاتھوں میں رکھ لی اور کہا: خرابی ہے میری کوتاہیوں پر، (میں کیسا غفلت کیش ہوں کہ اپنی منزل سے بے خبر ہوں) حالاں کہ میری پنا گاہ بھی یہی ہے۔ پھر وہ اپنی ماں کے پاس گیا اور کہا: مادرِ گرامی! میں کیسا بھگوڑا غلام ہوں! ذرا سوچو جب یہ غلام اپنے آقا کے ہاتھوں چڑھے گا تو اس کا کیا بنے گا؟ اب میں اپنے اندر ایک عجیب قسم کی شدت و سختی کے احساس سے بھجا جا رہا ہوں۔

ماں نے کہا: نورِ نظر! میرا دائرہ حیات تنگ نہ کرو۔ اتنا سننا تھا کہ اس نے ایک زور کی

چیخ ماری اور بے ہوش ہو کر گر پڑا۔ پھر اس کی ماں نے کہا: لخت جگر! صاحبانِ تقویٰ کہاں ہوں گے؟ اس نے کہا: امی جان! جب عرصہ محشر میں میں پیش کیا جاؤں گا تو اس دن خازنِ جہنم مالک سے میری بابت دریافت کرنا۔ پھر ایک اور زوردار چیخ لگائی جس سے اس کی روح ہی قفسِ عنصری سے پرواز کر گئی۔ پھر لوگوں میں یہ منادی کر دی گئی کہ جو شخص کسی کشتہ جہنم کی نمازِ جنازہ پڑھنا چاہتا ہو تو آئے اس کی نمازِ جنازہ پڑھ لے۔

اس مفہوم کی شعر کی زبانی کسی نے کیا خوب ترجمانی کی ہے۔

لما تذکرت عذاب النار أزعجني

ذاک التذکر عن أهلي و أوطاني

فصرت في القفر أراعي الوحش منفردا

کما تراني علی و جدي و احزاني

و هذا قليل لمثلي في جراء ته

فما عصي الله عبد مثل عصياني

نادوا علي و قولوا في مجالسکم

هذا المسيء و هذا المذنب الجاني

فما بکیت و مما قصرت عن زللي

و لا غسلت بماء الدمع أجفاني

یعنی جب جہنم کے عذاب کا تذکرہ چھڑ جاتا ہے تو اہل و عیال اور خاکِ وطن کے

سارے تذکرے پھیکے لگنے لگتے ہیں اور پھر میری بے قراریاں بڑھ جاتی ہیں۔

پھر ویرانوں کے اندر یکاوتہا میں جانوروں کو چراتا رہتا ہوں جیسا کہ تم وجد

والم کے عالم میں مجھے اکیلا پاتے ہو۔

میری طرح (گناہوں پر) جرأت و ہمت کا مظاہرہ کرنے والے کم ہی ملیں

گے۔ بھلا کہیں میری طرح بھی کسی بندے نے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کی ہوگی۔

میرے خلاف آوازے بلند کرو اور اپنی مجلسوں میں اعلانِ عام کر دو کہ یہ بندہ نہایت بدکار اور حد درجہ گنہگار ہے۔

نہ تو مجھے رونا آیا اور نہ گناہ چھوڑنا آیا اور نہ ہی کبھی مجھے اپنے اشک ہاے ندامت سے اپنی پلکوں کو غسل دینے کی توفیق ہی ملی۔

رفیقِ اعلیٰ سے ملن کے طور

حضرت ابراہیم خواص رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں قبرستان کی زیارت کے لیے کثرت سے جایا کرتا تھا، ایک دن ایسا ہوا کہ میں ذرا دیر کے لیے بیٹھا ہی تھا کہ میری آنکھ کٹوری میں نینداُتر آئی، تو عالم خواب ہی میں میں نے کسی کہنے والے کو یہ کہتے ہوئے سنا:

خذوا سلسلۃ فادخلوها فی فیہ و اخرجوها من اسفلہ ، و اذا المیت یقول : یا رب ألم اکن اصلی؟ ألم اکن اقرأ القرآن؟ ألم اکن أحج البیت الحرام؟ و اذا بقائل یقول : بلی و لکنک اذا خلوت بالمعاصی لم تراقبني .

یعنی بیڑیاں اٹھاؤ اور اس کے منہ کے راستے ڈال کر اس کے نیچے طرف سے نکال لو۔ جب کہ مردہ (بے کسی کے عالم میں) کہہ رہا تھا: مولا! کیا میں نمازی نہ تھا؟ کیا میں قرآن نہ پڑھا کرتا تھا؟؟ کیا میں نے حج بیت الحرام کی سعادت نہیں حاصل کی؟؟؟ پھر پردے کی اوٹ سے یہ آواز اُبھر رہی تھی: کیوں نہیں بالکل (تم نے سب کچھ کیا)؛ لیکن اس کے ساتھ ہی جب تو خلوت کدے میں گناہ کرتا تو ہمیں اس سے بے خبر جانتا تھا۔

حضرت ضیغم رضی اللہ عنہ نے کوئی بیس حج ادا کیے، اور بیس سال میدانِ جہاد میں گزارا۔ ان کے انتقال کے بعد کسی نے انہیں خواب میں دیکھ کر پوچھا:

ما فعل اللہ بک؟ فقال: أوقفني بين يديه، و قال: بما ذا جئتني؟ فقلت: يارب بحج عشرين سنة، فقال: ما قبلت منها شيئا، فقلت: بقراءة القرآن عشرين سنة، فقال: ما قبلت منها شيئا، فقلت: بجهاد عشرين سنة فقال: ما قبلت منها شيئا، فقلت يارب، أنا بين يديك فقيرا، فقال: وعزتي وجلالي لو لا اطلاعي عليك يوم ما و قد خرجت من بيتك إلى صحن دارك لتنظر وقت الزوال لئلا يفوت الوقت احتراز لما فرضته عليك لعذبتك في النار، فأخطني الجنة .

یعنی اللہ نے آپ کے ساتھ کیا معاملہ کیا؟ تو فرمایا: اللہ تعالیٰ نے مجھے اپنے سامنے کھڑا کر کے پوچھا: کیا لے کر میرے پاس آئے ہو؟ تو میں نے کہا: مولا! بیس حج کا تحفہ۔ فرمایا: مگر ان میں سے ایک بھی میری بارگاہ میں مقبول نہیں ہے۔ میں نے کہا: بیس سال قرآن مجید کی تلاوت۔ فرمایا: وہ بھی مجھے قبول نہیں۔ میں نے کہا: بیس سال جہاد۔ فرمایا: مجھے وہ بھی منظور نہیں۔ پھر میں نے کہا: پروردگار! میں تیرے سامنے کنگال و فقیر ہوں۔ تو فرمایا: مجھے اپنی عزت و جلال کی قسم! اگر مجھے یہ بات نہ معلوم ہوتی کہ تم ایک دن وقت فوت ہونے کے خوف سے ادائیگی نرض کی خاطر اپنے اندرون گھر سے نکل کر باہر صحن میں زوال کا وقت دیکھنے آئے تھے تو آج میں تجھے آتش جہنم کا عذاب چکھاتا۔ تو بس اس (ایک عمل) کے سبب اس کریم پروردگار نے مجھے جنت میں داخلے کا مجاز قرار دیا۔

حکایت بیان کی جاتی ہے کہ حضرت حسن بصری رضی اللہ عنہ کو پس مرگ خواب میں دیکھا گیا اور عالم برزخ میں ان کی حالت دریافت کی گئی تو فرمایا :

أقامني اللہ بين يديه و قال: يا حسن تذكر صلاتك في المسجد يوم كذا و كذا، إذا رمك الناس بأبصارهم فزدت حسنا في صلاتك، وعزتي وجلالي لو لا أن صلاتك لي

خالصة لطر دتك عن بابي، ولقطعتك عني مرة واحدة .

یعنی اللہ تعالیٰ نے اپنے روبرو کھڑا کر کے مجھ سے فرمایا: حسن! یاد کرو کہ تم نے فلاں فلاں دن مسجد کے اندر نماز کو کیسے ادا کیا تھا، جس وقت لوگ اپنے سر کی آنکھوں سے تیری اداے نماز کو دیکھ رہے تھے تو تو نے اپنی نماز میں توجہ و خضوع کو بڑھا دیا تھا۔ مجھے اپنی عزت و جلال کی قسم! اگر تم نے کچھ نمازیں خالصہ لوجہ اللہ (محض میری رضا کو پانے کے لیے) نہ پڑھی ہوتیں تو آج میں تجھے اپنے بابِ عفو و کرم سے جھڑک کر بھگا دیتا، اور تجھ سے اپنی رحمتوں کا تعلق منقطع کر دیتا۔

بارگاہِ الہی میں قدر و قیمت کا معیار

اے غافل شخص! اگر تو اپنے اللہ مالک الملک کے تئیں اپنی قدر و منزلت جاننے کا خواستگار ہے تو دیکھ کہ تو نے خود کو کن چیزوں میں مشغول کر رکھا ہے؟ اگر تو مقربانِ بارگاہ میں سے ہے تو اپنے اعمال کو اور بھی خالص کر لے (تا کہ قرب کے اعلیٰ مقام تک رسائی نصیب ہو سکے) اور اگر تو راندگانِ درگاہ سے ہے تو جھوٹی تسلیوں اور امیدوں سے اپنا تعلق خاطر منقطع کر لے (تا کہ وہ تجھے اپنے دامنِ قرب میں پناہ دے سکے، اور اپنی بارگاہ سے وابستگی نصیب کرے)

کتنے لوگ اپنی اپنی آرزوئیں لیے در پر منتظر کھڑے ہیں۔ جو داخلے کے مجاز ہیں وہ جو بھی خواہش کر لیں با مراد کر دیے جاتے ہیں اور جو کچھ مانگ لیں پالیتے ہیں۔ جو کچھ ہو چکا اور جو کچھ ہونے والا ہے سب کی تقسیم پروردگار عالم نے پہلے ہی کر دی ہے۔

بیان کیا جاتا ہے کہ ایک مردِ صالح نے خود کو حصارِ نیند سے نکالا اور تہجد پڑھنے میں مشغول ہو گیا، پھر بھیگی پلکوں کا بوجھ لیے وہ بارگاہِ ایزدی میں عرض گزار ہوا:

یا رب أما ترحم بکائی؟ فنودی: إن شئت فابک، و إن شئت

فلاتبک، لو بکیت الدماء ما صلحت لک .

یعنی اے میرے پروردگار! کیا تو اب بھی میرے آنسوؤں پر رحم نہ کھائے گا؟
تو پردہ غیب سے آواز آئی: چاہو تو روؤ، چاہو تو نہ روؤ، اگر تمہاری آنکھیں آنسوؤں
کی بجائے لہرونا بھی شروع کر دیں تب بھی ہم تمہاری بگڑی بنانے والے
نہیں ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے حضرت داؤد علیہ السلام کو وصیت فرمائی :

لیس کل من صلی قبلت صلواته ، و لا من عبد الله قبلت عبادته
، یا داؤد ، کم من رکعة لا تساوی عندي شیئا ، لانی نظرت إلى
قلب صاحبها فوجدته إن برزت له امرأة متعرضة أجابها ، و إن
عامله إنسان في تجارة خانة ، یا داؤد ، طهر ثيابك الباطنة ، لأن
الظاهر لا ينفعک عندي ، و إنی بكل شیء محیط .

یعنی (اے داؤد!) ہر نمازی کی نماز شرف قبولیت سے بہرہ ور ہو جائے، ایسا
نہیں ہے۔ یوں ہی ہر عبادت گزار کی بندگی مقبول ہو جائے یہ بھی کوئی ضروری
نہیں۔ اے داؤد! کتنی رکعتیں ایسی ہوتی ہیں کہ جن کی میری یہاں کوئی گنتی ہی نہیں
ہوتی۔ کیوں کہ جب میں صاحب رکعت کے دل پر نظر کرتا ہوں تو پتا چلتا ہے کہ اگر
ابھی اس کے سامنے کسی عورت کا حسن سراپا سوالی بن کر کھڑا ہو جائے تو وہ فوراً
ہاں کہہ کر اس کی طرف مائل ہو جائے گا۔ اور تجارت کے سلسلہ میں وہ جب کسی
سے معاملہ کرتا ہے تو اس میں بددیانتی کرتا ہے۔ لہذا اے داؤد! (اپنے ظاہری
لباس سے کہیں زیادہ) اپنے باطنی پوشاک کو ستھرا رکھنے کی کوشش کر؛ کیوں کہ ظاہر
کی میرے یہاں کوئی وقعت نہیں اور وہ تمہیں کچھ بھی نفع نہ دے گا، اور میں بلاشبہ
ہر چیز کا احاطہ کیے ہوئے ہوں۔

مصطفیٰ جانِ رحمت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا :

یوتی بأقوام یوم القيامة لهم حسنات کآمال الجبال ، فیومر

بہم إلی النار ، فقالوا یا رسول اللہ و کیف ذلک؟ فقال صلی اللہ علیہ وسلم: كانوا یصلون کما تصلون ، ویصومون کما تصومون ، لکنهم كانوا إذا لاح لهم شیء من الدنیا وثبوا علیہ .

یعنی میدانِ محشر میں کچھ ایسے لوگ لائے جائیں گے کہ جن کے پاس پہاڑ کی چوٹیوں برابر نیکیاں ہوں گی، پھر بھی انھیں جہنم رسید کیے جانے کا حکم ہوگا۔ صحابہ نے پوچھا یا رسول اللہ! وہ کیسے؟ تو فرمایا کہ وہ نمازیں بھی تمہاری طرح پڑھتے رہے ہوں گے اور روزے بھی تمہاری ہی مانند رکھتے رہے ہوں گے مگر اس کے ساتھ ساتھ جب دنیا کی کوئی چیز ان تک پہنچتی تو وہ اس پر ٹوٹ کر گرتے تھے۔

بیان کیا جاتا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام ایک بستی سے گزرے جس کے باسی گلی کو چوں میں مردہ پڑے ہوئے تھے۔ حضرت عیسیٰ نے کہا: اے میرے حواریو! یہ لوگ اللہ کی ناراضگی کے باعث موت کے گھاٹ اترے ہیں۔

وہ کہنے لگے، اے روح اللہ! بڑا اچھا ہوتا اگر ہمیں ان کی بابت کچھ معلومات فراہم ہو جاتی، تو اللہ تعالیٰ نے وحی بھیجی کہ اے عیسیٰ! جب شب کی تیرگی پھیل جائے تو تم خود انھیں سے پوچھ لینا یہ سب کچھ بتا دیں گے۔

جب رات ہوئی تو حضرت عیسیٰ نے انھیں آواز دیتے ہوئے کہا: اے بستی والو! کیا حال ہے تمہارا؟ کس مصیبت میں تم پڑ گئے؟؟؟ آخر یہ ماجرا کیا ہے؟؟؟ تو ایک شخص نے جواب دیتے ہوئے کہا: اے روح اللہ لبیک! رات تو ہم نے بڑی خیر و عافیت سے گزاری تھی مگر صبح ہوتے ہی ہم پر قیامت ٹوٹ پڑی۔

حضرت عیسیٰ نے پوچھا: آخر اس کی وجہ یا بنی؟ تو کہا: دنیا سے حد درجہ محبت کرنے اور مالک الملک کی ہمہ وقت نافرمانی نے ہمیں آج یہ دن دکھایا ہے۔

حضرت عیسیٰ نے پوچھا: اب یہ بتاؤ کہ تمہارے دوستوں میں سے کوئی اور میری باتوں کا جواب دینے سے قاصر کیوں ہے؟ تو کہا: واقعہ یہ ہے کہ بہت ہی مضبوط و بے رحم قسم کے

فرشتوں نے اُن کی زبانوں کو آتشی لگام سے جکڑ رکھا ہے۔

حضرت عیسیٰ نے پوچھا: پھر تم کس طرح جواب دیے جا رہے ہو حالاں کہ تم بھی انہیں کے ساتھ ہو۔ تو کہا: دراصل میں ان میں سے نہیں ہوں، میں ان کے یہاں میہمانی کو گیا تھا، لیکن جب عذابِ الہی آیا تو اس نے مجھے بھی اپنی چپیٹ میں لے لیا۔ اس وقت میں جہنم کے کنارے پر لٹکا ہوا ہوں اور مجھے نہیں معلوم کہ مجھے اس سے نجات بھی ملے گی یا اس میں یوں ہی پڑا رہوں گا۔ اس پر حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے پڑھا 'انا للہ وانا الیہ راجعون'۔

یکے از صالحین کا قول ہے :

رأیت أبا عبد اللہ بن ابي سلمة في المنام ، فقلت له : کیف حالک؟ فقال : یا اخی ، نمشی غافلین ، و نقف غافلین ، فعشنا غافلین ، و متنا غافلین .

یعنی میرے لئے اللہ بن ابوسلمہ کو خواب میں دیکھ کر ان کا حال دریافت کیا تو وہ کہنے لگے: اے میرے دوست! ہمارا چلنا پھرنا اور اٹھنا بیٹھنا بھی غفلتوں کی نذر ہو گیا بلکہ یوں کہہ سکتے ہیں کہ پوری زندگی غفلت میں بیت گئی، اور پھر موت بھی غفلت ہی کی حالت میں آئی۔

غفلت کی تباہ کاریاں

میرے عزیز دوستو! غفلت سے بڑھ کر کوئی ظلم نہیں۔ اور قلب و باطن کے اندھے پن سے شدید تر کوئی نابینائی نہیں۔ اور ٹال مٹول سے زیادہ کوئی چیز باعثِ افسوس و شرمندگی نہیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمانِ گرامی ہے :

لیلة أسرى بي إلى السماء ، رأيت أقواما تقرض شفاهم

بمقاریض من نار ، فقلت : من هؤلاء یا جبریل ؟ فقال : هؤلاء
خطباء امتک یوم القیامة یقولون و لا یفعلون و یقرؤون کتاب
اللہ و لا یعملون بہ ، و یجدون و لا یصبرون .

یعنی شب معراج آسمانوں کی سیر کے دوران میں نے کچھ لوگوں کو آتشی قینچیوں
سے اپنے ہونٹ کترتے دیکھا تو میں نے پوچھا جبرئیل یہ کون لوگ ہیں؟ کہا: یہ
عرصہ محشر میں آپ کی امت کے خطباء و مقررین ہیں جو بولتے تو بہت تھے مگر کرتے
کچھ نہیں تھے۔ اور کتابِ الہی کی قراءت کرتے تھے مگر اس پر عمل کی توفیق سے بے
بہرہ تھے۔ اور ہر چیز کے ہوتے ہوئے بھی انھیں صبر نہیں ہوتا تھا۔

نیز فرمانِ رسالت ہے :

یأتی علی امتی زمان یتعلمون القرآن و یحفظون حروفہ ،
و یضیعون حدودہ ، فویل لہم مما حفظوا ، و ویل لہم مما ضیعوا .
یعنی میری امت پر ایک ایسا زمانہ بھی آنے والا ہے کہ لوگ قرآن سیکھیں گے ،
محض اس کے حروف کے حافظ ہوں گے ، اور اس کے حدود پامال کر ڈالیں گے ،
تو ایسے حافظوں کے لیے بھی ہلاکت ہے اور اس کا ضیاع کرنے والے پر بھی۔

نمازیں چھوڑنے کا انجام

حضور اقدس شافع محشر ساقی کوثر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے :

من لقی اللہ و ہو مضیع للصلوة لم یعبأ اللہ بشیء من
حسناتہ .

یعنی جو شخص اللہ جل مجدہ سے اس حالت میں ملاقات کرے کہ اس کی نمازیں
قضا ہوں تو پروردگار عالم اس کی دیگر نیکیوں کی کوئی پرواہ نہ کرے گا۔

کہا جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت داؤد علیہ السلام کی طرف وحی کی :

یا داؤد، قل لبني إسرائيل، من ترك صلاة واحداً لقيني يوم
القيامة و أنا عليه غضبان .

یعنی اے داؤد! بنی اسرائیلیوں سے کہہ دیجیے کہ جس نے (زندگی میں جان
بوجھ کر محض) ایک نماز ترک کر دی تو بروز قیامت وہ مجھ سے اس حال میں ملے گا
کہ میں اس سے خفا ہوں گا۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشادِ عالی ہے :

من ترك الصلوة عمداً بريء من دينه ، ومن لم يصل فقد كفر .
یعنی جو جان بوجھ کر نمازیں چھوڑ دیا کرتا ہے تو سمجھو کہ وہ اپنے دین سے براء
ت کا اعلان کر دیتا ہے۔ اور جو مطلقاً نماز ہی نہ پڑھے تو یہ یقیناً کافر ہے۔

نیز فرمان رسالت مآب ہے :

عشرة من أمتي يسخط الله عليهم يوم القيامة و يؤمر بهم إلى
النار ، قيل : يا رسول الله، من هؤلاء؟ قال : أولهم الشيخ الزاني،
والإمام الجائر، و مدمن الخمر، و مانع الزكوة، و أكل الربوا، و
الذي يطلق و يمسك، و الذي يحكم بالجور، و الماشي
بالنميمة، و شاهد الزور، و تارك الصلوة و الذي ينظر لوالديه
بعين الغضب .

یعنی میری امت میں دس قسم کے لوگ ایسے ہیں کہ جن پر بروز قیامت اللہ تعالیٰ
کی پھٹکار پڑے گی اور انھیں آتش جہنم میں جھونک دیے جانے کا حکم ہوگا۔ ان کی
تفصیلات پر چھنے پر معلم کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: پہلا بدکار بوڑھا
ظالم بادشاہ، شراب کا عادی، زکوٰۃ روک رکھنے والا، سود خوری کرنے والا، طلاق
دے کر بھی بیوی روک رکھنے والا، ظلم و جور کے لیے حکم نافذ کرنے والا، چغل خوری
کرنے والا، جھوٹی گواہی دینے والا، نماز چھوڑ دینے والا، اور اپنے والدین کو چشم

غضب سے دیکھنے والا۔

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا :

أخبرني جبريل عليه السلام أن في النار كهوفاً و مضائر أعدت
لقاطع الرحم ، و العاق لوالديه .

یعنی جبریل امین نے مجھے بتایا ہے کہ جہنم میں کچھ ایسی غاریں اور کھائیاں ہیں
جنہیں رشتہ کاٹنے والوں اور والدین کے نافرمانوں کے لیے (بطورِ خاص)
تیار کیا گیا ہے۔

نیز سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان ہے :

ليعمل البار لوالديه ما شاء من الخطايا ، فلا يدخل النار ، و
ليعمل العالق لوالديه ما شاء من الطاعات ، فلن يدخل الجنة و لا
تنفعه الطاعة و لا تنفعه الشفاعة .

یعنی والدین کے فرماں برداروں سے اگر کچھ گناہ بھی سرزد ہو جائے تو وہ ان
کے دخولِ جہنم کا باعث نہیں ہوتا۔ اور والدین کے نافرمان چاہے کتنی بھی نیکیوں کا
ذخیرہ کر لیں دخولِ جنت ان کا نصیب کہاں؟ ایسوں کو نہ تو کوئی نیکی بھاتی ہے اور نہ
ہی شفاعت کوئی فائدہ پہنچاتی ہے۔

خدارا والدین کے نافرمان نہ بنیں

حکایتوں میں آتا ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنے رب سے جنت میں ان کی
صحبت میں رہنے والے ساتھی سے ملنے کی درخواست کی، تو اللہ تعالیٰ نے ان کی طرف وحی
فرمائی :

يا موسى، انطلق إلى مدينة كذا و كذا، فإنك ترى رفيقك
في الجنة .

یعنی اے موسیٰ! اس طرح فلاں شہر میں جا تجھے تیرے رفیقِ جنت کی زیارت نصیب ہو جائے گی۔

چنانچہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نکلے اور اس شہر میں پہنچ گئے۔ پھر کیا ہوا کہ ان کی ملاقات ایک نوجوان سے ہوتی ہے جو بہت ہی تپاک سے آپ کو سلام کرتا ہے۔

حضرت موسیٰ اس سے کہتے ہیں: اے عبداللہ تجھ پر بھی سلام ہو۔ کیا آج کی رات میں تمہارے پاس بطورِ مہمان رہ سکتا ہوں؟

نوجوان نے ان سے کہا: اے شخص! اگر تم شب گزارنے پر راضی ہو تو ٹھیک ہے جو کچھ میرے پاس ہے اس کے ذریعہ میں تمہیں عزت و اکرام دوں گا۔

حضرت موسیٰ نے کہا: میں جو کچھ تمہارے پاس ہے، اس سے راضی ہوں؛ لہذا اس نے حضرت موسیٰ کو بڑے ہی اعزاز سے اتارا، اور آپ کو لے کر اپنی دوکان کی طرف بڑھا۔

یہ نوجوان (پیشہ کے اعتبار سے) قصاب تھا، انھیں نہایت ادب و احترام کے ساتھ بٹھایا حتیٰ کہ خود خرید و فروخت سے فارغ ہو لیا۔ اور (اس جوان کا معمول یہ تھا کہ) جب بھی کوئی چربی اور بھیجہ دیکھتا فوراً اسے الگ کر دیتا۔ جب گھر واپسی کا وقت آیا تو اس نے حضرت موسیٰ کا ہاتھ پکڑا اور انھیں اپنی منزل پر لے کر آیا۔ پھر اس نے اس چربی اور بھیجہ کو پکانا شروع کیا، جب گھر کے اندر گھسا تو چھت سے لٹکے ہوئے دو بڑے ٹوکروں میں سے ایک کو نہایت آہستہ سے اتارا جس کے اندر ایک بوڑھا شخص پڑا تھا جس کی دونوں ابروئیں بڑھاپے کی وجہ سے اس کی آنکھوں پر ڈھلک آئی تھیں، اس نے پہلے اسے اس ٹوکروں سے نکالا اس کا چہرہ و لباس دھویا اور اس ٹوکروں کو دھونی دے کر خوشبودار کیا پھر اسے وہی لباس پہنا دیا، پھر روٹی لیا اور اسے کوٹ کر باریک کیا اور اوپر چربی اور بھیجہ ملا کر اسے پیٹ بھر کھلایا پلایا، تو اس بوڑھے نے دعا کے طور پر کہا:

یا ولدی، لا خیب اللہ سعیک معی، و جعلک رفیقاً لموسیٰ
بن عمران فی الجنة .

یعنی پیارے بیٹے، تو میری جتنی خدمت کر رہا ہے اللہ تجھے اس کا بہتر صلہ عطا
فرمائے اور جنت میں تجھے موسیٰ بن عمران کی رفاقت نصیب کرے۔

پھر دوسرا ٹوکرا اُتارا اور پہلے کی طرح اس کو بھی کھلا پلا کر سیراب کر دیا جس کے اندر
ایک ناتواں بوڑھی پڑی تھی، تو اس نوجوان نے اس بوڑھی کے ساتھ بھی بالکل اسی بوڑھے
کی طرح معاملہ کیا۔ تو بڑھیا نے خوش ہو کر کہا :

الحمد لله یا ولدی، الذی لا خیب اللہ سعیک معی، و
جعلک رفیقاً لموسیٰ بن عمران فی الجنة .

یعنی الحمد للہ اے نورِ نظر! میرے ساتھ کیے ہوئے تیرے احسانات کو اللہ کبھی
ضائع نہ کرے، اور جنت میں تجھے موسیٰ بن عمران کا رفیق بنائے۔

پھر اس نوجوان نے ان دونوں کو اُن کی جگہوں پر رکھ دیا۔

اب حضرت موسیٰ علیہ السلام اُن کی رحمت و شفقت کو دیکھ کر وہاں سے سسکتے ہوئے
باہر نکل آئے، پھر نوجوان دوڑ کر حضرت موسیٰ کے پیچھے آیا اور انھیں کھانا پیش کیا۔ آپ
نے فرمایا: میرے دوست! مجھے تیرے کھانے کی ایک ذرا حاجت نہیں۔ دراصل میں نے
اللہ تعالیٰ سے جنت میں اپنے ساتھی کو دیکھنے کی درخواست کی تھی تو اللہ تعالیٰ نے میرے
پاس وحی کی کہ میرا جنتی دوست تو ہوگا۔

اس پر نوجوان نے کہا: اللہ تجھ پر اپنی رحمتوں کی برکھا برسائے یہ تو بتاتا تو ہے کون؟
تو آپ نے فرمایا: میں موسیٰ بن عمران ہوں۔ اتنا سننا تھا کہ نوجوان وہیں بے ہوش ہو کر
گر پڑا۔

پھر حضرت موسیٰ اس کے والدین کے پاس گئے اور انھیں بتایا کہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ

میں اُن کی دعائیں مستجاب ہو چکی ہیں اور اس موسیٰ کو رب العالمین نے اس کی خبر دی تھی۔ جب ان دونوں نے یہ بات سنی ایک گہری سسکی لی اور پھر دونوں کی روح بیک وقت قفسِ عنصری سے پرواز کر گئی۔

حضرت موسیٰ نے دونوں کی تجہیز و تکفین کی اور ان کی نماز جنازہ پڑھائی۔ اور وہ نوجوان بھی کچھ دن حضرت موسیٰ کی صحبت میں رہ کر داعیِ اجل کو لبیک کہہ گیا۔ اللہ ان سب سے راضی ہو۔

بیان کیا جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی طرف وحی کی :

یا موسیٰ، من بر والدیہ فلیس له عندی جزاء إلا الجنة، و من لم یبر والدیہ فلیس له عندی جزاء إلا النار .

یعنی اے موسیٰ! جو شخص اپنے والدین کی فرماں برداری کرے تو اس کی جزا میرے نزدیک جنت ہے۔ اور جو اُن کی نافرمانی کرے تو جہنم کے سوا اُس کی کوئی جزا نہیں۔

حضرت احمد تمہار رضی اللہ عنہ نے فرمایا :

مات لی أخ فی اللہ تعالیٰ، فرأیتہ فی المنام، فقلت له: ما فعل اللہ بک؟ فقال لی: منعی بعقوق الوالدین أن لا أشم رائحة الجنة و أنا منتظر قدمہما لعلہما یرضیان عني فیرضی اللہ علی .

یعنی میرا اللہ واسطے کا ایک دوست انتقال کر گیا۔ میں نے اسے خواب میں دیکھ کر پوچھا: اللہ نے تمہارے ساتھ کیا معاملہ کیا؟ تو کہنے لگا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے والدین کی نافرمانی کی وجہ سے خوشبوئے بہشت سونگھنے سے روک دیا ہے، اب میں اُن کی آمد کا انتظار کر رہا ہوں، شاید وہ مجھ سے یہاں راضی ہو جائیں تو اللہ تعالیٰ بھی مجھ سے راضی ہو جائے۔

زنا کی تباہ کاریاں

بیان کیا جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت داؤد علیہ السلام کی طرف وحی بھیجی :

یا داؤد، قل لنبی اسرائیل: إياکم و عقوق الوالدین، و قتل النفس، و أکل الربا، و الإصرار علی الزنا.

یا داؤد، اذنی ما أفعل بالزانی أن اکوی حدقتیه ظاهراً و باطناً بمکاو من النار.

یعنی اے داؤد! بنی اسرائیلیوں سے کہہ دو کہ والدین کی نافرمانی، نفس کشی، سود خوری اور بار بار ارتکابِ زنا سے وہ بچتے رہیں۔

اے داؤد! زانی کے ساتھ سب سے کم درجے کا عذاب یہ ہوتا ہے کہ میں اس کی آنکھوں کی پتلیوں کو اندر و باہر دونوں طرف سے ایک سخت قسم کے آتشی اوزار سے داغٹا ہوں۔

نبی مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا :

یحشر الزانی يوم القيامة أنتن من ریح الجيفة .

یعنی زانی، قیامت کے دن میت کے بدبودار جثہ سے کہیں زیادہ بدبودار بنا کر اٹھایا جائے گا۔

نیز فرمانِ رسالت مآب ہے :

من صافح امرأة و قبلها و باشرها، فعليه الوزر في الدنيا و العقاب في الآخرة .

یعنی جس نے کسی اجنبی عورت سے مصافحہ کیا، اس کا بوسہ لیا اور اس کے ساتھ مباشرت کی تو اس پر دنیا میں تباہی اور آخرت میں دردناک عذاب ہوگا۔

بے سبب یہاں وہاں نہ تکا کر

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا :

من حفظ طرفہ حفظ اللہ علیہ اہلہ ، و من نظر إلى عورة أخیه المسلم هتک اللہ عورتہ ، و کحلہ بالنار یوم القیامۃ .

یعنی جو اپنی نگاہ کی حفاظت کرتا ہے اللہ اس کے اہل و عیال کو (ہر برائی سے) محفوظ رکھتا ہے۔ اور جو اپنے کسی اسلامی بھائی کے ستر کو دیکھے اللہ اس کے ستر کو رسوا کر دیتا ہے اور بروز قیامت اللہ اس کی آنکھوں میں آگ کا سرمہ پہنائے گا۔

حضرت شبلی رحمہ اللہ تعالیٰ کے بارے میں ایک حکایت بیان کی جاتی ہے کہ آپ نے فرمایا: میں نے طواف کے دوران ایک صاحب بصیرت شخص کو دیکھا، جس کی نظر طواف کرتی ہوئی ایک عورت سے چار ہو گئی، اتنے میں ایک تیر (غیب سے نمودار ہو کر) اس کی آنکھ میں چبھ گئی، تو میں لپک کر اس کی طرف بڑھا اور تیر کو اس کی آنکھ سے نکال کر باہر کر دیا، اور دیکھا تو اس تیر پر یہ تحریر تھا :

نظرت بعینک إلی غیرنا فأعمیناها، ولو نظرت بقلبک إلی غیرنا لکویناہ .

یعنی تو نے اپنی آنکھوں سے ہمارے علاوہ کسی اور کا نظارہ کیا لہذا ہم نے اسے اندھا کر دیا۔ اور اگر تم اپنے دل سے ہمارے غیر کی طرف نظر کرتے تو ہم اسے داغ ہی دیتے۔

مذکور ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت داؤد علیہ السلام کی طرف وحی بھیجی :

یا داؤد، کیف غفلت حتی مددت عینک إلی ما لا یحل لک، یا داؤد، أما علمت أني غیور، یا داؤد، لو علمت ما سطر فی الكتاب لکفت عینک و لما جفت لک عین، یا داؤد، لولا

سري فيك لمحتك من ديوان الأنبياء، يا داؤد، إني جعلت
في النار قطعاً من الزجاج و الرصاص لمن ينظر إلى ما لا يحل
له، يا داؤد، من نظر إلى ما لا يحل له حرمت عليه النظر إلى
وجهي .

یعنی اے داؤد! غفلت کی رو میں بہ کر تمہاری آنکھیں ناروا چیزوں کو دیکھنے کے
لیے کیسے اٹھ گئیں؟ اے داؤد! کیا تجھے پتا نہیں کہ میں بہت غیور ہوں۔ اے داؤد!
اگر تجھے کتاب میں لکھی چیزوں کا صحیح علم ہو جاتا تو تم اپنی آنکھوں پر پہرے
بٹھادیتے، اور پھر وہ کبھی خشک نہ رہتیں۔ اے داؤد! اگر میں نے تمہیں اپنا محرم
راز نہ بنایا ہوتا تو دیوان انبیاء سے تمہارا نام محو کر دیتا۔ اے داؤد! میں نے جہنم
کے اندر شیشہ و سیسہ کے کچھ ٹکڑوں کو خاص ان لوگوں کے لیے تیار کر رکھا ہے جو نہ
دیکھنے والی چیزوں کو دیکھتے رہتے ہیں۔ اے داؤد! جو شخص ناروا چیزوں پر نگاہ
رکھتا ہے میں اپنے مکھڑے کی زیارت اس پر حرام کر دیتا ہوں۔

حضرت یحییٰ بن زکریا علیہما السلام کے تعلق سے حکایت بیان کی جاتی ہے کہ انھوں
نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے کہا :

لا تکن حدید النظر إلى ما لا يحل لك فإنه لن يزني فرجك
ما حفظت عينك ، فإن استطعت أن لا تنظر إلى ثوب المرأة
التي لا تحل لك فافعل ، و لن تستطيع ذلك إلا بإذن الله
تعالی .

یعنی جو چیزیں تمہارے لیے حلال نہیں ان پر نگاہیں نہ گاڑا کرو، کیوں کہ اگر نگاہ
محفوظ ہو تو شرمگاہ کو بدکاری کی جرات نہیں ہو پاتی۔ بلکہ اگر تم سے غیر محرم عورت
کے لباس کو نہ دیکھنا بھی ممکن ہو سکے تو یہ بھی کرو، اور ایسا محض اللہ کی توفیق ہی سے
ممکن ہو سکتا ہے۔

روایتوں میں آتا ہے کہ حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ عید کے دن گھر سے نکلے، نماز ادا کی پھر پلٹ کر اپنی بیوی کے پاس چلے گئے۔ بیوی نے پوچھا: حسان! آج تم نے کتنے حسین و جمیل چہرے دیکھے؟ فرمایا: قسم بخدا! میں تو اپنی نگاہ بچائے ہوئے گھر چلا آیا، نہیں معلوم راستے میں کیسے کیسے چہرے بچھے تھے؛ کیوں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ فرماتے سنا ہے :

من نظر إلى ما لا يحل له حرم الله عليه النظر إلى وجهه و
القاء في النار .

یعنی جو شخص حرام چیزوں پر اپنی نظر پھیرے، اللہ تعالیٰ اپنے روئے انور کی زیارت اس پر حرام کر کے اسے سیدھا جہنم میں جھونک دے گا۔

حضرت ابو عبیدہ تراز - معروف بہ ابو عبد اللہ رزاز کو پس مرگ خواب میں دیکھ کر پوچھا گیا :

ما فعل الله بك؟ فقال: أوقفني بين يديه و غفر لي كل ذنب
عملته إلا ذنبا واحداً استحييت أن أذكره، فأوقفني في العرق
حتى سقط لحم وجهي، فقليل: وما هو؟ فقال: نظرت إلى
شخص جميل فاستحييت أن أذكره .

یعنی اللہ نے تمہارے ساتھ کیا معاملہ کیا؟ فرمایا: اپنے حضور کھڑا کیا اور میرے جملہ گناہوں کو بخش دیا بجز ایک گناہ کچس کو بیان کرتے ہوئے مجھے شرم دامن گیر تھی، تو اس نے مجھے پسینہ کے سمندر میں کھڑا کر دیا جس سے میرے چہرے کا سارا گوشت جھڑ گیا۔ ان سے پوچھا گیا کہ بتائیں آخر وہ گناہ تھا کیا؟ تو فرمانے لگے: اصل میں ہوا یہ کہ ایک دن میں نے ایک خوبصورت شخص سے نگاہیں چار کر لی تھیں، جس کو اللہ کے حضور بیان کرتے ہوئے مجھے جھک محسوس ہو رہی تھی۔

بیان کیا جاتا ہے کہ ایک پادری نے اپنے گرجا گھر میں مسلسل ساٹھ سال تک

عبادت کی۔ ایک دن اس کے جی میں آیا کہ چلو باہر چلیں اور سینہ گیتی پر آبا پھل پھول اور بحر و نہر کے مشاہدے سے آنکھیں ٹھنڈی کریں؛ چنانچہ وہ گر جا گھر سے کچھ روٹیاں لے کر باہر نکلا۔

ایک عورت پر اس کا گزر ہوتا ہے، اور دل کے ہاتھوں مجبور ہو کر اس سے بدکاری کر ڈالتا ہے۔ کچھ آگے بڑھا تو ایک سائل ملا جسے اس نے ساری روٹیاں صدقہ کر دیں اور پھر وہیں اس کی روح، قفس عنصری سے پرواز کر گئی۔

(اللہ نے میزانِ عمل قائم کرنے کا حکم دیا) جس کے ایک پلڑے پر اس کی ساٹھ سال کی عبادتیں رکھی گئیں اور دوسرے پلڑے پر اس کی بدکاری۔ تو بدکاری والا پلڑا ساٹھ سالہ عبادت والے پلڑے سے اوپر ہو گیا۔ پھر روٹی صدقہ کرنے والے عمل کو اس کے اعمال والے پلڑے میں رکھا گیا تو روٹی والا پلڑا اس کی بدکاری والے پلڑے پر بھاری ہو گیا۔

حکایت نقل کی جاتی ہے کہ ایک مردِ صالح سے ایک حسین و جمیل عورت راہ میں ملی ہے مگر انھوں نے اس پر کوئی توجہ نہ دی۔ رات ہوئی تو عورت نے ان کے پاس ایک رقعہ بھیجا جس میں تحریر تھا :

اللہ اللہ فی امری، فکل عضو منی مشغول بحبک، فلما وقف علی الرقعة تشوش باطنہ، و کتب إليها: إن اللہ تعالیٰ إذا عصاه العبد أول مرة حلم علیہ، وإذا عصاه ثاني مرة ستره، و إذا عصاه ثالث مرة غضب علیہ غضبا تضیق منه السماوات والأرض، فمن ذا یطیق غضب اللہ سبحانہ و تعالیٰ، فلما وقفت علی الرقعة لزمت بیتها و تابت إلی اللہ تعالیٰ.

یعنی حیرت ہے کہ آپ نے مجھ میں کوئی دلچسپی نہیں لی؛ حالاں کہ آپ کی محبت میرے انگ انگ میں گردشِ لہو کی مانند دوڑتی رہتی ہے۔ رقعہ پڑھنے کے بعد آپ

کے قلب و باطن میں بھونچال سا آ گیا اور اس کے پاس جواباً لکھ بھیجا: بندہ جب پہلی بار اللہ کی نافرمانی کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس پر اپنی بردباری کا مظاہرہ فرماتے ہوئے اسے درگزر کرتا ہے۔ جب دوسری بار اس کی نافرمانی کرتا ہے تو اسے اپنے دامنِ عفو میں پھنپالیتا ہے لیکن جب تیسری بار کر بیٹھتا ہے تو اب اس پر ایسا غضب ناک ہوتا ہے کہ زمین و آسمان بھی اس کی پناہ چاہتے ہیں۔ تو بھلا وہ کون ہے جو غضب الہی برداشت کرنے کی اپنے اندر طاقت رکھے۔ جب عورت نے اس رقعے کو پڑھا تو سچے دل سے توبہ کیا اور پھر اس نے اپنے اوپر گھر کی چہار دیواری کو لازم کر لیا۔

حکایت ہے کہ ایک شخص نے خلوت میں ایک عورت سے ملاقات کر کے کہا کہ گھر کے دروازے بند کر دو اور پردہ کھینچ دو۔ اس عورت نے اس کے حکم کی تعمیل کر دی۔ اب جب وہ مرد اس سے قریب ہوا تو وہ کہنے لگی :

إنه بقي باب لم أغلقه، فقال لها: و أي باب هو؟ فقالت:
الذي بينك وبين الله تعالى، فصاح الرجل صيحة، فخرعت
روحه فيها.

یعنی ایک دروازہ تو بند ہونے سے رہ ہی گیا۔ مرد نے پوچھا: وہ کون سا دروازہ؟ کہنے لگی: جو تمہارے اور اللہ تعالیٰ کے درمیان ہے۔ اتنا سننا تھا کہ مرد نے ایک زور کی چیخ لگائی اور اس کی روح راہی ملک بقا ہو گئی۔

ایک مردِ صالح کا بیان ہے کہ میں نے ایک لوہار کو دیکھا کہ وہ لوہے کو آگ کے اندر سے (بالکل سرخ) نکالتا ہے اور اپنی انگلیوں سے الٹ پلٹ کر رہا ہے۔ تو میں نے جی میں سوچا: ہونہ ہو یہ کوئی اللہ کا نیک بندہ ہے۔ میں نے اس کے قریب جا کر سلام کیا، اس نے سلام کا جواب دیا۔

میں نے پوچھا: جناب والا! یہ بتائیں کہ آپ اس مقام و منزل پر کیوں کرفائز ہوئے

آپ میرے لیے بھی اللہ تعالیٰ سے ترقی درجات کی دعا کیوں نہیں کر دیتے؟ تو وہ روتے ہوئے گویا ہوا: میرے دوست! میں ان لوگوں میں سے نہیں جن میں سے تو مجھے سمجھ رہا ہے مگر جب تو نے پوچھ ہی دیا ہے تو حقیقت امر واضح ہی کر دیتا ہوں۔

واقعہ یہ ہے کہ میں بڑا سیہ کار اور گنہ گار تھا، ایک مرتبہ ایک لالہ رُخ حسینہ سے میرا واسطہ پڑ گیا، جس نے مجھ سے کہا: تیرے پاس کچھ ہو تو اللہ واسطے مجھے عطا کر، تو میں دل پکڑ کر رہ گیا۔ میں نے اس سے کہا ایسا کرو میرے ساتھ گھر چلو وہیں تمہاری ضرورت کا ہر سامان کر دوں گا۔ مگر وہ راضی نہ ہوئی اور اپنا راستہ ناپتی بنی، پھر ایک دن روتی ہوئی آئی اور کہا: قسم بخدا! وقت نے ایسا مجبور کر دیا ہے کہ مجھے بار بار تیری طرف آنا پڑ رہا ہے۔ اب میں اسے پکڑ کر اپنے گھر لے آیا اور ایک جگہ بٹھا دیا، جب اس کی طرف بڑھا تو وہ ایسے کانپنے لگی جیسے کوئی کشتی سخت آندھیوں میں ہچکولے کھاتی ہو۔

میں نے پوچھا: یہ اضطراب اور کپکپاہٹ کیسی ہے؟ تو کہنے لگی: محض اللہ کے خوف سے کہ وہ ہمیں اس حال میں دیکھے۔ اگر تو نے مجھے آج بخش دیا اور مہربانی کر دی (تو تمہیں یقین دلاتی ہوں کہ) اللہ کی آگ دنیا و آخرت میں کہیں تم پر اثر انداز نہیں ہوگی۔ اب میں فوراً اُس سے دور ہٹ گیا اور جو کچھ میرے پاس موجود تھا اللہ واسطے اس کے حوالے کر دیا۔ اس طرح وہ (آبرو مندانہ طریقہ پر) مجھ سے چلی گئی۔

پھر مجھ پر ذرا سی غنودگی طاری ہو گئی تو میں نے خواب میں اس سے کہیں زیادہ حسین و جمیل عورت دیکھا۔ میں نے پوچھا: تم کون ہو؟ تو کہتی ہے: میں تمہارے پاس آنے والی وہی ام صبیہ ہوں اور آل بیت رسول سے ہوں۔ تاہم برادرِ گرامی اللہ سبحانہ و تعالیٰ آپ کو میری طرف سے بہترین صلہ عطا فرمائے۔ اور دنیا و آخرت میں آپ کو آگ سے اپنی پناہ میں رکھے۔ اب جب میں بیدار ہوا تو میرے چہرے پر مسکراہٹ کھیل رہی تھی اور میرا پورا وجود خوشیوں میں نہایا ہوا تھا۔ بس اسی دن سے میں ہر قسم کے گناہوں سے اپنا تعلق منقطع کر کے اللہ کی طرح رجوع ہو گیا۔

حکمِ الہی کی مخالفت سے بچیں

ایک مردِ درویش کا بیان ہے کہ میں نے ایک غلام کو دیکھا جو لوگوں سے بالکل الگ تھلگ ہو کر ایک مقام پر کھڑا نمازیں پڑ رہا ہے۔ میں نے ذرا انتظار کیا حتیٰ کہ وہ نماز سے فارغ ہو گیا۔ اب اس سے سلام کرتے ہوئے میں نے پوچھا: کیا تمہارا کوئی مونس و دمساز نہیں؟ کہا: کیوں نہیں۔ میں نے پوچھا: کہاں ہے وہ؟ کہنے لگا: وہ تو میرے آگے بھی ہے، پیچھے بھی ہے، دائیں بھی ہے، بائیں بھی ہے، اوپر بھی ہے اور نیچے بھی۔ میں نے اپنے جی میں سوچا: ایسا لگتا ہے کہ اس کے پاس خزینہ معرفت موجود ہے۔

میں نے پوچھا: کیا تمہارے پاس کچھ زادِ راہ ہے۔ کہا: ہاں۔ میں نے پوچھا: وہ کدھر ہے؟ کہنے لگا اللہ واسطے کا اخلاص، توحیدِ خالص، اور رسالتِ محمدی کا اقرار۔ اب میں نے اس سے کہا: جنابِ عالی! میری آپ سے کچھ ضرورتیں وابستہ ہیں۔ کہا: وہ کیا؟ میں نے کہا کہ میرے لیے اللہ کی بارگاہ میں خصوصی دعا کر دیں۔ تو اس نے دعا کی:

حجب اللہ طرفک من کل معصیة و الہمک بفکرۃ فیما

یرضیہ حتی لا یكون لک ہمة الا ہو .

یعنی اللہ تمہاری نگاہوں کو ہر گناہ سے محفوظ رکھے اور ایسی سوچ تمہارے اندر پیدا کر دے جس سے اس کی رضا مل جائے۔ حتیٰ کہ تیری ہر ضرورت کا مرکز و محور بس اسی کی ذات بن جائے۔

میں نے پوچھا: جنابِ عالی! یہ بتائیں اب دوبارہ آپ سے ملاقات کی سعادت کب نصیب ہوگی؟ کہا: جہاں تک اس دنیا میں ملاقات کرنے کا تعلق ہے تو شاید اب آپ کو نصیب نہ ہو۔ تاہم آخرت کی ملاقات جملہ پرہیزگاروں کے لیے ہوگی۔

(ہو سکے تو میری ایک نصیحت یاد رکھنا) ادا امر الہیہ کی مخالفت سے اپنا دامن حیات ہمیشہ پاک رکھنے کی کوشش کرنا، اور ان کو کرنے میں پیش پیش رہنا۔ اگر آپ کو میری

ملاقات کا اشتیاق ہے تو مجھے 'اُس رب ذوالجلال کو' تکنے والی آنکھوں میں ڈھونڈ لینا۔

میں نے پوچھا: یہ کیوں کر ممکن ہے؟ کہا: نگاہوں کو اشیاءِ حرام کے وقت نیچے کر کے اور نشہ آور چیزوں سے بچا کے۔ اور میں نے تو اللہ سے یہی دعا مانگی ہے کہ مولا! اپنے چہرے کو تکتے رہنا ہی میری جنت کر دے۔ پھر وہ چیخ نکالتے ہوئے آگے پیچھے دوڑنے لگا، اس کے بعد وہ ہمیشہ کے لیے میری نظروں سے اوجھل ہو گیا۔

حضرت اصمعی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے دورانِ طواف ایک اعرابی کو دیکھا جسے آشوبِ چشم نے آلیا تھا اور کیچڑ اس کی آنکھوں سے بہا جا رہا تھا۔ مجھ سے رہا نہ گیا اور میں ٹوک پڑا: اپنی آنکھیں صاف کیوں نہیں کر لیتے؟ کہنے لگا: دراصل طبیب نے مجھے ایسا کرنے سے منع کیا ہے، اور جس چیز سے طبیب روک دے اس سے رُک جانے ہی میں خیر ہوتی ہے۔ میں نے اس سے پوچھا؟ تجھے کسی چیز کی خواہش ہو تو بتا؟ بولا:

أشتهي لكن أحتمي، لأنني رأيت أهل الجنة غلبت حميتهم
على شهوتهم، فهم لا يشتهون بعدها أبدا، و رأيت أهل النار
غلبت شهوتهم على حميتهم فلذالك افتضحوا و شقوا شقاوة
لا يسعدون بعدها أبدا .

یعنی خواہش تو ہے مگر پرہیز کو ترجیح دیتا ہوں؛ کیوں کہ مجھے معلوم ہوا ہے کہ اہل بہشت کا پرہیز ان کی خواہش پر غالب رہتا ہے تو اس کے بعد انہیں پھر کسی چیز کی خواہش نہیں رہ جاتی۔ یوں ہی مجھے معلوم ہوا ہے کہ اہل جہنم کی خواہش ان کے پرہیز پر غالب رہتی ہے، جس کے باعث انہیں رسوائی و شرمندگی اٹھانی پڑتی ہے اور ایسی بدبختی ان کا مقدر بن جاتی ہے کہ پھر انہیں کبھی سعادت نصیب نہیں ہوتی۔

حضرت حسن بصری رضی اللہ عنہ سے نکایت نقل کی جاتی ہے کہ ایک دن وہ کسی قصاب عورت کے پیچھے چل پڑے۔ اس کی گلی کے پاس پہنچ کر آپ نے زوردار انداز میں

گر یہ وزاری کرنا شروع کر دیا۔ جب آپ سے اس کی وجہ پوچھی گئی تو آپ نے فرمایا: اصل میں یہاں ایک مرد عابد رہا کرتا تھا۔ ایک دن وہ اسی گلی میں داخل ہوا تو اس کی نظر ایک نصرانی عورت پر پڑ گئی اور وہ اس پر فریفتہ ہو کر اسے پیغام نکاح دے بیٹھا۔

عورت نے اس کے پیغام کو ٹھکرا دیا مگر ایک پیشکش کی کہ اگر دین نصرانیت قبول کر لو تو پھر غور کیا جائے گا۔ شیطان کے ورغلانے سے اس نے اپنا دین تبدیل کر لیا۔ جب عورت کو اس کی خبر ملی تو اس کے پاس آئی اور اس کے منہ پر تھوکتے ہوئے کہا: تف ہے تجھ جیسے مرد پر کہ ایک لمحے کی شہوت کے لیے تم نے دین اسلام کا قلابہ اپنی گردن سے اتار پھینکا۔ اور ایک لمحے کی شہوت کے لیے میں نے بھی دین نصرانیت کو ترک کر دیا تھا۔ لیکن اب میں دین نصرانیت کو دائمی لذت کے لیے خیر آباد کیے دے رہی ہوں، اتنا کہہ کر اس نے اُشہد ان لا الہ الا اللہ و اُشہد ان محمدا عبده و رسوله پڑھا اور دامن اسلام میں آباد ہو گئی۔

حضرت حسن رازی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے بیٹے کو خواب میں آتشی پوشاک پہنے انگاروں کے درمیان دیکھا۔ پوچھا کہ بیٹا! تیرے جسم پر یہ جہنمیوں کا لباس کیسا؟ کہا:

یا اُبت، حدثنی نفسی بشیء و غلبنی ہواي و قد ہوی بی

فی النار، فیاک یا اُبت ثم ایاک ان تضلل نفسک .

یعنی پدر بزرگوار! میرے نفس نے کسی چیز کی بابت مجھ سے فرمائش کی، خواہش کا غلبہ ہوا، اور وہی خواہش آج آگ میں لے کر چلی آئی۔ (تو اب میری بار بار نصیحت یہ ہے کہ) ابا حضور! آپ خود کو نفس کی گمراہیوں میں آنے سے بچائیں۔

حضرت سفیان ثوری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے ایک شخص کو غلاف کعبہ سے چمٹا ہوا دیکھا کہ وہ اس طرح دعا مانگ رہا ہے: اے اللہ مجھے سلامت رکھ۔ میں نے اس سے پوچھا: بات کیا ہے، اور کس چیز سے سلامتی کی دعا مانگ رہے ہو؟ تو اس نے کہا:

يا أخي كنا أربعة أخوة تنصر أحدنا عنداً، وتهود الآخر، و
تمجس الثالث، و بقيت أنا خائفاً من الله تعالى و راغباً في
السلامة .

یعنی اے میرے دوست! میرے کل چار بھائی تھے، جن میں سے ایک نصرانی
ہو کر مرا، دوسرا یہودی ہو کر اور تیسرا مجوسی بن کر۔ اب باقی صرف میں بچا ہوں،
مجھے خوفِ الہی دامن گیر ہے (اس لیے خاتمہ کی) سلامتی کی دعا کر رہا ہوں۔
ایک حکایت یوں بھی ملتی ہے کہ کسی شخص نے دو مچھلیوں کا شکار کیا تو ان میں سے ایک
بول پڑی :

أنا أخذني و أنا أطوع منك إلى الله تعالى، فجاوبتها الأخرى:
لا تمنني عليه بطاعتك، فما عبده أحد إلا بما سبق له في القدر .
یعنی کیا تم مجھے پکڑو گے حالاں کہ میں تم سے کہیں زیادہ اللہ کی فرماں بردار
ہوں۔ تو دوسری مچھلی نے اس کو جواب دیتے ہوئے کہا: اسے اپنی طاعت کی آرزو
نہ دلاؤ؛ کیوں کہ ہر کوئی بس اتنی ہی طاعت و عبادت کر پاتا ہے جس قدر کہ اس کے
مقدر میں ہوتا ہے۔

حضرت ذوالنون مصری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: میں ایک پرستش گاہ سے گزرا
دیکھا کہ ایک شخص اس کے اندر (معبودِ حقیقی) اللہ کے سوا سورج کی پوجا کر رہا ہے۔ تو میں
نے اس سے پوچھا: اے بوڑھے! تو کس کی پوجا کر رہا ہے؟ تو اس نے کہا: سورج
کی۔ میں نے اس سے کہا: سورج کی پرستش سے باز آ جا، اور اللہ کی عبادت میں لگ
جا جس نے کہ زمین و آسمان، آفتاب و ستارے، رات و دن اور درخت و پہاڑ کو پیدا
کیا ہے۔ اور ہر چیز کی تخلیق کے بعد اس کا ایک وقت متعین کر دیا ہے۔ اس پر وہ بوڑھا
کہتا ہے: میری رسی اب ٹوٹنے والی ہے اور زندگی کا سورج غروب ہونے والا ہے۔ نہ
تقویٰ الہی کا کوئی ذخیرہ ہی ہاتھ لگا، اور نہ ہی میری حالت بہتر ہوئی۔ تو قسم بخدا! اب مجھے

اس کے روبرو ہونے کی رسوائی کھائے جا رہی ہے کہ جب میزانِ عمل قائم ہوگا اس وقت میرا کیا بنے گا۔

اے ذوالنون! دل کے دروازے بند ہو گئے، چابی بھی گم ہو گئی، شقاوت کی بیڑیاں قدموں میں ڈال دی گئیں، فیصلے کی فکر نے آنکھوں کی بینائی چھین لی۔ مجھے کچھ سمجھ میں نہیں آتا کہ میری اصلاح ہوگی کیسے؟ دروازہ تو میرے سامنے بند ہو گیا اور میں اس سے شکست خوردہ ہو چکا ہوں۔

یہ سن کر ذوالنون مصری نے دعا کے لیے ہاتھ اٹھا دیے: مولا! کچھ بھی ہو یہ ہے تو تیرا بندہ، اصلاح احوال پر اتر آیا ہے، اور ساری کی ساری بھلائیاں تیرے ہی دستِ قدرت میں ہیں۔

مجوسی نے آواز دی: ذوالنون! بس کرو۔ یہ دیکھو 'فتاح' کے پاس سے مفتاح (کنجی) آگئی۔ یہ دیکھ کر حضرت ذوالنون بے ساختہ رو پڑے۔ وجہ گریہ پوچھی گئی تو آپ نے فرمایا:

إني خائف حين فتح عليه الباب أن يغلق في وجهي، فنودي: يا

ذا النون، لا تظن بنا إلا خيرا.

یعنی جب اس کا دروازہ کھل گیا تو اب مجھے خوف لاحق ہو گیا کہ کہیں میرا

دروازہ نہ بند ہو جائے۔ اتنے میں پردہ غیب سے آواز اُبھری: اے ذوالنون! ہم سے ہمیشہ بھلائی کی توقع رکھا کر۔

واقعاتِ گناہ و توبہ بزرگوں کے اقوال کی روشنی میں

حضرت بایزید بسطامی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: کسی سال میں بیت اللہ الحرام کے حج سے مشرف ہوا۔ میں نے خوشامدانہ انداز میں دعا مانگنی شروع کی، ہاتھ غیب سے ندا آئی: اے بایزید! اگر تم ہزار سال بھی اس انداز سے دعا مانگو اور اس طرح ہزار حج بھی

کرو تب بھی ہم اس میں سے ایک ذرہ قبول کرنے والے نہیں ہیں۔

میں نے عرض کی: ایسا کیوں؟ کہا گیا: اس لیے کہ تمہاری توجہ کا مرکز محض تمہارا عمل ہے مگر جس کے لیے عمل کر رہے ہو اس سے یکسر غافل ہو۔

میں نے عرض کیا: مولا! اگر میری عبادتیں اور دعائیں تیری بارگاہ میں مقبول نہیں، تو مجھے تیری عزت کی قسم! پھر میرے اور تیرے درمیان رشتہ وصال منقطع ہو جانا چاہیے۔

کہا گیا: اے بایزید! اگر ایسا کرنا تمہارے اختیار میں ہو تو ٹھیک ہے قطع کر دو۔ مگر شاید تم بھول گئے کہ شراب وصل تو ہم نے ہی تمہیں پلائی تھی۔

میں نے عرض کی: مولا! تیری عزت کی قسم، میں اس وقت تک اپنے قدم تیرے حرم سے باہر نہ نکالوں گا جب تک مجھے یہ پتہ نہ چل جائے کہ تو مجھ سے راضی ہو گیا ہے۔ پھر مجھ سے کہا گیا:

قل یا ابایزید، ما ترید؟ و عزتی و جلالی لو یعلم العالم ما
أعلمه من باطنک لرجموک، فقلت: و عزتک و جلالک لو
یعلم العالم ما أعلمه من کرمک ما عبدوک. و إذا بهاتف یقول
: یا ابایزید، لا نقول و لا تقول، أنت عندنا مقبول.

یعنی بایزید کہو تمہیں کیا چاہیے؟ مجھے اپنی عزت و جلال کی قسم! جتنا تمہارے قلب و باطن (کے رازوں) پر میں آگاہ ہوں اگر اتنا دنیا جان جائے تو وہ تمہیں سنگسار کر دے۔ اس پر میں نے کہا: مولا مجھے بھی تیری عزت و جلال کی قسم! تیرے کرم و نوال پر جیسی مجھے اطلاع نصیب ہوئی ہے اگر اس بھری دنیا میں اتنا کوئی اور جان لیتا، تو تیری عبادت ہی سے بے نیاز جاتا۔ پھر ہاتف غیب سے ایک آواز ابھری: یعنی اب نہ ہم کچھ کہیں، نہ تم کچھ کہو (بس بات یہیں ختم کہہ) تم ہمارے بندہ مقبول ہو۔

حضرت یحییٰ بن سعید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ مجھے خواب میں اللہ رب العزت کا دیدار نصیب ہوا، تو میں نے عرض کیا :

یا الہی ادعوک و أنت لا تستجیب لی، فقال لی: إني أحب أن أسمع صوتک .

یعنی میرے پروردگار! کئی بار ایسا ہوا کہ میں نے دعا مانگی مگر تو نے قبول نہ فرمائی۔ تو اس نے فرمایا: مجھے تمہاری آواز بہت اچھی لگی تو میں نے چاہا کہ بار بار سنوں۔

حضرت سفیان ثوری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: میں نے ایک اعرابی کو حالت طواف میں یہ کہتے سنا :

الہی من اولی بالتقصیر منی و قد خلقتنی ضعیفا، و من اولی بالکرم منک و قد سمیت نفسک رؤوفا، و لک المنۃ علی و قد عصیتک بعلمک، و لک الحجۃ علی فبانقطاع حجتی و وجوب حجتک و فقری الیک و غناک عنی إلا ما غفرت لی .

یعنی میرے پروردگار! مجھ سے بڑا کوتاہ عمل اور کون ہوگا اور تو نے مجھے پیدا بھی کمزور ہی کیا ہے۔ اور تجھ سے بڑھ کر عطا و نوال کی بارشیں کرنے والا کون ہے اور پھر تو نے اپنا نام ہی 'رؤوف' چن لیا ہے۔ تیرا مجھ پر کتنا احسان ہے اور میں ہوں کہ بانٹتے ہوئے بھی تیری معصیت کا مرتکب ہوا جا رہا ہوں۔ اب میری کٹ جتی کے بعد تیری حجت مجھ پر قائم ہو چکی ہے۔ لہذا اب اپنی حجت و غنا کے مقابل میرے فقر کو دیکھتے ہوئے مجھے معاف فرمادے۔

حضرت بشر بن حارث رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: میں نے ایک جوانِ رعنا کو دیکھا جو والد و شیدا ہو کر یہ اشعار گنگنائے جا رہا تھا۔

کم زلت فلم أذكرک فی ذل
و أنت یا واحد فی الغیب تذکرنی

کم أھتک السر جہراً عند معصیتی
و أنت تلتف بی حباً و تسترنی

و لا بکیت بدمع العین من أسف

و لا بکیت بکاء الوالہ الحزن

یعنی میں نے کتنی ریشمیں کیسے مگر کسی بھی لغزش کے وقت تجھے یاد کرنے کی توفیق نہ ہوئی۔ مگر اے میرے واحد و صمد پروردگار! تو پردہ غیب میں رہ کر بھی ہمیں یاد کرتا رہتا ہے۔

ارتکابِ معصیت کے وقت میں نے کتنے سربستہ رازوں کو فاش کر دیا مگر مجھ پر تیری لطف و عنایت کا عالم یہ ہے کہ تو رازوں کو چھپا لیتا ہے۔

کبھی کفِ افسوس ملتے ہوئے آنکھوں سے میں نے اشک گرانے کی بھی زحمت نہ کی اور نہ ہی کبھی غم و الم میں بے قابو ہو کر رونے والوں کی طرح رونا ہی نصیب ہوا۔

ایک مردِ صالح بیان کرتے ہیں کہ میں نے پہاڑ کی چوٹی پر ایک جوان کو دیکھا جس کی پیشانی پر قلق و اضطراب کی لکیریں کھنچی ہوئی تھیں، اور اس کی آنکھوں سے سیل اشک ایسے ہی بہ رہا تھا جس طرح کہ موجیں ساحل سمندر سے اپنا سر ٹکرا کر واپس جا رہی ہوں۔

میں نے پوچھا: تم کون ہو، کیا ہو؟ کہا: اپنے آقا کا بھگوڑا غلام۔

میں نے کہا: واپس جا کر آقا سے معافی مانگ لو۔

کہا: عذر خواہی کے لیے کسی معقول دلیل کی ضرورت ہوتی ہے، اور حد سے گزر جانے والا ہر حجت سے عاری ہو جاتا ہے۔

تو میں نے کہا: پھر کوئی چارہ جو ڈھونڈ لو۔

کہا: ہر پیروی کرنے والا اس کے خوف سے لرزاں ہے۔

میں نے کہا: وہ ہے کون؟ کہا: میرا آقا و مولا۔ عالم صغیر میں اس نے میری بہترین تربیت کی مگر میں نے اس کی خوب جم کے نافرمانی کی۔ وہ میرے ساتھ حسن تدبیر سے پیش آیا مگر میرا اس کے ساتھ برتاؤ سیہ کاریوں کا سا رہا۔ اتنا کہنا تھا کہ ایک زوردار چیخ فضا میں بلند ہوئی اور وہ وہیں بے ہوش ہو کر گر پڑا۔

اتنے میں ایک بوڑھی خاتون آ کر کہنے لگی: اس (یائس و حیران) دشتِ رونا امید کا اس کی موت میں کس نے تعاون کیا ہے۔

میں نے کہا: آپ کا یہ بیٹا (اس کی تجہیز و تکفین میں) آپ کی مدد کرنے کے لیے تیار ہے۔ تو اس نے کہا: میرے آگے اسے یوں ہی ذلیل پڑا رہنے دو، ممکن ہے اس کے قاتل کو رحم آجائے اور وہ اس پر اپنے عفو و کرم کی نگاہ فرمادے۔

کسی نے اس منظر کی عکاسی ان اشعار میں یوں کی ہے۔

☆ إلهي لا تعذبني فباني مقرر بالذي قد كان مني

☆ و مالي حيلة إلا رجائي و عفو ك إن عفوت و حسن ظني

☆ و كم من زلة لي في الخطايا و أنت علي ذو فضل و من

☆ إذا فكرت في جرمي عليها قرعت أنا ملي غيظا بسني

☆ يظن الناس بي خيرا و إنني أشر الناس إن لم تعف عني

یعنی مجھ پر عذاب کے کوڑے نہ برسائیں کیوں کہ جو کوتاہیاں مجھ سے ہوئی ہیں اس

کا مجھے کھلے بندوں اعتراف ہے۔

اور اب میرے پاس سوائے میری امید ورجا اور حسن ظن کے کوئی اور بہانہ نہ

رہا۔ تو اگر تو مجھے بخش دے تو تیری بڑی مہربانی ہوگی۔

میری لغزش و خطا کیسی بے شمار ہیں، مگر اس کے باوجود تیرے فضل و کرم کا مینہ

مجھ پر کیسا ٹوٹ کر برستا ہے۔

جب کبھی میں اپنے جرم و خطا پر غور کرنے لگتا ہوں تو غصے سے انگلیاں دانتوں
تلی چٹخنے لگتی ہیں۔

لوگ مجھے کتنا اچھا سمجھے بیٹھے ہیں حالاں کہ اگر مجھے تیرے عفو و کرم کی بھیک نہ ملی
تو روے زمین پر موجود انسانوں میں مجھ سے زیادہ گھٹیا اور کمینہ شاید ہی کوئی ہو۔

حضرت کعب احبار رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ ایک آبرو باختہ شخص جس نے جب نہر کے اندر
نہانے کے لیے گھسا۔ تو غیب سے آواز سنائی دی: یہ زنا تمہاری ہلاکت و خسران کا باعث
ہو۔ اتنا سننا تھا کہ وہ سہا اور گھبرا یا ہوا نہر سے باہر نکلا۔ اور اس کے لب پر ندامت کے یہ
الفاظ گردش کر رہے تھے:

و اللہ! لا أعصي الله أبدا .

یعنی مولا، قسم بخدا! آج کے بعد پھر کبھی تیری نافرمانی نہ کروں گا۔

حضرت ابراہیم بن ادہم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ایک مرتبہ میرا بیت المقدس جانا
ہوا۔ میں نے دیکھا کہ ایک عظیم حلقہ لگا ہوا ہے اور بیچ میں ایک خوش پوشاک نوجوان کرسی
پر براجمان ہے جس کے پاس کچھ خاص قسم کی دوائیں اور مشروب پڑے ہوئے ہیں۔ ہر
مرض کی تشخیص کے بعد وہ دوا لکھ رہا ہے۔

(مجھے دل لگی سو جھی) میں نے جی کہا کہ چلو چل کر اس کا امتحان لیتے ہیں۔ چنانچہ میں
نے کہا: میرے دوست! کیا تمہارے پاس اس زخم کا بھی کوئی معقول علاج ہے جس سے یہ
مندل اور برابر ہو جائے۔ تو اس نوجوان نے میری طرف دیکھتے ہوئے کہا: اے بہادر! ا
دھر آؤ۔ ایسی بات صرف وہی کر سکتا ہے جس نے اللہ کی نافرمانی کی ہو اور اس کے اعمال
سیاہ ہوں۔

آپ کا علاج بس یہی ہے کہ آپ ”استغفر اللہ“ کا ورد رکھا کریں۔ لیکن ساتھ ہی

اس بات کی وضاحت بھی کر دیں کہ آپ نے اس کی نافرمانی کا ارتکاب کب کیا ہے، دن میں یارات میں؟

میں نے کہا: دن دہاڑھے۔

پوچھا: روزہ رکھتے ہوئے یا غیر روزہ کی حالت میں؟۔

میں نے کہا: روزہ کی حالت میں۔

تو اس نے مجھے غور سے دیکھ کر کہا: بھائی! نیکو کاروں کی صحبتوں میں بیٹھنا اور بدکاروں سے بچنا اپنے اوپر لازم کر لیں۔ فخر و مباہات کے جوتے اپنے قدموں سے نکال پھینکیں، کبر و نخوت کی چادر اپنے مونڈوں سے دور کر لیں۔ ساتھ ہی یہ بھی کریں کہ خشوع کی جڑی بوٹی، آب قناعت، دوائے زہد، نقرہ فقر، اور چوب صبر لے کر انھیں توکل کے ہاؤن میں کوٹیں، پھر انھیں قلق کی کڑاہی میں ڈال کر نیچے سے صدق و صفا کے درختوں کی خوشبودار لکڑیاں سلگادیں، جب اُبال آنے لگے، تو آپ چمچہ معرفت سے اس میں حرکت دیتے رہیں، اگر آپ کو مزید حکمت کی طلب ہو تو اسے خشیت کی کریلنی سے ہلائیں، پھر انھیں فکر و نظر کے پیالوں میں انڈھیل کر اوپر سے استغفار کے پنکھوں سے انھیں ٹھنڈا کر لیں، اور صبح و شام پیا کریں۔ پھر مراقبہ کے پانی سے کلی کریں، اور جب گھٹا ٹوپ تاریکی پھیل جائے تو یوں دعا کریں :

یا من لا یقطع الرجاء .

یعنی اے وہ جو اُمید کی نیا ڈوبنے نہیں دیتا۔

کسی نے اس مفہوم کو شعر کے قالب میں یوں ڈھالا ہے۔

- | | | |
|---------------------------|---|-----------------------------|
| یا رب أنت امرتني و نهيتني | ☆ | وسلکت فی طرق الضلالة والهدی |
| و علمت انی لا افر من الذی | ☆ | قدرت لی ان کان خیرا اوردی |
| وسلکت بی ما شئت للسر الذی | ☆ | فی الخلق قد اخفیتہ یا سیدی |

و دخلت في غير اختيار تحته ☆ فالعبد محكوم عليه و إن عدى
 فاقبل بفضلك توبتي لك مخلصا ☆ فارحم فباني قد بسطت لك اليدا
 یعنی اے پروردگار! تو نے اپنے امر و نہی کو مجھ پر آفتابِ نصف النہار کی مانند
 آشکار فرمادیا تھا، اور کاروبارِ حیات چلانے کے لیے ہدایت و ضلالت کی دورا ہیں
 بھی متعین کر دی تھیں۔

اور مجھے اس بات کا یقین تمام حاصل تھا کہ اچھائی و برائی میں سے جو بھی تو نے
 میرے مقدر میں لکھ دیا ہے اس سے راہ فرار ممکن نہیں۔

اور اے میرے مالک! تو نے مجھے ان سر بستہ رازوں پر اطلاع نصیب فرمائی
 جن کا دروازہ تو نے دیگر مخلوقات کے لیے بند کر رکھا تھا۔

اور میرے چاہنے نہ چاہنے سے کیا ہوتا ہے رہنا تو تیرے تحت قدرت ہی ہے۔
 ہم تو نرے بندے ہیں، نافرمان ہوئے تب بھی حکم تو تیرا ہی چلنا ہے۔

میں اخلاصِ تمام کے ساتھ تیری طرف رجوع لاتا ہوں تو میری توبہ محض اپنے
 فضل سے قبول فرمालے۔ اور میرے ساتھ رحم و کرم کا معاملہ فرما کیوں کہ اب
 میرے ہاتھ تیری بارگاہ کی طرف اٹھ چکے ہیں۔

یکے از صالحین سے منقول ہے کہ وہ اپنی مناجات میں کہا کرتے تھے :

إلهي، كيف أفرح و قد عصيتك؟ و كيف أحزن و قد
 عرفتك؟ و كيف أدعوك و أنا خاطي و كيف لا أدعوك و
 أنت كريم.

یعنی میرے مولا! میں کیسے ہنسوں جب کہ میں تیرا نافرمان ہوں۔ اور غم کیوں
 کر کروں جب کہ مجھے تیرا عرفان حاصل ہے۔ اور کیا منہ لے کر تجھ سے دعا
 مانگوں جب کہ میرا احرام ہستی گناہوں کی آلودگیوں سے اٹا پڑا ہے۔ اور پھر تجھ
 سے نہیں تو کس سے دعا مانگوں! کیا کوئی تجھ سے بھی زیادہ کریم و نخی ہے؟۔

کسی شاعر نے خوب بات کہی ہے :

ذنبوبی وإن فکرت فیہا عظیمۃ ❁ ورحمة ربی من ذنبوبی أوسع
و ما طعمی فی صالح قد عملتہ ❁ و لکنی فی رحمة اللہ اطمع

یعنی اگر میں اپنے گناہوں کا پوری دیانت داری سے حساب لگانا شروع
کردوں پھر تو وہ بے شمار ہوں گے؛ لیکن جب اپنے مولا کی رحمت پر نگاہ دوڑاتا
ہوں تو وہ میرے گناہوں سے کئی گنا زیادہ نظر آتی ہے۔

مجھے اپنے اعمال صالحہ کا نہ کوئی لالچ ہے اور نہ ان پر کوئی بھروسہ۔ سچی بات
پوچھیں تو میری نگاہیں صرف اللہ کی عطا و رحمت پر جمی ہوئی ہیں۔

کسی دوسرے شاعر نے اسی مفہوم سے ملتا جلتا بند ہوں چسپاں کیا ہے :

إلهی أنت ذو فضل و من ❁ و إني ذو الخطايا فاعف عني
فظني فيك يا ربی جميل ❁ فحقق يا إلهی فيك ظني
يظن الناس بي خيرا و إني ❁ أشر الناس إن لم تعف عني

یعنی اے میرے پروردگار! تو ہی فضل و احسان کی بھیک دینے والا ہے، میں
سراپا جرم و خطا ہوں؛ لہذا میری خطاؤں کو اپنے آبِ عفو سے دھل دے۔

میرے مولا! میں تیرے تعلق سے ہمیشہ حسن ظن ہی رکھا کرتا ہوں؛ لہذا اے
میرے پروردگار! میرے حسن ظن کی تولا ج رکھ لینا۔

لوگ مجھے کتنا اچھا سمجھے بیٹھے ہیں حالاں کہ اگر مجھے تیرے عفو و کرم کی بھیک نہ ملی
تو روے زمین پر موجود انسانوں میں مجھ سے زیادہ بد بخت اور کمینہ شاید ہی کوئی
ہو۔

کہا جاتا ہے کہ حضرت عبدالعزیز بن عمر رضی اللہ عنہما کے ایک غلام نے کسی جرم کا
ارتکاب کیا۔ آپ نے اسے اپنے دو بدو کھڑا کیا اور اس کو پیٹنے کا حکم جاری کر دیا۔ غلام

گویا ہوا: میرے آقا! کیا آپ کے اور اللہ تعالیٰ کے درمیان کوئی ایسا گناہ نہیں جس کی اس نے آپ کو کچھ مہلت دے رکھی ہو۔ آپ نے کہا: وہ کون سا گناہ ہے جس میں اس نے ڈھیل نہ دی ہو۔ تو غلام نے کہا: قسم ہے اس ذات کی جس نے آپ کو مہلت دی ہے برائے کرم مجھے بھی مہلت ملنی چاہیے۔ آپ نے اس کی جان بخشی کرتے ہوئے اسے چھوڑ دیا۔

غلام نے ایک بار پھر کسی غلطی کا ارتکاب کیا۔ آپ نے اپنے سامنے کھڑا کر کے اسے سزا دینے کا حکم دیا۔ تو غلام نے کہا: میرے آقا! کیا ایسا نہیں ہوا کہ آپ نے دوبارہ اللہ کی نافرمانی کی ہو اور اس نے پھر آپ کو مہلت دے دی ہو۔ فرمایا: کیوں نہیں۔ عرض کیا: میرے آقا! آپ کو مہلت دینے والے کی قسم! مجھے ایک بار اور مہلت دے دیجیے۔ آپ نے پھر اسے معافی دے کر چھوڑ دیا۔

پھر وہ غلام تیسری بار کوئی غلطی کر بیٹھا۔ آپ کے سامنے اس کی پیشی ہوئی تو آپ نے اس کو سزا دینے کو کہا۔ اب وہ نظریں جھکا کر زمین کی طرف دیکھنے لگا اور کچھ نہ بولا۔ غلام کے آقائے پوچھا: تمہیں کیا ہوا کہ آج تم وہ بات نہیں کہہ رہے ہو جو کہ اس سے قبل دہراتے رہے تھے۔ کہا: اے میرے آقا! اب حیا دامن گیر ہو گئی ہے کہ بار بار توبہ کر کے پھر اسی جرم کا اعادہ کر بیٹھتا ہوں۔

اس کی ترجمانی شعر کے قالب میں یوں کی گئی ہے :

عصیت مولاک یا سعید ❁ ماہکذا تفعل العبید

فراقب اللہ و اتقیہ ❁ یا عبد سوء غدا الوعید

یعنی اے نیک بخت! تو اپنے کریم آقا کی نافرمانی کر بیٹھا!۔ کیا غلاموں کو ایسی حرکت زیب دیتی ہے۔

اے کم ظرف! اللہ کا خوف دل میں بٹھا اور اس کا تقویٰ اختیار کر۔ بس وہ کل آنے ہی والا ہے جب تجھ پر عذاب کے کوڑے برسنا شروع ہو جائیں گے۔

عطا و بخشش کی پُر وائیاں

حضرت حسن بصری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: میں نے خواب میں اللہ رب العزت کی زیارت کی اور عرض کیا:

اللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِي، فَقَالَ: إِنَّ أَحْسَنَ فِيمَا بَقِيَ غَفْرَتُ لَكَ فِيمَا مَضَى، وَإِنْ أَسَأْتَ فِيمَا بَقِيَ أَخَذْتَ بِمَا مَضَى وَمَا بَقِيَ.

یعنی اے اللہ! مجھے بخش دے۔ تو اس نے فرمایا: اگر اپنی بچی ہوئی سانسوں کو رضاے مولا میں گزارنے کا وعدہ کرو تو تمہارے گزشتہ گناہ بخش دیے جائیں گے۔ اور اگر تمہاری بقیہ زندگی برائیوں کی نذر ہوگئی پھر تو گزشتہ و آئندہ دونوں پر زبردست مواخذہ فرماؤں گا۔

ایک مردِ صالح کا بیان ہے کہ میں نے ایک نوجوان کو یہ کہتے ہوئے سنا

يا قديم الاحسان احسانك القديم .

یعنی اے ہمیشہ سے احسان و انعام فرمانے والے! احسان کرتے رہنا

تیری عادت ہے۔

مجھ سے رہا نہ گیا تو ایک دن میں نے اس سے پوچھا: کیا وجہ ہے کہ میں تمہیں ہمیشہ اسی ایک دعا کی تکرار کرتا ہوا پاتا ہوں۔ تو اس نے کہا: دراصل اس کی ایک بڑی انوکھی وجہ ہے، اور وہ یہ کہ میری عادت تھی کہ جب بھی کہیں کوئی دعوت یا شادی کا پروگرام ہوتا میں عورتوں کا روپ دھارتا اور خوب سج سنورا اور ٹھن بن کر مثلتا ہوا ان عورتوں کے بیچ میں جا کر بیٹھ جاتا۔ اتفاق دیکھیے کہ ایک بار امیر شہر کے گھر شادی تھی، اور میں اپنی دیرینہ عادت کے مطابق (عورتوں کی شکل بنا کر) وہاں بھی پہنچ گیا۔ اب نہ معلوم کیسے امیر کے گھر سے کوئی ہیرا غائب ہو گیا۔

امیر نے جملہ عورتوں کی تلاشی لینے کا فرمان جاری کر دیا۔ تو ان عورتوں نے اپنے

اپنے دوپٹے کھول کر دکھا دیے (اور اپنی براءت ظاہر کر دی) اب میرے پاس بجز اس کے کوئی چارہ نہ تھا کہ یہ دعا پڑھوں: ”یا قدیم الاحسان احسانک القدیم“۔ نیز میں نے اللہ کے لیے نذر مانی کہ اگر اس نے آج میری عزت پر پردہ رکھ لیا تو پھر کبھی ایسا نہ کروں گا۔ چنانچہ تلاشی لینے والے مجھ تک پہنچے ہی تھے کہ لوگوں کے درمیان یہ اعلان ہونے لگا کہ بس کرو اب بقیہ عورتوں کو ٹٹولنے کی حاجت نہیں موتی ہاتھ آ گیا ہے۔ کہا: اس دن سے توبہ کر کے میں نے اللہ سے عہد صادق کیا کہ اب پھر کبھی ایسی حرکت نہ کروں گا۔

اسی مفہوم کا شعر دیکھئے :

لا عدت أفعال ما قد كنت أفعله ☆ جهلا فخذ بيدي يا خير من رحما
 هذا مقام ظلوم خائف وجل ☆ لم يظلم الناس لكن نفسه ظلما
 فاصفح بعفوك عنم جاء معتذرا ☆ بذلة سبقت منه وقد ندما
 مالي سقاك ولا علم ولا عمل ☆ فامن بعفوك يا من عفوه كرما
 یعنی نادانی میں میں جو کر دیا کرتا تھا اگر پھر میں اس کا اعادہ کر بیٹھوں تو اے
 بہترین رحم و کرم فرمانے والے! میری گرفت فرمالینا۔

اس مظلوم، بزدل اور ڈرپوک کا عالم یہ ہے کہ یہ لوگوں کو تو اپنے ظلم کا نشانہ نہیں
 بناتا لیکن اس کا اپنا نفس اس کے اوپر ظلم کے تیر برساتا رہتا ہے۔

لہذا جو بھی اقبال جرم کرتا اور ندامت کے آنسو بہاتا ہوا تیری بارگاہ تک آئے
 اسے اپنے آبِ عفو سے دھل کر پاک کر دے۔

میں سراپا نقص و عیب ہوں اور علم و عمل کا کوئی پھول میرے دامن حیات میں
 موجود نہیں؛ لہذا اپنے عفو و کرم کی بارش فرما کر مجھے ممنون کر۔

ایک صالح درویش فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ مجھے ایسا لگا جیسے قیامت قائم ہو گئی ہے،
 اور لوگ حساب و کتاب کے لیے ہانکے جا رہے ہیں، اور میں ایک گروہ کے ساتھ ہوں

جو ہیرہ و جواہرات سے مرصع ہیں۔ ان خوش بختوں کا گزر ایک ساحل سمندر سے ہوتا ہے جہاں یہ بیٹھ جاتے ہیں، میں نے چاہا کہ میں بھی ان کے ساتھ بیٹھ جاؤں تو وہ بولے: ہم سے دور رہو، کیوں کہ تم ہم میں سے نہیں، جاؤ دیکھو تمہارے یار ان سیہ کار کہاں پڑے ہوئے ہیں!۔

میں وہاں سے ہٹ کر ابھی ذرا ہی دور چلا ہوں گا کہ میرا گزر کچھ ایسے لوگوں پر ہوا جو نور کی کرسیوں پر جلوہ گرتے تھے۔ میں نے ان کے ساتھ بیٹھ جانا چاہا۔ تو ان میں سے ایک نے کہا: ہماری مجلس میں نہ بیٹھو، جاؤ کہیں بروں کی صحبت تلاش کر لو!۔

پھر میں تھوڑا دور گیا تو کچھ ایسے لوگ ملے جن کے جسموں پر فرسودہ و آلودہ کپڑے پڑے ہوئے تھے، اور ان کے چہروں پر ہوائیاں اڑ رہی تھیں۔ انہوں نے جب مجھے دیکھا کہا: ادھر آؤ تم تو ہمیں میں سے معلوم ہوتے ہو، ہماری مجلس میں بیٹھ جاؤ۔ میں نے پوچھا: تم ہو کون؟ کہنے لگے: تمہارے برے دوست۔ اب میں ان کے ساتھ بیٹھ کر معاملے کی نوعیت پر غور کرنے لگا۔

اتنے میں سرخ سونے کی ایک کشتی آئی، جس کے بادبان سبز ریشمی کپڑے کے بنے تھے، اور ایک منادی ندا کرتے ہوئے کہہ رہا تھا: یہ ان نیکو کاروں کی کشتی ہے جو دم سحر گڑ گڑا کر اللہ کے حضور اپنے گناہوں کی معافی مانگا کرتے تھے۔ تو ایک جماعت 'لبیک داعی ربنا سعدیک' کہتی ہوئی کھڑی ہوئی اور ہنستے مسکراتے خوشیاں لٹاتے اس پر سوار ہو کر ہماری نگاہوں سے ادجھل ہو گئی۔

پھر سفید درخندہ موتیوں کی بنی ایک کشتی آگے آئی، جس کے بادبان (بھی پہلی کی طرح) سبز ریشمی کپڑے کے بنے ہوئے تھے۔ اور ایک آواز لگانے والا پکار کر کہہ رہا تھا: انبیاء عظام کے وارثین علمائے کرام کہاں ہیں۔ پھر وہ 'لبیک داعی ربنا سعدیک' کہتے ہوئے آگے بڑھے، حمد و شکر الہی بجالاتے اور خوش و خرمی کا مظاہرہ کرتے ہوئے اس

میں سوار ہو کر ہماری آنکھوں سے غائب ہو گئے۔

اب ساحل سمندر پر ہماری جماعت کے سوا کوئی اور باقی نہ رہا۔ ہمیں سخت قسم کا اضطراب لاحق ہوا، اور ہماری نبض ہستی غم و الم سے ڈوبی جا رہی تھی کہ اسی دوران سبز ریشمی بادبانوں والی سرخ یا قوت کی بنی ایک اور کشتی ہمارے سامنے آئی۔ میں نے جب بادبان پر غور سے دیکھا تو اس پر تحریر تھا :

وَرَحْمَتِي وَسِعَتْ كُلَّ شَيْءٍ .

یعنی میری رحمت نے ہر چیز کا احاطہ کر رکھا ہے۔

ساتھ ہی ایک پکارنے والا پکار کر کہہ رہا تھا: یہ لطف و رحمت کی کشتی ہے۔ گناہوں کی آلودگیوں میں اٹے اور پیچھے رہ جانے والے کہاں ہیں؟ ادھر آئیں۔ پھر ہم اس کشتی پر توجہ کرتے اور مولا کی بخشش کا ذکر کرتے ہوئے سوار ہو گئے۔

ہم ابھی امیدور جا اور شکر و امتنان کی باتوں ہی میں لگے تھے کہ اتنے میں وادیِ عفو و غفران آگئی۔ پھر کریم منان کی طرف سے توفیقِ خیر نے ہمارا استقبال کرتے ہوئے کہا کہ تم بخشے گئے۔ پھر جو راز ہائے سربستہ کھلے اور بارگاہِ ایزدی سے انعامات ملے (وہ ہمارے بیان سے باہر ہیں) اخیر میں ہم نے پروردگارِ عالم کے بے کراں احسان و کرم کا بے پایاں شکر یہ ادا کیا۔

حضرت مالک بن دینار رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: میں نے ابن یسار کو ان کے انتقال کے ایک سال بعد خواب میں دیکھا۔ جب سلام کیا تو انھوں نے مجھے جواب سے محروم رکھا۔

میں نے پوچھا: پس مرگ تم پر کیا بتی؟ تو ان کی آنکھیں آنسوؤں سے ڈبڈبا گئیں اور کہا: میں بڑی بڑی دہشتوں اور شدید قسم کے زلزلوں سے دوچار ہوا۔

میں نے پوچھا: اس کے بعد پھر کیا ہوا؟ کہا: کریم سے کرم کے سوا اور کس چیز کی

توقع رکھی جاتی ہے!۔ اس نے ہماری نیکیوں کو شرفِ قبولِ عطا کر کے ہماری برائیوں کو حرفِ غلط کی طرح مٹا دیا، اور ہمارے درجات بھی بلند کر دیے۔

اتنا سننا تھا کہ (بیدار ہو کر) حضرت مالک بن دینار نے سسکتے ہوئے ایک گہری سانس لی اور بے ہوش ہو کر گر پڑے۔

بیان کیا جاتا ہے کہ حجاج زاہد کو اس کے کسی دوست نے خواب میں دیکھ کر پوچھا :

في تری حالک؟ فقال: الأمر سهل، و ما رأیت شیئا مما کنت
أخاف منه و الحمد لله .

یعنی کس حال میں ہو؟ کہا: سب کچھ ٹھیک ہے، اور دور دور تک کسی چیز کا خوف
دامن گیر نہیں۔ اور ہر حال میں اللہ کا شکر ہے۔

حکایت ہے کہ حضرت شبلی رحمہ اللہ کو خواب میں دیکھ کر پوچھا گیا :

ما فعل الله بک؟ فقال: حاسبني و ناقشني حتی ینست، فلما
رآني ینست تغمدني برحمته .

یعنی اللہ کا آپ کے ساتھ کیا معاملہ رہا؟ کہنے لگے: پہلے تو اس نے حساب لیا،
پھر بحث و تکرار شروع ہو گئی جس سے مجھے سخت مایوسی دامن گیر ہوئی، پھر جب اس
نے مجھے مایوس ہوتا دیکھا تو اس کی رحمت نے بڑھ کر مجھے اپنے دامنِ کرم میں
چھپا لیا۔

حضرت احمد بن العربی فرماتے ہیں کہ میں نے احمد بن حسن رازی کو ان کے انتقال
کے بعد خواب میں دیکھا اور پوچھا اللہ نے آپ کے ساتھ کیا معاملہ کیا؟ کہنے لگے: اپنے
رو برو کھڑا کر کے کہا: اے گنہگار بندے! تو نے ساری عمر بدکاریوں میں گزار ڈالی!۔

فقلت: یا سیدی، ما بلغني عنک هكذا، فقال: ما بلغک

عني؟ فقلت: بلغني عنک انک کریم، و الکریم إذا قدر عفا،

فقال: خدعتني بقولك، فقلت: يا رب، هبني لمن شئت، فقال:
اذهب فقد وهبتك لك.

میں نے عرض کیا: میرے آقا و مولا! مجھے تو تیرے بارے میں ایسی کوئی بات نہیں پہنچی تھی۔ پوچھا: تجھے کیا بات پہنچی تھی؟ میں نے کہا: مجھے تو تیری بابت یہ بتایا گیا تھا کہ تو بڑا کریم ہے، کریم کی شان یہ ہوتی ہے کہ وہ غلطیوں کو معاف کر دیا کرتے ہیں۔ فرمایا: تم مجھے اپنی باتوں میں بہلا رہے ہو۔ میں نے عرض کیا: اے پروردگار! مجھے معافی عطا فرما۔ فرمایا: جا میں نے تجھے معاف کر دیا۔

کہا جاتا ہے کہ حضرت منصور بن عمار رضی اللہ عنہ کو بعد وصال خواب میں دیکھ کر پوچھا گیا:

ما فعل الله بك؟ فقال: أوقفني بين يديه، و قال لي: يا منصور، أتدري لم قد غفرت لك؟ فقلت: لا يا رب، فقال:
انك جلست للناس يوما تحدثهم فأبكتهم، فبكي منهم عبد من عبادي لم يبك قط من خشيتي فغفرت له و وهبت كل من في المجلس له، و وهبتك فيمن وهبت.

یعنی اللہ کا آپ کے ساتھ کیا معاملہ رہا؟ کہا: مجھے اپنے آگے کھڑا کرایا اور فرمایا: اے منصور! پتا ہے میری بخشش تجھ پر کیوں مہربان ہوئی؟ کہا: نہیں مولا۔ فرمایا: ایک دن تم نے لوگوں کی مجلس میں ایسی گفتگو کی کہ لوگ بے ساختہ گریہ و بکا کرنے لگے، ان رونے والوں میں میرا ایک ایسا بندہ بھی شامل تھا جس نے میرے خوف سے اپنی پوری زندگی میں کبھی نہیں رویا تھا تو جہاں میں نے اس کو بخشا وہیں اس کے صدقے سارے اہل مجلس کو بھی بخش دیا اور انھیں بخشش یافتگان میں تو بھی ہے۔

بوڑھوں پر اکرام خداوندی

حضرت احمد خواص رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: میں نے یحییٰ بن اکثم کو پس وصال خواب میں دیکھ کر پوچھا:

ما فعل اللہ بک؟ فقال: أوقفني بين يديه، و قال لي: يا شيخ
السوء تنسى تخالطك الكثيرة فتحيرت، ثم قلت: يارب، ما
بلغني هكذا، فقال: و ما بلغك عني، فقلت: يارب، سمعت في
بعض الأخبار أنك قلت: من شاب شيبة في الإسلام استحيت
أن أعذبه في النار. فقال: صدقت، يا ملائكتي اذهبوا بعدي إلى
الجنة.

یعنی اللہ نے تمہارے ساتھ کیسا برتاؤ کیا؟ کہا: مجھے اپنے سامنے کھڑا کر کے
فرمایا: اے بدکار بڑھے! تمہیں اپنی بیہودہ بکواسیں یاد نہ رہیں۔ تو مجھے بڑی حیرت
ہوئی اور میں نے پوچھا: اے پروردگار! ایسی کوئی بات تو نہیں۔ فرمایا: تجھے میری
بابت کیا پتا چلا تھا؟ کہا: اے رب! میں نے حدیث قدسی کی زبانی سنا تھا کہ تیرا
فرمان ہے:

یعنی جو مسلمان بڑھاپے کی عمر کو پہنچ جائے تو اسے عذاب جہنم سے ہمکنار کرتے
ہوئے مجھے جھک محسوس ہوتی ہے۔

فرمایا: تیری بات سچی ہے۔ اور پھر فرشتوں کو حکم دیا کہ میرے اس بندے کو لے
جاؤ جنت میں داخل کر دو۔

روایتوں میں آتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت داؤد علیہ السلام کی طرف وحی بھیجی:

يا داؤد، إني لأنظر إلى الشيخ في كل يوم صباحا و مساء و
أقول له: يا عبدي، كبر سنك، و رق جلدك، و دق عظمك،

و حان قدمک علی، فاستحی منی فبانی أستحی منک .

یعنی اے داؤد! میں شب و روز بوڑھے شخص پر اپنی خاص نگاہ رکھتا ہوں، اور اس سے کہتا ہوں: میرے بندے! تمہاری عمر دراز ہوگئی، تمہاری جلد کھردری ہوگئی، تمہاری ہڈیاں ناتواں ہو گئیں، اور میرے پاس آنے کا وقت بہت قریب آگیا، تو اب تو مجھ سے حیا کیا کر کیوں کہ میں بھی تم سے حیا کرتا ہوں۔

حکایت بیان کی جاتی ہے کہ حضرت شبلی رحمہ اللہ ایک دن لوگوں کو وعظ و نصیحت کرتے ہوئے پھوٹ پھوٹ کر رونے لگے۔ ایک بوڑھا شخص داڑھی کو اپنے ہاتھ میں پکڑے ہوئے اور آنکھوں کو اشکبار کیے ہوئے آپ کے پاس آیا اور کہا: اے شبلی! میرے، اپنے اور اپنے رب کے درمیان تقسیم کر دے۔

میں نے پوچھا: کیا چیز؟ کہنے لگا: شبلی! جب جب میں نے کھڑا ہونا چاہا اس نے مجھے بٹھا دیا، جب اس کی جانب جھکنا چاہا مجھے ٹوک دیا، اور جب بھی میں نے اس کے دروازے کا قصد کیا اسے میں نے اپنے روبرو بند پایا؛ حالاں کہ میں کتنا دراز عمر ہو چکا ہوں۔ دیکھو میری ہڈیاں کمزور ہو چکی ہیں اور دور اندیشی کی قوت گھٹ گئی ہے۔ اب میرے قضیہ میں تمہاری کیا رائے ہے؟

حضرت شیخ نے فرمایا: ہاں یا سیدی! یہی تو اپنا بھی معاملہ ہے۔ مزید ان سے فرمایا: بزرگوار! مجھے خود کوئی ایسا نوجوان درکار ہے جو مجھ سے میرے جرم و گناہ کا بوجھ اتار دے۔ کیوں کہ میں اپنے اندر اس کے برداشت کی قوت نہیں پاتا۔ تو اب مرتا کیانہ کرتا میں نے اسے اپنی ہی پشت پر لا دلیا اور اب اس کو اٹھانے سے عاجز ہوں۔

کسی نے اسے شعر کے قالب میں یوں پیش کیا ہے۔

یا مالکی یا خالقی یا رزاقی ☆ یا من إلیہ تحرکی و سکونی

إنی ضعیف عن عذابک سیدی ☆ و مقصر عن حمل قبیح ذنوبی

یعنی اے میرے خالق و مالک پالنہار! اے وہ کہ جو میری حرکت و سکون کا مرکز ہے۔

میرے مولا! میں کسی طور تیرا عذاب برداشت کرنے کی طاقت نہیں رکھتا۔
یوں ہی اپنے گناہوں کی نحوست کا بوجھ ڈھونے سے بھی میں قاصر ہوں۔

فرماتے ہیں: چنانچہ شیخ نے عالم تعجب میں اپنا سر جھکا لیا۔ اتنے میں ایک عورت اُنھی اور کہنے لگی: یاسیدی! میں بھی یکے از خطا کاران و گنہ گاران ہوں بلکہ میرے گناہوں کا گراف تو اس شیخ سے بھی زیادہ بڑھا ہوا ہے مگر اس کے باوصف میں اس کے گناہوں کا بوجھ اپنے سر لا کر اللہ کی بارگاہ میں پیش کرنے کے لیے آمادہ ہوں۔

شیخ شبلی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ابھی وہ عورت اپنی بات پوری بھی نہ کر پائی تھی کہ مجلس میں ہاتف غیب سے کوئی آواز پھوٹی:

قد غفرنا لمن في المجلس كلهم لأجل هذة المرأة لحسن
ظنها بنا .

یعنی اے شبلی! ہمارے ساتھ اس عورت کے حسن ظن کی بنیاد پر ہم نے سارے
اہل مجلس کی خطاؤں کو بخش دیا۔

بزبانِ شعرے

يا ذا المكارم و العلان ☆ يا ذا الجلال الأوحد

إن العصاة تجمعوا ☆ لوجود عفوک سیدی

قصدتک کل قبيلة ☆ فلمن یروح و یغتدی

حطو إلیک رحالهم ☆ یتشفعون بأحمد

یعنی اے کرم و رفعت کے حامل اور جلالت و وحدت کے مالک!

یاسیدی! عاصی تیرے عفو و کرم کی بھیک پانے کے لیے بھیڑ لگائے ہوئے ہیں۔

ہر قوم و قبیلہ کے لوگ تیرے بابِ رحمت کے قریب آرہے اور جا رہے ہیں۔

اپنے کجاؤں کا رخ انہوں نے تیری طرف کر لیا ہے، اب وہ احمد مختار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے طلبِ شفاعت کر رہے ہیں۔

ایک مردِ صالح کا بیان ہے کہ میں نے ایک لونڈی کو خانہ کعبہ کے گرد طواف کرتے ہوئے دیکھا اور وہ یہ دعا کر رہی تھی: کیا تم سمجھتے ہو کہ میں مقبول ہو جاؤں گی اور میری لغزش معاف ہو جائے گی۔ میں نے اس سے پوچھا: تیرا جرم و قصور ہے کیا؟ وہ کہنے لگی: دراصل میں ایک بدکار عورت ہوں۔ ایک دن میں گھر سے باہر نکلی ایک اعرابی سے محو گفتگو تھی کہ اتنے میں کوئی غیبی آواز مجھ سے ٹکراتی ہوئی گزری کہ اے ملعونہ! تمہیں اللہ کے بندوں کو درغلانے میں بڑی مہارت ہے۔

میں نے پوچھا: تم کون ہو؟ تو کہا: میں رقیب ہوں، میرے پاس جو تمہارا نامہ اعمال پڑا ہے اس میں کہیں کوئی نیکی نظر نہیں آرہی ہے، اس پر مستزاد یہ کہ تو نے اس بندے کے نامہ اعمال کو بھی برائیوں سے بھر دیا۔ میں نے اس سے پوچھا: اگر میں توبہ کر لوں تو کیا وہ قبول ہو جائے گی؟ تو اس نے کہا: توبہ اور وہ بھی تم جیسی بدکار عورت کے لیے! پھر کیا تھا میں وقت و گھڑی کی پرواہ کیے بغیر اس بال والے پوشاک کو زیب تن کر کے نکل پڑی، اور میں نے کہا: شاید میری توبہ مقبول ہو جائے، کیوں کہ میں اس کی جانب ٹوٹ کر رجوع لائی ہوں۔

کہتے ہیں وہ ابھی مشغولِ کلام ہی تھی کہ پھر ایک ندائے غیبی آئی: ہم نے تمہارے توبہ کے ساتھ ساتھ تمہیں بھی قبول کر لیا۔ اتنا سن کر وہ سسکی، پھر ایک گہری سانس لے کر دنیا کو ہمیشہ کے لیے داغِ مفارقت دے گئی۔ اللہ اس پر اپنی رحمتوں کی برکھا برسائے۔

حضرت وہب بن وردی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ایک بار طوافِ کعبہ کے دوران ایک عورت یہ دعا مانگ رہی تھی:

یا رب، ذہبت اللذات و بقیة التبعات، یا رب، مالک عقوبة
إلا النار، أما فی عفوک ما یسعنی یا أرحم الراحمین، قال: فما
استتمت کلامها إلا و قائل یقول: قد غفونا و غفرنا لک .

یعنی اے پروردگار! اصل لذتیں تو اٹھ گئیں صرف تبعات باقی رہ گئیں۔ مولا!
تیری حکم عدولی تو دخولِ جہنم کا ذریعہ ہے۔ اے ارحم الراحمین! کیا تیرے دامن
عفو میں اتنی گنجائش نہیں کہ مجھے اس میں پناہ مل سکے۔ فرمایا: ابھی اس نے اپنی
دعا بھی پوری نہ کیا تھا کہ ایک کہنے والا کہہ کر چلا گیا کہ ہم نے تجھے معافی دی اور
تیرے گناہوں کو حرفِ غلط کی طرح مٹا دیا۔

حضرت جنید بغدادی رحمہ اللہ نے فرمایا: میرے ہمسائے میں ایک پولیس رہا
کرتا تھا۔ جب اس کا انتقال ہو گیا تو لوگ اسے نمازِ جنازہ کی غرض سے میری مسجد میں لے
کر آئے، تو میں نے اس کے ظلم و تعدی کو دیکھتے ہوئے اس کی نمازِ جنازہ پڑھنے سے انکار
کر دیا اور کہا: اس کو میری نگاہوں سے دور کرو۔ لوگ لے کر چلے گئے اور اپنے
طور پر نمازِ جنازہ پڑھ کر اس کو تہ خاک دفن کر دیا۔

اسی شب میں نے اپنے خواب میں دیکھا کہ وہ سبز قبے کے اندر موجود ہے۔ میں
نے اس سے پوچھا: تم وہ فلاں شریر آدمی نہیں ہو؟ کہا: جی بالکل۔ میں نے پوچھا: پھر تمہیں
یہ مقام کیسے ملا؟ کہا: آپ کے دھتکار دینے کی وجہ سے۔ کیوں کہ جب آپ نے منہ موڑ لیا
تو اللہ جل جلالہ نے مجھ سے اپنی رحمت کا تعلق جوڑ دیا اور فرمایا: دھتکارے ہوؤں کو پناہ دینا
میری شان ہے۔

حضرت مالک بن دینار رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: میرا ایک بڑا ہی بدکار و گنہ گار
ہمسایہ تھا۔ سارے پڑوسی اس کی ایذا رسانیوں سے عاجز تھے۔ جب مجھے اس کی خبر پہنچی تو
میں نے کہا: ایسا کرو تم یہ شہر چھوڑ کر کہیں اور چلے جاؤ۔ تو وہ کہنے لگا: میرا اپنا نجی مکان ہے،
میں اس سے نکل کر کہیں اور کیوں جانے لگوں!۔

تو میں نے کہا: اپنا مکان بیچ دو۔

کہا: اپنے وطن کے اندر موجود اس گھر کو کبھی فروخت نہیں کروں گا۔

میں نے کہا: ٹھیک ہے تو میں بادشاہ سلامت سے جا کر تمہاری شکایت کیے دے

رہا ہوں۔

کہا: میں خود اس کے معاونین میں سے ہوں۔

تو میں نے کہا: میں تمہارے لیے بددعا کر دوں گا۔

اس نے کہا: چلئے! اللہ تعالیٰ آپ سے کہیں زیادہ مجھ پر مہربان ہے۔

تو میں نے جیسے ہی بددعا کا قصد کیا، ہاتف غیب سے ندا آئی: اس کے خلاف آواز نہ

اٹھاؤ یہ بیکے از دوستانِ من ہے۔

پھر میں اس کے درِ دولت پر دوڑتا ہوا آیا، اس نے مجھے دیکھ کر یہ سمجھا کہ میں اسے

اس کے گھر سے نکالنے جا رہا ہوں۔ تو وہ عذر خواہانہ انداز میں کھڑا ہو گیا۔

میں نے کہا: میں اس لیے نہیں آیا بلکہ میں نے تمہارے بارے میں ایسا ایسا سنا ہے۔

اب اس پر گریہ و بکا کی کیفیت طاری ہو گئی اور کہنے لگا: میں اپنی جملہ کوتاہیوں سے سچی توبہ

کرتا ہوں۔

حضرت ذوالنون مصری رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا گیا: آپ کے احوال کی

شروعات کیسے ہوئی؟ فرمایا: اپنی جوانی کے عالم میں میں کھیل کود اور جفاکشی کا شوقین

تھا۔ پھر ہوا یہ کہ قسمت کی یادری سے ایک بار مجھے حج بیت اللہ شریف کی سعادت نصیب

ہوئی۔

میں ایک کشتی پر سوار تھا، اور ہم کوئی درمیان سمندر میں رہے ہوں گے کہ ہم میں سے

کسی کا بٹوا غائب ہو گیا، ہم میں موجود ہر شخص سے تلاشی لی گئی، ہمارے ساتھ ایک نوخیز شخص

بھی تھا جس کے رخسار ابھی ریش نا آشنا تھے، جب تلاشی لینے والے اس نوخیز کے پاس پہنچے

تو اس نے کشتی سے ایک جست لگائی اور سطح سمندر پر جا کر بیٹھ گیا اور کہنے لگا :

اے میرے مولا! انھوں نے مجھے اپنی تہمت کا نشانہ بنایا ہے۔ اور اے قرارِ دل میں تیری قسم کھاتا ہوں کہ تو جملہ سمندری جانوروں کو حکم دے دے کہ وہ اپنے منہ میں موتی لے کر اپنا سر باہر نکال دیں۔

حضرت ذوالنون رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ابھی اس نوخیز کی بات مکمل بھی نہ ہونے پائی تھی کہ ہم نے دیکھا کہ سمندر کے سارے جانوروں نے اپنا سر نکال دیا اور ان میں سے ہر ایک کے منہ میں چمکتی درخشانی بکھیرتی موتی موجود تھی۔ پھر اس نے ایک اور جست لگائی اور سطح آب پر نہایت خوش رفتاری سے چلنے لگا اور اس کی زبان پر جاری تھا:

”إِيَّاكَ نَعْبُدُ وَإِيَّاكَ نَسْتَعِينُ“

پس مرگ بچوں کی کرامتیں

حضرت مالک بن دینار رضی اللہ سے پوچھا گیا کہ ہمیں یہ بتائیں کہ آپ کے توبہ کا سبب کیا بنا؟ تو فرمایا: دراصل میں ایک پولیس مین (Police man) تھا، اور شراب خوری میری شہرت میں داخل تھی۔ میری ایک لونڈی تھی، جس نے ایک خوبصورت بچی کو جنم دیا، جب وہ اپنے پاؤں زمین پر چلنے لگی تو اس کے اُلفت و پیار کی جڑیں میرے دل کے نہاں خانوں تک پہنچ گئیں اور وہ خود بھی مجھے ٹوٹ کر چاہتی تھی۔ ایک دن ایسا ہوا کہ میں شراب کے نشے میں ڈھت تھا، اس بچی نے میرے پاس آنا چاہا، مگر میں نے غصے کی حالت میں اسے ایسا دھکا دیا کہ وہ گری اور گر کر وہیں مر گئی۔

پھر جب نصف شعبان کی رات (شب براءت) آئی، تو میں نشے کی حالت میں بے خبر سو رہا تھا۔ کیا دیکھتا ہوں کہ جیسے قیامت قائم ہو چکی ہے۔ اور ایک بلا کا دیو ہیکل اُٹھ دھا منہ پھاڑے میری طرف بڑھا چلا آ رہا ہے، جب میں نے مارے دہشت کے اس سے راہ فرار اختیار کرنا چاہی، تو اتنے میں میری نظر ایک خوش لباس و خوشبو پوش شیخ پر پڑ جاتی ہے۔

میں اُن نے استغاثہ کہتا ہوں: - اللہ آپ کو خوش رکھے۔ برائے کرم مجھے اس اژدھے سے بچالیجیے۔ یہ سن کر شیخ رونے لگے اور فرمایا: مجھ سے ناتواں کی اس شہ زور اژدھے کے مقابلے میں حیثیت ہی کیا ہے!، (معاف کیجیے گا، میں آپ کو اس سے نہیں بچا سکتا)۔

پھر میں وہاں سے بھاگ کر ایک آتشیں بند کے پاس آیا، میں اس میں بس چھلانگ لگانے ہی والا تھا کہ کسی نے چیخ کر مجھ سے کہا: خدا واسطے یہاں سے لوٹ جاؤ کیوں کہ تم ان میں سے نہیں۔ اس کی یہ بات سن کر میں وہاں سے پلٹ گیا۔ ادھر اژدھا مجھ سے قریب سے قریب تر ہوتا چلا جا رہا تھا، اور مجھے کچھ سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ میں کروں تو کیا کروں۔

اسی اثنا میں میری وہ فوت شدہ بیٹی نمودار ہوئی اور کہنے لگی: بابا جان! قسم بخدا، آپ میرے باپ ہیں۔ اتنا کہہ کر اس نے اپنا داہنا ہاتھ میری طرف بڑھایا جسے پکڑ کر میں جھول گیا، اور بائیں ہاتھ اژدھے کو دکھایا تو وہ بھاگتا بنا۔ پھر اس نے مجھے بڑے چاؤ سے بٹھایا اور خود آ کر میری آغوش میں بیٹھ گئی اور کہنے لگی: پدر بزرگوار!

اَلَمْ يَأْنِ لِلَّذِينَ آمَنُوا اَنْ تَخْشَعَ قُلُوبُهُمْ لِذِكْرِ اللّٰهِ ۝ (سورہ حدید:

(۱۶/۵۷)

ترجمہ: کیا ایمان والوں کے لیے (ابھی) وہ وقت نہیں آیا کہ ان کے دل اللہ کی یاد کے لیے رقت کے ساتھ جھک جائیں۔

میں نے اس سے کہا: حیرت ہے کہ تم اتنا اچھا قرآن پڑھ لے رہی ہو؟ کہا: ہاں! ہمیں آپ سے کہیں زیادہ حروف قرآنی کی معرفت ہے۔

میں نے پوچھا: اچھا ذرا اس اژدھے کے واقعہ کا پس منظر تو بیان کرو کہ وہ میری ہلاکت کا خواہاں کیوں تھا؟ کہا: ابا حضور! دراصل وہ آپ کا عمل بد تھا جسے آپ نے اتنا شہ زور اور قوی بنا دیا تھا۔

میں نے پوچھا: اچھا اب ذرا اُس شیخ کی بابت کچھ بتاؤ جن سے میرا گزر ہوا تھا (مگر وہ میرے لیے کچھ نہ کر سکے تھے) کہا: وہ آپ کا عمل خیر تھا جسے آپ نے نہایت نحیف و لاغر کر رکھا تھا کہ عمل بد کے مقابلے میں آنے کی اس میں قوت ہی نہ تھی۔

میں نے پوچھا: اب یہ بتاؤ کہ تم یہاں کیا کرتی ہو؟ کہا: یہ سب دیکھئے ہم اہل ایمان کے بچے ہیں، اللہ تعالیٰ نے ہمیں اس پہاڑ پر بسا رکھا ہے، اب ہم سفارش کرنے کے لیے آپ لوگوں کی تشریف آوری کے منتظر ہیں۔

حضرت مالک بن دینار فرماتے ہیں کہ اب جب میری نیند کھلی تو میری خوشی کی کوئی انتہا نہ تھی، اور میرا پورا زاویہ حیات بدلا ہوا تھا۔

روایتوں میں آتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت داؤد علیہ السلام کی طرف وحی بھیجی :

یا داؤد، لیس کل الأولاد أو لاداً صالحاً، منهم ولد یسعر علی والدیہ ناراً، و ولد یشفع فی أبویہ فی دخلہ الجنة .

یا داؤد، کم من مملوک عندی أقرب من سیدہ، و کم من ولد أطهر من أبیہ .

یا داؤد، إن السعید عندی هو السعید أبداً و ربما حال إلی الشقاوة، و إن الشقی عندی هو الشقی أبداً و لربما حال إلی السعادة، ثم لا راد لحکمی ولا دافع لقضائی .

یعنی اے داؤد! ہر اولاد نیک ہو ایسا کوئی ضروری نہیں۔ ان میں کچھ ایسے بھی ہوتے ہیں جو اپنے والدین کو جہنم کے ہاتھوں نیلام کر دیتے ہیں۔ اور ان میں کچھ وہ بھی ہوتے ہیں جو اپنے والدین کو دولت شفاعت سے بہرہ ور کر کے انھیں خلدِ اَشیاں بنا دیتے ہیں۔

اے داؤد! میری نگاہوں میں بہت سے غلامِ قرب کا وہ مقام پاچکے ہوتے

ہیں جو کہ ان کے آقاؤں کو بھی نہیں نصیب۔ اور بہت سی اولاد طہارت و پاکیزگی کے اعتبار سے اپنے باپ پر بھی بازی مار لے جاتی ہیں۔

اے داؤد! میرے ہاں نیک بخت وہی ہے جس کی سعادت و نیک بختی دوام پذیر ہو اور (شیطان کے بہکاوے میں آکر) شاذ و نادر کبھی بد بختی کا رخ کر لے۔ اور میرے ہاں بد بخت وہ ہے جو سداشقاوت و بد بختی پر جما رہے، اور (توفیق خیر رفیق حال ہو جائے تو) کبھی نیک بختی کی طرف بھی مائل ہو جائے۔ پھر کون ہے جو میرے حکم کو (نفاذ سے) روک دے، اور میری آئی ہوئی قضا کو ٹال دے۔

قرآن حکیم کا فیضانِ بے کراں

یکے از صالحین کا بیان ہے کہ ایک دائمی شراب خور میرے پڑوس میں رہا کرتا تھا۔ اس کے انتقال کے بعد میں نے التجا کی کہ اے اللہ! مجھے خواب میں اسے دکھا۔ تو مدتوں بعد میری یہ التجا منظور ہوئی اور کوئی چھ سال کے بعد میں نے خواب میں اسے سرخ جوڑا پہنے ہوئے دیکھا۔

میں نے پوچھا: اللہ نے تمہارے ساتھ کیا معاملہ کیا؟ کہا: یا سیدی! مرتے ہی مجھے جہنم رسید کر دیا گیا۔ پھر مجھ آتشی کوڑے برسائے گئے۔ ہر پیالے کے بدلے ایک ہزار ضربیں لگائی گئیں۔ اور (ادھر دنیا میں) میں اپنی بیوی کو اُمید سے چھوڑ کر آیا تھا جس نے ایک بچہ کو جنم دیا، جب وہ بولنے لگا تو اس کی زبان سے ”لا الہ الا اللہ“ نکلنے کی دیر تھی کہ اللہ نے مجھے آتش جہنم سے آزاد فرما دیا۔

پھر جب وہ زندگی کی پانچویں بہار میں داخل ہوا، اور مکتب پہنچا تو استاد نے اس سے کہا پڑھو: بسم اللہ الرحمن الرحیم، اس نے جب پڑھ دیا تو اللہ تعالیٰ نے اس کی برکت سے مجھے جنت میں داخلے کا پروانہ جاری کر دیا اور اس کے اندر وہ نعمتیں عطا فرمائیں جس کا نہ کسی آنکھ نے مشاہدہ کیا ہوگا اور نہ کسی کان نے سنا ہوگا۔

حضور ختمی مرتبت علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ارشادِ عالی ہے :

ما من شفیع افضل عند اللہ منزلة يوم القيامة من القرآن .

یعنی عرصہ محشر میں اللہ تعالیٰ کو قرآن کریم کی شفاعت سے بڑھ کر کسی کی شفاعت محبوب و مرغوب نہ ہوگی۔

نیز فرمایا :

خیر کم من تعلم القرآن و علمہ .

یعنی تم میں سب سے بہتر وہ ہے جو قرآن کو سیکھے اور پھر اس کو سکھائے۔

حضرت وہب بن منبہ رضی اللہ عنہ کے حوالے سے ایک حکایت بیان کی جاتی ہے کہ آپ نے ایک عجمی لونڈی خریدی (مگر وہ اپنی محنت و لیاقت سے) فصاحت و بلاغت میں عبور حاصل کر گئی۔

ایک دن اس نے آپ سے خواہش ظاہر کی: اے میرے آقا! مجھے سورہ فاتحہ کی تعلیم دیجیے۔ تو آپ نے اس سے فرمایا۔ عجیب بات ہے! شام میں تو تم عجمی تھی اور اب صبح کو تم فصیحہ بن گئی۔ اس کے آقا نے اس کی وجہ دریافت کی تو اس نے کہا: یا سیدی! اصل میں گزشتہ شب میں نے ایک خواب دیکھا تھا۔ پوچھا: وہ کیا ہے؟

کہنے لگی: میں نے دیکھا کہ جیسے پوری دنیا آگ میں جھلس رہی ہو، مگر اس میں راہ جنت کو جاتا ایک راستہ میرے لیے کھلا تھا، اتنے میں حضرت موسیٰ علیہ السلام بھی کہیں سے اسی راستے پر آ گئے۔ یہودی انھیں دیکھ کر ان کے پیچھے لگ گئے۔ آپ ان سے مخاطب ہو کر بولے: میں نے تمہیں یہودی بنے رہنے کو تو نہیں کہا تھا، تو وہ دائیں بائیں اپنے چہروں کے بل آگ میں گر پڑے اور حضرت موسیٰ تنہا جنت میں داخل ہو گئے۔

یوں ہی حضرت عیسیٰ بھی اسی راہ پر نکل آئے، اور نصرانی ان کے پیچھے ہو لیے۔ آپ کے اور ان کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا: میں نے تمہیں نصرانی بنے رہنے کا حکم تو نہیں

دیا تھا۔ تو وہ بھی دائیں بائیں اپنے چہروں کے بل کر آگ کا ایندھن بن گئے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام تنہا جنت کے اندر داخل ہو گئے۔

آپ سے لگے حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی اسی راستہ پر جلوہ افروز ہو گئے، اور آپ کی امت آپ کے پیچھے پیچھے تھی۔ آپ نے وقفہ کیا اور اپنی امت کی طرف مخاطب ہو کر فرمایا: میں نے ہی تمہیں حکم دیا تھا کہ اللہ رب العزت پر ایمان لاؤ تو تم اس پر ایمان لائے، تو اب خوف و ملال کس بات کا! خوشیاں مناتے ہوئے جنت میں گھس جاؤ۔ یہ وہی جگہ ہے جس کا تم سے وعدہ کیا جاتا رہا تھا۔ تو ساری امت آپ کے جلو میں داخل بہشت ہو گئی۔ مگر مجھے اور مزید دو عورتوں کو دروازہ جنت پر روک دیا گیا۔

اللہ تعالیٰ نے ہم سے پوچھا: کیا تمہیں قرآن پڑھنا آتا ہے؟ تو دروازے پر کھڑے فرشتہ نے (اس کی وضاحت کرتے ہوئے) دو عورتوں سے کہا: کیا تم نے سورہ فاتحہ پڑھا ہے؟ بولیں: جی ہاں۔ تو مالک جنت رضوان نے کہا: جاؤ جنت میں داخل ہو جاؤ۔ تو اے آقا! اسی لیے میں آپ سے گزارش کر رہی ہوں کہ مجھے سورہ فاتحہ سکھا دیجیے۔

حضرت اور لیس حداد رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ایک بار حمزہ بن حبیب زیات کے پاس میرا جانا ہوا۔ انھیں عالم گزیہ و بکا میں پا کر میں نے پوچھا: آپ کیوں رو رہے ہیں؟ فرمایا: میرے دوست! گزشتہ شب میں نے خواب دیکھا کہ جیسے قیامت برپا ہو گئی ہو۔ اہل قرآن کو طلب کیا گیا جن میں میں بھی شامل تھا۔ پھر میں نے کسی کہنے والے کو کہتے ہوئے سنا: جنت میں صرف وہی جاسکتا ہے جس نے قرآن پر عمل کیا ہو۔ تو میں وہاں سے پلٹ آیا۔

پھر کسی ہاتف غیبی نے میرا نام لے کر پکارا: میں نے کہا: 'لبیک اللہم لبیک'۔ چنانچہ میں ایک گھر میں داخل ہوا جہاں قراءت قرآن کا شور سنائی دے رہا تھا۔ تو میں سہما ہوا وہیں کھڑا رہا کہ اتنے میں پھر ایک منادی کی آواز سنی: اس میں ڈرنے کی کیا بات

ہے! چلو، سورۃ انعام پڑھ کر سناؤ۔

میں نے قرآن پڑھنا تو شروع کر دیا لیکن اس کی مجھے مطلقاً خبر نہ ہوئی کہ میں کس کے سامنے قرآن پڑھ رہا ہوں۔ جب میں اس آیت پر پہنچا: ”وَهُوَ الْقَاهِرُ فَوْقَ عِبَادِهِ“ تو پردہِ غیب سے ایک آواز اُبھری: تو نے سچ کہا۔

جب میں نے پوری سورہ مکمل کر دی، تو مجھ سے پھر فرمائش ہوئی: اور پڑھو۔ چنانچہ میں نے سورۃ اعراف پڑھنا شروع کر دیا۔ اور اسے بھی ختم کر ڈالا، اور سجدہ کرنے کے لیے جھکنے لگا تو مجھ سے کہا گیا: اے حمزہ! سجدہ نہ کر۔ قرآن کا ایک حق یہ بھی ہے کہ اہل قرآن کو اعزاز و اکرام سے نوازا جائے۔ میرے قریب آ۔

میں قریب ہوا۔ پھر سونے کا ایک کنگن منگوا کر مجھے پہنایا اور کہا: یہ تمہاری قراءتِ قرآن کا صلہ ہے۔ ساتھ ہی سونے کا ایک پڑکا منگوا کر میری کمر میں باندھا اور کہا: یہ تمہاری خوش نغمگی کا بدلہ ہے۔ اخیر میں یا قوت جڑا ایک زریں تاج منگوا کر میری تاج پوشی کی اور کہا: یہ لوگوں کو قرآن سکھانے کا انعام ہے۔

اے حمزہ، مجھے اپنی عزت و جلال کی قسم! میرا یہ صرف تمہارے ہی ساتھ کوئی خصوصی برتاؤ نہیں، بلکہ تم سے اعلیٰ و ادنیٰ ہر قرآن خواں کو میں اس قسم کے اعزاز سے نوازتا رہتا ہوں۔

اے حمزہ، مجھے اپنی عزت و جلال کی قسم! میں اس زبان کو کبھی بھی آگ کا عذاب نہ دوں گا جس سے قرآن کی تلاوت ہوئی ہو۔ اور نہ ایسے دل ہی کو جس نے اس قرآن کو اپنے اندر محفوظ کیا ہو، نہ ایسے کان کو جس نے اس قرآن کو سنا ہو، اور نہ ایسی آنکھ کو جس نے اس قرآن پر نگاہ کی ہو۔

حضرت آقا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان ہے :

ان في الجنة ما لا عين رأت، ولا أذن سمعت، ولا خطر على

قلب بشر، و إن الرجل من أهل الجنة ليتزوج باثنتي عشرة ألف حورية، يعانق كل واحدة منهم بمدة عمرة .

یعنی جنت میں وہ کچھ ہے جس کو کبھی کسی آنکھ نے دیکھا تک نہ ہوگا۔ جس کی بابت کسی کان نے سنا تک نہ ہوگا۔ اور نہ کسی انسان کے دل پر اس کا خیال گزرا ہوگا۔ اور ایک جنتی مرد بارہ ہزار حوروں سے شادی کرے گا۔ اور ان میں سے ہر ایک کے ساتھ مدتوں ملتا رہے گا۔

حضرت سفیان رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: قسم بخدا! مجھے پوری تحقیق کے ساتھ یہ خبر پہنچی ہے کہ اہل بہشت اپنے آرام کدوں میں ہوں گے، اور ان پر ایسے انوار و تجلیات کا چھڑکاؤ ہوگا کہ جن سے ہشت بہشت نور بارہوا اٹھیں گی۔ جب ان کی نظر پڑے گی وہ اُسے نور الہی سمجھ کر سجدے میں گر پڑیں گے۔ معاً ایک آواز آئے گی: اپنی جبینوں کو سنبھالو، کیوں کہ یہ نور الہی نہیں جیسا کہ تم سمجھے بیٹھے تھے بلکہ یہ پھوٹنے والی روشنی دراصل اس لونڈی کا نور تھا جس نے اپنے جنتی شوہر کے چہرے پر ایک ہلکی سی مسکراہٹ بکھیری تھی۔

حضرت ربیع بن خثیم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: میں نے خواب میں ایک کہنے والے شخص کو کہتے ہوئے سنا: اے ربیع! میمونہ حبشیہ جنت میں تمہاری رفیقہ حیات ہوگی۔

صبح ہوتے ہی میں نے اس کے بارے میں معلوم کیا تو مجھ کو بتایا گیا کہ وہ شام میں سکونت پذیر ہے، لہذا میں اسی ارادے سے نکل گیا، شام پہنچ کر میں نے دیکھا کہ وہ بکری چرا رہی ہے۔

میں نے اسے سلام کیا؟ تو اس نے کہا: اے ربیع! ہماری اجتماعی رہائش یہاں نہیں ہوگی۔

میں نے اس سے پوچھا: تمہارے کتے تو بہت ہیں مگر بکریاں کافی کم ہیں۔ تو اس نے کہا: وہ کتے نہیں بلکہ بھیڑیے ہیں۔

میں نے کہا: بکری اور بھیڑیے تم اکٹھے کیسے چرا رہی ہو (یہ دونوں تو کبھی یکجا نہیں ہوتے)؟ کہا:

أصلحت ما بيني و بين مولائي فأصلح الله ما بين الذئب و الغنم .

یعنی جس طرح آپ نے میرے اور میرے آقا و مولا کے مابین تعلق استوار کر دیا اسی طرح اللہ نے بھیڑ اور بکریوں کے درمیان رشتہ خاطر پیدا فرما دیا ہے۔

حضرت اصمعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: میرا قبیلہ ہاے عرب میں سے کسی قبیلہ میں جانا ہوا۔ اچانک میری نگاہ کسی باندنی پر پڑی تو اس کے حسن سراپا نے مجھے رُک کر تگنے پر مجبور کر دیا اور میری زبان سے برجستہ نکل گیا: بڑا اقبال مند ہو گا وہ جس کا یہ نصیبہ بنے۔

اتنے میں ایک بد شکل شخص رونما ہوا اور اسے اپنی بانہوں میں دبا کر چلتا بنا۔ میں نے پوچھا: یہ تمہارا کون لگتا ہے؟ بولی: میرا رفیق حیات۔ میں نے پوچھا: کیا تم ایسا حسین و جمیل سراپا اس کے حوالے کرنے پر راضی ہو۔

اس نے کہا: یہ سب آپ کے کہنے کا کرشمہ ہے۔ شاید وہ میرے اور اللہ کے مابین حسن عقیدت کا رشتہ استوار کرنے میں بہترین رول ادا کرے، تو وہ میرے لیے باعث ثواب بن جائے گا۔ اور شاید میں اپنے اور اللہ کے درمیان ہفوات و معاصی کی مرتکب ہو بیٹھوں تو وہ میرے لیے سزا کا کوڑا بن جائے گا۔

یکے از صالحین سے حکایۃ نقل ہے کہ انھوں نے کسی زنا نہ جنازہ کے پیچھے ایک مرد کو روتے ہوئے دیکھا۔ تو اس سے پوچھا: میرے دوست! اس کا تمہارے ساتھ کیا رشتہ تھا؟ کہا: میری بیوی تھی۔ میں نے پوچھا: تمہاری صحبت میں اسے کتنی مدت رہنا نصیب ہوا؟ کہا: چالیس سال۔

میں نے پوچھا: اس کے ساتھ رشتہ ازدواج میں منسلک ہونے کا سبب کیا بنا؟ کہا:

میں یحییٰ بن نعیم کی مسجد میں کثرت سے نمازیں پڑھا کرتا تھا۔ بسا اوقات جب میں مسجد سے باہر نکلتا اس پر نظر پڑ جاتی، پھر میں دھیرے دھیرے اس کے دل میں اُترتا گیا اور وہ آہستہ آہستہ میرے دل میں جگہ بناتی گئی۔

پھر ایک دن وہ بھی آیا ہم ایک دوسرے کے ساتھ سلک از دواج میں گندھ گئے۔ جب یہ میرے ساتھ گھر میں داخل ہوئی۔ میں نے پوچھا: اس ذات کا بدلہ کیسے چکایا جائے جس نے ہمیں یکجا کیا اور ہمیں اجتماعی زندگی گزارنے کی توفیق دی۔ بولی: ایسا کرتے ہیں کہ آج کی شب دونوں تادم سحر جاگ کر اس کو سجدہ شکر کا نذرانہ پیش کرتے ہیں؛ لہذا ہم نے ویسا ہی کیا۔

نماز فجر ادا کرنے کے بعد وہ عرض کناں ہوئی: اس ہستی کا شکر یہ کیسے ادا کیا جائے جس نے ہمیں حرام نہیں بلکہ حلال طریقے پر یکجا ہونے کا شرف بخشا۔ میں نے کہا: ایسا کیوں نہ کریں کہ آج کا دن شکرانہ مولا میں روزے سے گزار دیں۔ چنانچہ ہماری چالیس سالہ زندگی کے شب و روز کا یہی معمول رہا۔ (تو ایسی وفا شعار بیوی کی موت پر اگر نہ روؤں تو کب روؤں!)

ایک مرد درویش کا کہنا ہے کہ میں نے ایک بزرگ کو ان کی وفات کے بعد خواب میں دیکھ کر پوچھا:

ما فعل اللہ بک؟ قال: أدخلني الجنة، قلت: أي الأعمال أفضل عندهم، قال: التوكل، وقصر الأمل.

یعنی اللہ نے آپ کے ساتھ کیا معاملہ کیا؟ فرمایا: مجھے سیدھا جنت میں داخل کر دیا۔ میں نے پوچھا: عالم برزخ میں سب سے زیادہ کس چیز کی مانگ ہے؟ فرمایا: توکل، اور کم سے کم خواہش کی۔

روایتوں میں آتا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے مسلسل ستر صحبیں اللہ کے ساتھ

شوقِ مناجات میں گزار دیں، اور اس بیچ کوئی چیز اپنے منہ کے قریب نہ لے گئے۔ پھر جب شدت بھوک نے آپ کو تڑپانا شروع کیا تو سلسلہ مناجات منقطع ہو گیا جس کے غم میں آپ بیٹھ کر گریہ و بکا کرنے لگے۔

اتنے میں ایک شیخ حاضر ہوئے جن سے حضرت عیسیٰ نے فرمایا: اے شیخ! میرے لیے اللہ کی بارگاہ میں دعا فرمادیں کیوں کہ میں اس کے ساتھ مناجاتِ خاص کی حالت میں تھا اتنے میں مجھ پر بھوک کا حملہ ہوا اور پھر وہ حالت جاتی رہی۔ یہ سن کر شیخ نے کہا:

اللہم إن كان الأكل خطر ببالی منذ عرفتك فلا تغفر لی .

یعنی اے اللہ! جب سے مجھے تیرا عرفان نصیب ہوا ہے اس کے بعد سے اگر کبھی بھوک تعلق باللہ کی راہ میں حائل ہوئی ہو تو مجھے دولت بخشش سے محروم رکھنا۔

اہل اللہ کی کرامتیں

حضرت عبداللہ کنانی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ایک فقیر میرے پاس روتا ہوا آیا۔ میں نے اس کے احوال پوچھے، تو وہ کہنے لگا: دس دن میں نے اس عالم میں گزارے کہ کھانے کا ایک لقمہ منہ میں نہ گیا۔ کچھ لوگوں سے میں نے بھوک کی شکایت کی، (مگر انھوں نے سنی ان سنی کر دی)، پھر کسی گلی سے میں گزر رہا تھا کہ راستے میں ایک درہم پڑا پایا فوراً اٹھا لیا، اور اس کے اوپر یہ تحریر تھا:

أما كان الله عالماً بجوعك حين قلت: إني جائع .

یعنی کیا اللہ تعالیٰ کو تیرے بھوکے ہونے کا علم نہ تھا کہ تو نے لوگوں کے سامنے

اس کا اعلان کیا۔

حضرت بایزید بسطامی رضی اللہ عنہ کے بارے میں آتا ہے کہ آپ نے اپنے اوپر ہر قسم کے دروازے کو بند کر کے بارہ دن مسلسل خلوت گزینی میں بسر کر دیے، چنانچہ

آپ پر بھوک کا غلبہ ہوا، اور تلاش رزق میں نکل پڑے۔ ایک یہودی کے دروازے پر پہنچے جہاں پر ایک کتا بیٹھا ہوا تھا۔ حضرت بایزید دروازے پر کھڑے ہو کر سوال کرنے لگے۔ یہودی نے آپ کی طرف ایک روٹی پھینکی، جیسے ہی آپ نے اسے پکڑا کتا آپ کے چہرے پر جھپٹ پڑا۔

آپ نے فرمایا: کتے! اتنی جلدی بھی کیا ہے؟ روٹی ایک ہے اور کتے دو، لہذا آدھی میری اور آدھی تمہاری۔ یہ کہتے ہوئے نصف روٹی اس کی طرف پھینک دی اور خود اس پر سوار ہو گئے۔

کتے نے کہا: آپ کے خالق کی قسم! آپ نے مجھ سے کیوں نہیں مانگا میرے مالک کے سامنے دست سوال پھیلانے کی آپ کو کیا ضرورت پڑ گئی تھی۔ حضرت بایزید نے فرمایا: اے اللہ! اس کتے کو بولنے کی قدرت عطا فرمادے، چنانچہ وہ کتا قوتِ نطق پا کر مجھ سے گویا ہوا: سات سال کا طویل زمانہ گزر گیا، اور میں اس یہودی کے دروازے سے کبھی نہیں ہٹا اور نہ ہی میرے دل میں کبھی کسی طمع و حرص کا خیال گزرا، اگر اس نے کبھی کچھ ڈال دیا، کھا لیا، اور نہ دیا تب بھی اس کے در سے منہ پھیر کر کہیں اور کا رخ نہیں کیا۔ اور آپ ہیں کہ بارہ دن تک اپنے آقا کے در پر جمے رہے پھر اس در کو چھوڑ کر ایک یہودی کے دروازے پر آکھڑے ہوئے، تو اس (رب) نے آپ کو میرے پاس بھیج کر دراصل ادب سکھوانا چاہا ہے۔ اتنا سننا تھا کہ حضرت بایزید چیخے اور چہرے کے بل زمین پر آ رہے۔

کہا جاتا ہے کہ حضرت سفیان ثوری رضی اللہ عنہ تین دن تک بلا کھائے پیے رہ گئے۔ ایک دن اپنی بہن سے کہا: کسی ہمسائے کا دروازہ کھٹکھٹا کر دیکھو۔ وہ گئیں اور جا کر کہا: میرا بھائی سفیان تین دن فاقہ کر کے جاں بلب ہو گیا ہے، تمہارے پاس ایسی کوئی چیز ہے جس سے انھیں کچھ قوت پہنچائی جاسکے؟ بولے: ہم تو پانچ دن کے فاقے سے گزر رہے ہیں، چنانچہ میں نے دوسرے دروازے پر آواز لگائی۔ وہ لوگ بولے کہ ہم تو سات دن کے فاقوں سے ہیں۔ پھر ہاتھ غیب نے کہا: اے سفیان! اگر ہم سے محبت کا دعویٰ ہے

تو آزمائش پر صبر کرنا سیکھ، ورنہ ہم سے اپنا رشتہ خاطر منقطع کر لے۔

حکایت ہے کہ کسی کا عرصہ حیات تنگ ہو گیا تو اس نے اپنے ایک دوست سے تنگ دستی کا شکوہ کیا۔ چنانچہ اس کے دوست نے خواب دیکھا جس میں ایک کہنے والا کہہ رہا تھا: اپنے دوست سے جا کر کہہ دو اگر ہمارے فرمان و حکم پر راضی رہ سکتے ہو تو رہو ورنہ ہمارے قرب سے کنارہ کش ہو جاؤ۔

حضرت شبلی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: میں بغداد کے کوچے سے گزر رہا تھا کہ اچانک نگاہ ایک لونڈی پر جاڑکی، جو راہ سے لگے گریہ دہکا کر رہی تھی۔

میں نے پوچھا: کیوں رو رہی ہو؟ کہا: یاسیدی! سات دن گزر گئے اور اب تک کسی کھانے سے ملاقات نہیں ہوئی۔

میں نے اپنے ایک شاگرد کو کہا تو اس نے بازار سے جا کر کچھ کھانا خرید لیا اور اسے کھلا پلا دیا۔ پھر میں وہاں سے پلٹ آیا۔ رات ہوئی تو میں نے خواب دیکھا کہ وہ آسمان سے اتر رہی ہے۔

میں نے پوچھا: کہاں سے آرہی ہو؟ کہا: اُس کے پاس سے۔
میں نے پوچھا: وہاں تمہارا کیا کام تھا؟ بولی: آپ کو اس سے بخشوا کر آرہی ہوں۔
میں نے کہا: اگر یہ خواب سچا ہو تو وہ کل مردہ ملے گی۔ جب صبح ہوئی تو واقعاً وہ مردہ جان پڑی تھی۔

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: قیامت کے دن ایک آواز لگانے والا پکار کر کہے گا:

أین الذین أکرموا الفقراء و المساکین فی الدنیا، ادخلوا الجنة لا خوف علیکم الیوم و لا أنتم تحزنون .

یعنی فقرا و مساکین کو دنیا میں عزت دینے والے اور ان کا خیال رکھنے والے

کہاں ہیں، آئیں اور جنت میں داخل ہو جائیں۔ آج ان پر نہ کوئی خوف ہوگا اور نہ ہی کوئی غم۔

کسی صالح کامل کا قول ہے کہ میں نے احمد بن طولون کو ان کے وصال کے بعد خواب میں دیکھ کر پوچھا: اللہ نے تمہارے ساتھ کیا معاملہ کیا؟ کہا: جب میری روح قبض کی گئی، ایک بے مروت ہانکنے والا مجھے لے کر جہنم کے اوپر سے گزرا، دروازہ ہائے جہنم کھول دیے گئے اور اس کا دھواں اوپر اٹھنے لگا۔ مجھے شدید خوف لاحق ہوا اور اپنی ہلاکت یقینی نظر آنے لگی۔

اتنے میں خوشبوؤں میں بسی ہوئی ایک خوبو لوٹدی میرے پاس آ کر بولی۔ اے احمد! ڈریے نہیں، میں آپ کی آزادہ کردہ ہوں۔ پھر وہ میرے اور آگ کے درمیان کھڑی ہو گئی، اور شعلوں کا رخ بدل گیا۔

میں نے پوچھا: تم کون ہو؟ کہا: آپ کا صدقہ جو کہ آپ دائیں اور بائیں خفیہ طور پر دیا کرتے تھے۔ پھر عرش کے نیچے سے ایک منادی نے ندا دی: باب المغفرۃ کے ذریعہ اسے جنت میں داخل کر دو۔ چنانچہ میں جنت میں پہنچ گیا، اور اس وقت میں کیسا ہوں تم دیکھ ہی رہے ہو۔.....

یکے از صالحین نے فرمایا: میرا ایک بھائی انتقال کر گیا۔ خواب میں دیکھ کر میں نے پوچھا:

یا اُحییٰ، کیف تری حالک حین وضعت فی قبرک؟ قال: یا اُحییٰ، اتانی بشہاب من نار، فلو لا ان دعا داع لی لہلکت.

یعنی اے بھائی! جب تمہیں قبر میں رکھا گیا اس وقت تمہاری حالت کیا تھی؟ کہا: اے بھائی! ایک آتشیں گولہ میرے پاس لایا گیا۔ وہ تو اچھا ہوا کہ کسی دعا کرنے والے نے دعا کر دی؛ ورنہ میری ہلاکت تو یقینی تھی۔

کسی شاعر نے بڑی اچھی بات کہی ہے۔

تیقنت انی مذنب و محاسب ☆ ولم أدر مجروم أنا أو معاقب

و ما أنا إلا بین الأمرین واقف ☆ فأما سعید أم بذنبی مطالب

وقد سبقت منی ذنوب عظیمه ☆ فیالیت شعری ما تكون العواقب

فیا منقذ العرقی و یا کاشف البلا ☆ ویا من له عند الممات مواهب

أغثنا بغفران فإنک لم تنزل مجیبا ☆ لمن ضاقت علیہ المذاهب

یعنی مجھے اپنے گنہگار و خطا کار ہونے کا یقین ہے؛ لیکن مجھے یہ نہیں معلوم کہ اس

جرم کی پاداش میں میرے ساتھ کیا کیا سلوک کیا جائے گا!۔

دو اَمروں کے درمیان میں کھڑا ہوں، یا تو سعادت مند ہوں گا یا پھر اپنے

گناہوں کی وجہ سے ماخوذ و معتوب۔

اور یقیناً میں بڑے بڑے گناہوں کا ارتکاب کر چکا ہوں، تو اے کاش! میں

آخرت کی سزاؤں سے بچ جاتا۔

تو اے ڈوبتوں کو پار لگانے والے، اور بلاؤں کو چھانٹنے والے! اور اے وہ

جو دم نزع اپنی نوازشات سے نوازتا ہے۔

ہمیں تیرے عفو و غفران کا تعاون درکار ہے۔ اور جب بھی کسی پر کوئی مشکل کی

گھڑی آئی تو اس نے اس کی دعا کو شرفِ اجابت سے نوازا ہے۔

یہ شہادت کہ اُلفت میں قدم رکھنا ہے

حضرت مغیث بن شبیبہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: دم نزع مجھے میری والدہ نے

نصیحت کرتے ہوئے کہا: بیٹا! جب میری تدفین سے فارغ ہو تو میری قبر پر کھڑے ہو کر یہ

الفاظ کہو:

یا أم شیبۃ قولي لا إله إلا الله .

یعنی اے ام شیبہ کہہ لا الہ الا اللہ۔

وصیت کے مطابق میں نے ویسا ہی کیا اور گھر پلٹ آیا۔ رات ہوئی تو خواب دیکھا کہ میری ماں مجھ سے فرما رہی ہیں: بیٹے! اللہ میری طرف سے تجھے جزاے خیر عطا فرمائے۔ اگر تیرے کلمہ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کی تلقین نہ ہوئی ہوتی تو شاید میں ہلاکت کے گھاٹ اتر گئی ہوتی۔

یکے از صالحین کا قول ہے کہ ایک شخص بیابان میں نماز پڑھا کرتا تھا۔ اس نے محراب میں سات پتھر نصب کر رکھے تھے، جب نماز سے فارغ ہوتا پتھروں سے کہتا: اے پتھر! میں تمہیں گواہ بنا کر کہتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد اللہ کے رسول ہیں۔ پس انتقال اسے خواب میں دیکھ کر میں نے اس کے احوال پوچھے، تو کہا: مجھے جہنم میں لے جانے کا حکم ہو گیا، چنانچہ میں جہنم کے دوسرے دروازے تک لایا گیا، کیوں کہ دیگر دروازوں کو ان پتھروں نے بند کر رکھا تھا، اس طرح جہنم کے دروازوں پر لے کر مجھے پھرتے رہے مگر جہنم کے ساتوں دروازوں کا پتھروں نے راستہ بند کر دیا تھا۔

حضرت عبداللہ واحی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ایک دن میں نے واعظ قشیری کی مجلس میں شرکت کی کہ شاید ان کی صحبت اور ان کے وعظ و نصیحت میرے لیے مفید ثابت ہوں، اور ان کی ہر بات کو میں رنگ عمل دینے کی کوشش کروں۔ کہتے ہیں کہ ابھی وہ وعظ فرما ہی رہے تھے کہ مجھ پر غلبہ نیند طاری ہوا اور میں وہیں مجلس میں ڈھیر ہو گیا۔

میں نے دیکھا کہ گویا قیامت قائم ہو چکی ہے، اور لوگوں کی حساب و کتاب کے لیے پیشی ہو رہی ہے۔ لوگوں سے حساب لیا گیا، کچھ تو نجات پا گئے اور کچھ ہلاکتوں کی نذر ہو گئے۔

اتنے میں امام قشیری کے حساب کی باری آگئی کہ جن کی مجلس میں میں بیٹھا محو سماعت

تھا، ان سے بھی حساب لیا گیا، مگر ان کا دامن بہت سی آلودگیوں سے داغدار پایا گیا، نتیجے میں انھیں سوئے جہنم لے جانے کا حکم ہو گیا، دوزخی فرشتوں نے انھیں دبوچ لیا اور انھیں لے کر چل پڑے۔

ارشادِ خداوندی ہوا: میرے بندے کو میرے پاس لاؤ، چنانچہ انھوں نے اللہ کے روبرو پیش کر دیا۔ اللہ نے فرمایا: مجھے اپنی عزت و جلال کی قسم! اگر تم لوگوں کو میرے ذکر کے لیے اکٹھا کر کے انھیں میری رحمتوں کی خوشخبری نہ دیتے تو آج جہنم کے دہکتے ہوئے انگارے تمہارا استقبال کرتے۔ پھر حکم ہوا کہ میرے اس بندے کو جنت میں داخل کر دو۔ جب میں بیدار ہوا تو خواب کی وجہ سے مجھ پر ہراس و کپکپی طاری تھی۔ اور حضرت قشیری سریر آراے منبر ہو کر یہ اشعار گنگنارہے تھے:

حاسبونا فذققوا ☆ ثم منوا فاعتقوا

ہكذا سيمة الملو ☆ ك بالممالیک یرفقوا

ان قلبی یقول لی ☆ و لسانی یصدق

کل من مات مسلما ☆ لیس بالنار یحرق

یعنی ہمیں حساب کی صلیب پر چڑھایا گیا اور جھنجھوڑ دیا گیا، پھر ابر کرم برسا اور ہم آزاد ہو گئے۔

آقاؤں کی یہی شان ہوتی ہے اور وہ اپنے ماتحتوں پر یوں ہی رفق و مروّت کا مظاہرہ کیا کرتے ہیں۔

میری فراست گواہی دے رہی ہے اور زبان اس کی تصدیق کر رہی ہے کہ جسے بھی ایمان کی حالت میں مرنا نصیب ہوا، آتش جہنم کبھی اسے جلا نہیں سکتی۔

حضرت ابراہیم بن ادہم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ایک بار میں کہیں سے گزر رہا تھا کہ میں نے ایک عورت کو اپنے سر پر ایک میت اٹھائے دیکھا جس پر لوگ پتھر برسارہے

تھے۔ میں نے پوچھا: اس کے ساتھ تمہارا کیا تعلق ہے؟ کہا: میرا بیٹا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا نہایت نافرمان تھا اور خلق خدا کی ایک ذرا شرم اس کے اندر نہ تھی۔

میں نے کہا: لاؤ ذرا میں بھی تمہارا ہاتھ بٹا دوں، چنانچہ میں نے بھی کاںدھا دیا، اس کے لیے ایک قبر کھودی اور اسے لٹا دیا، تدفین سے فراغت کے بعد میں نے اسے ”لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ“ کی تلقین کی۔ جب تلقین کر دی تو اس عورت نے کہا: اے ابراہیم! مجھ سے آڑ کر لو، چنانچہ میں ایک دیوار کے پیچھے چلا گیا۔ اب اس کی ماں اٹھی اور قبر سے اپنے سینے کو لگایا اور اس پر اپنے رخسار ملتے ہوئے گویا ہوئی: کاش مجھے معلوم ہو جاتا کہ تمہارا حشر کیا ہوا اور تم سے کیا کہا گیا۔ پھر وہ وہاں سے اُٹھ کر چلتی بنی۔

حضرت ابراہیم فرماتے ہیں: جب وہ چلی گئی تو میں قبر کے پاس آ کر بیٹھ گیا اور کچھ پڑھنے لگا، اتنے میں نیند کا ایک جھونکا آیا اور اس نے مجھے اپنی آغوش میں لے لیا۔ اب میں کیا دیکھتا ہوں کہ دو شخص آئے اور قبر کو شق کر دیا، اس میں اترے اور میت کو بٹھایا، ان میں سے ایک نے اس کی آنکھ سونگھ کر کہا: بڑی خائن و بے باک آنکھ ہے جسے کبھی خشیت الہی میں رونا نصیب نہ ہوا۔ پھر اس کا ہاتھ چھوتے ہوئے کہا: عیب دار ہاتھ جو اچھائیوں سے بدکتا رہا۔ پھر اس کا پیٹ سونگھ کر کہا: پورا پیٹ حرام خوریوں سے بھرا ہوا ہے حلال کا کوئی نوالہ نظر نہیں آ رہا۔ پھر اس کی شرم گاہ سونگھ کر کہا: یہ تو تاحیات اللہ کی نافرمانیوں میں مشغول رہی۔

اب اپنے دوسرے ساتھی سے پوچھتا ہے کہ اس کے ساتھ کیا کیا جائے؟ کہا: دیکھیں اس کے لیے کیا پیغام ہے، چنانچہ ایک لمحے کے لیے غائب ہوا پھر آ کر کہا: اللہ تعالیٰ بڑا کریم ہے اُس نے اس کے سارے گناہوں کو آبِ عفو و غفران سے دھل دیا ہے۔

دوست نے پوچھا: وہ کیوں کر؟ کہا: اللہ ہی بہتر جاننے والا ہے، میں نے تو اس سے

تفصیلات بتا دی تھیں کہ اے پروردگار ہم نے اسے ایسا ایسا پایا ہے۔ تو فرمایا: کیا تو نے اس کا دل بھی سونگھا تھا؟ میں نے کہا: نہیں۔ فرمایا: اس کے دل کے ایک گوشے میں تو حید کی شمع فروزاں تھی، مخلوق نے جب اس سے قطع تعلق کر لیا تو میں نے اپنا تعلق اس سے جوڑ لیا تھا، اور وہ اس کے متعلق میری رحمت سے مایوس ہو چلے تھے جب کہ میں نے اس پر اپنی نگاہِ رافت و مروّت ڈال دی تھی جس کے باعث اس کی مغفرت یقینی ہو گئی۔

کسی نے شعر میں اسے یوں ڈھالا ہے۔

ما من إذا أبصرني معرضا ☆ و ليس فعلي عنده مرتضى

لي رحمة التوحيد، لا غيرها ☆ وهي لقد تدخلني في الرضا

ما حيلتي إلا الرجاء يا سيدي ☆ فاعف بفضلك عما مضى

یعنی اے وہ ذات کہ جب مجھے اس کی جناب میں پیش کیا گیا اور میرے اعمال ایسے نہ تھے جو اسے راضی کر پاتے۔

فقط توحید کا ایک گل دامن وجود میں لگا ہوا تھا جس نے مجھے چمنِ رضا و خوشنودی میں داخل کر دیا۔

میرے پروردگار! میں امید ورجا کا ہاتھ بڑھانے کے سوا اور کر ہی کیا سکتا ہوں؛ لہذا محض اپنے فضل و کرم سے میرے گزشتہ گناہوں کو پروانہٴ معافی عطا کر دے۔

روایتوں میں آتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی طرف وحی بھیجی :

يا موسى، لولا من يقول لا إله إلا الله محمد رسول الله ما

نزلت من السماء قطرة، ولا نبت شيء في الأرض ورقة. يا

موسى، إني آليت على نفسي من قبل أن أخلق السماوات

والأرض أن من مات وهو يشهد أن لا إله إلا الله وحده لا

شریک له و ان محمدا عبده و رسوله صادقاً من قلبه، کتبت له براءة من النار، و ادخلته الجنة بغير حساب .

یعنی اے موسیٰ! کلمہ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کا ورد نہ ہو تو نہ آسمان سے (بارش کی شکل میں) کوئی قطرہ بر سے اور نہ زمین سے کوئی پتہ اُگے۔ اے موسیٰ! زمین و آسمان کی تخلیق سے پہلے ہی میں نے اپنے اوپر اس چیز کو لازم قرار دے دیا تھا کہ جو شخص بھی اخلاص قلب کے ساتھ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کی گواہی دے کر دنیا سے رخصت ہو، جہنم سے براءت کا اعلان کر کے اسے بلا حساب جنت میں داخل کیا جائے گا۔

والدین کی نافرمانی اور اس کا انجام

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: عہد رسالت میں علقمہ نامی ایک شخص تھا، بڑا جہادی اور صدقہ و خیرات کرنے والا۔ کسی مرض نے اس پر حملہ کیا اور مرض بڑھتا گیا جوں جوں دوا کی، چنانچہ اس نے اپنی اہلیہ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں بھیجا۔ اس نے کہا یا رسول اللہ! میرا شوہر علقمہ عالم نزع میں ہے، میں نے چاہا کہ اس کی حالت پر آپ کو مطلع کر دوں۔ تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس سے فرمایا: ہمیں اس کے پاس لے چلو۔

آپ نے وہاں پہنچ کر پوچھا: اے علقمہ! تم خود کو کس حال میں پاتے ہو؟ ان سے کچھ بولا نہ گیا، چنانچہ آپ نے انھیں کلمہ شہادت کی تلقین کی، یہ بھی ان سے ادا نہ ہو سکا۔ جب ان کی موت کے آثار یقینی طور پر نظر آنے لگے تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کی اہلیہ سے پوچھا: کیا اس کے والدین حیات سے ہیں؟ عرض کیا: یا رسول اللہ! باپ تو بہت پہلے انھیں داغِ مفارقت دے گئے، تاہم ان کی بوڑھی ماں تاہنوز حیات سے ہیں۔

حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انھیں بلوایا۔ حاضر ہوئیں تو آپ نے فرمایا: ہمیں علقمہ کے بارے میں کچھ بتاؤ؟ کہا: یا رسول اللہ! وہ صوم و صلوة اور صدقہ و خیرات کا تو بڑا پابند تھا، لیکن میں اس سے ناراض ہوں، وجہ یہ ہے کہ وہ اپنی بیوی کو مجھ سے بڑھ کر عزت دیتا تھا۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: چلو اب لکڑیاں اکٹھی کرو تا کہ علقمہ کو جلتی آگ میں پھونک دیا جائے۔ ان کی ماں نے کہا: یا رسول اللہ! میرے لخت جگر نورِ نظر کو آپ نذر آتش فرمانے کی بات کر رہے ہیں۔ آپ نے فرمایا: اے امِ علقمہ! دنیا کا عذاب آخرت کے عذاب کے مقابلے میں کوئی معنی نہیں رکھتا، اور اللہ کا عذاب بڑا دردناک ہوا کرتا ہے۔ اور آپ یہ جان لیں کہ جب تک آپ راضی نہ ہوں اللہ ان سے راضی ہونے والا نہیں، اور آپ کی ناراضگی کے ہوتے ہوئے ان کے روزہ نماز اور صدقہ و عبادات انھیں کچھ فائدہ نہیں پہنچا سکتے۔

کہا: یا رسول اللہ! میں اللہ و رسول کو گواہ بنا کر کہتی ہوں کہ اب میں اس سے راضی ہوں۔ چنانچہ آپ علقمہ کے پاس آئے اور پھر اسے کلمہ شہادت کی تلقین کی تو اب انھوں نے اپنی زبان سے ادا کیا اور پھر اسی لمحے روحِ قفسِ عنصری سے پرواز کر گئی۔ اور تجہیز و تکفین کے بعد ان کی نماز جنازہ ادا کی گئی۔

حضورِ اکرم رحمتِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کی قبر پر کھڑے ہوئے اور فرمایا:

يا معشر المهاجرين و الأنصار، من فضل زوجته على أمه لم يقبل الله منه صرفا و عدلا .

یعنی اے جماعتِ مہاجرین و انصار! سن لو جو بیوی کو اپنی ماں پر فوقیت دے اللہ سبحانہ و تعالیٰ اس کے خیرات و عبادات کو کبھی قبول نہ فرمائے گا۔

حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مروی ہے کہ آپ نے حضرت ابو ذر رضی اللہ

عنه سے فرمایا: آؤ چلو ذرا غریبوں کی خبر گیری کر لی جائے۔ حضرت ابو ذر نے پوچھا: یا رسول اللہ! غربا سے آپ کی کیا مراد؟ فرمایا: وہی جنھیں کوئی دیکھنے نہیں جاتا۔ کہا: یا رسول اللہ! شاید آپ کی مراد مردے ہیں۔ فرمایا: ہاں۔

ہم اُٹھے اور قبرستان جا پہنچے۔ حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک قبر پر جا کر رُک گئے اور شدید گریہ و بکا فرمایا۔ میں نے پوچھا: یا رسول اللہ! کس چیز نے چشمِ نبوت کو پرِ نم کر دیا؟ فرمایا: اے ابو ذر! دراصل اس قبر کے مردے پر عذاب ہو رہا ہے اور یہ میرا ایک امتی ہے۔

حضرت جبرئیل امین اُترے اور فرمایا: اے محمد! آپ کا رونا سن کر فرشتوں نے رونا شروع کر دیا ہے؛ لہذا اب آپ اس کے حق میں دعا فرمادیجیے۔ چنانچہ آپ نے اس کے لیے دعا فرمادی۔ معاً قبر سے ایک آواز گونجی: یا رسول اللہ! اللہ کے عذاب سے بچائیے، اور امان دلوائیے۔ میرے اوپر نیچے دائیں بائیں ہر چہار جانب آگ ہی آگ ہے۔

حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اے جو ان! تو کس باعث اس کا مستحق ہوا؟ کہا: والدہ کی بددعا کی وجہ سے۔ چنانچہ آقاے کریم علیہ السلام نے حضرت ابو ذر سے فرمایا: لوگوں کے بیچ جا کر یہ اعلان کر دو کہ اس قبر میں جس کا مردہ ہو وہ اس کی قبر کے پاس حاضر ہو جائے۔

لوگ نکلے اور اس قبر کے پاس آئے، ذرا سی دیر میں ایک بڑھیا بھی لائھی کا سہارا لیے اٹھتے بیٹھتے وہاں پہنچی، جب قبر کے سر ہانے آ کر کھڑی ہوئی تو حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پوچھا: یہ قبر والا تمہارا کون تھا؟ کہا: میرا نورِ نظر عزیز بیٹا۔ فرمایا: کیا تم اس سے خفا تھی؟ کہا: نہیں تو۔ ہاں ایک بار ایسا ہوا تھا کہ وہ نشے کی حالت میں میرے پاس آیا، مجھے زد و کوب کیا اور مار کر میرا ہاتھ بھی توڑ دیا، اس وقت میری زبان سے نکل گیا: اللہ تجھ سے کبھی راضی نہ ہو۔

رحمت عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا دل بھر آیا اور فرمایا: اس پر رحم کرو تم پر بھی رحم کیا جائے گا۔ ذرا قبر پر کان دھر کر سنو کہ تہ قبر کیا ہنگامہ مچا ہوا ہے۔ تو اس نے عجیب و غریب پکار سنی: یا رسول اللہ! اللہ کے عذاب سے بچائیے، اور امان دلوائیے۔ میرے اوپر نیچے دائیں بائیں ہر چہار جانب آگ ہی آگ ہے۔ جب بڑھیا نے یہ فریاد سنی تو دل گرفتہ ہو کر روئی، اور کہا: یا رسول اللہ! اب میں اس سے راضی ہو گئی ہوں، اتنا سننا تھا کہ تہ گور نوجوان چیخ اٹھا:

یا أمّہ انصر فی فقد رحمنی اللہ .

یعنی پیاری اماں، اب آپ لوٹ جائیں میرا کام ہو گیا اللہ تعالیٰ نے مجھ پر رحم و کرم فرما دیا ہے۔

کسی نے اشعار میں اس کی ترجمانی یوں کی ہے۔

ذہبت لذة الصبا في المعاصي ☆ وبقی بعد ذلك أخذ القصاص
وإحيائي إن حملت ذنوبي ☆ لمقام تشيب فيه النواصي
أنا عاصر، نوحى علي وأبكي ☆ ويحق البكاء على كل عاص
أحمد الفعّال يا من له الملك ☆ ارتجى في المعاد منك الخلاص
بنبي أرسلته ورسول ☆ بحبيب لديك كنز اختصاص
تعف عما مضى وتب يا إلهي ☆ قبل موتي علي قبل القصاص

یعنی با دِصبا کی ساری لذتیں تو گناہوں کی نذر ہو گئی تھیں۔ اب اگر کچھ بچ رہا تو

وہ یہ کہ ان کا بدلہ لیا جانا ہے۔

اگر زندوں کے اوپر میرے گناہوں کا بوجھ لا دیا جائے تو ان کی پیشانیوں پر

بڑھاپے کی سلوٹوں کے آثار ہو پیدا ہو جائیں گے۔

میں تو غبار ہو چکا ہوں، مگر اب تک مجھے گریہ و نوحہ کی سوغات پیش کی جا رہی

ہے، حالاں کہ سب سے زیادہ روئے جانے کا مستحق تو وہ شخص ہے جس کا دامن حیات گناہوں میں لتھڑا ہوا ہے۔

اے حسن کار انجام دینے والے، ملک پناہ! عرصہ محشر میں تیرے عذاب سے خلاصی جاں پانے کا آرزو مند ہوں۔

اس نبی اکرم و رسول مکرم کے صدقے جنہیں تو نے ہم میں مبعوث فرمایا اور جو تیری چاہتوں کا محور ہیں اور جن پر تو نے ہر قسم کے خزانوں کو فرما دیا ہے۔

لہذا، اے پروردگار! ہمارے گناہ ہائے گزشتہ کو معاف کر اور ہم پر نگاہِ رحمت فرما، مرنے اور بدلہ دیے جانے سے پہلے۔

عرصہ محشر کی پیشی کا خوف

حضرت ہشام رضی اللہ عنہ سے حکایت نقل ہے کہ آپ نے فرمایا: میں نے اپنے بیٹے کو خواب میں بوڑھا دیکھ کر پوچھا:

یا ولدی، مم هذا الشیب؟ قال: یا ایت قدم فلان علینا فزفرت جہنم لقدمہ فلم یبق احد منا الا شیبا۔

یعنی بیٹے! تم پر یہ بڑھاپے کے اثرات کیسے؟ کہا: پدر بزرگوار! فلاں شخص مر کر جب ہمارے پاس آیا تو اس کی آمد پر آتش جہنم اس زور سے بھڑکی کہ اس کی آواز سن کر اب ہم میں کوئی جوان نہ رہا، ہر کسی پر بڑھا پٹاری ہو گیا ہے۔

بیان کیا جاتا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا ایک مقبرہ سے گزر رہا، جہاں سام بن نوح مدفون تھا۔ آپ نے اس کو پکارتے ہوئے کہا: تم سے ملنے کا ارادہ ہے اللہ کی توفیق سے کھڑے ہو جاؤ، چنانچہ وہ اٹھ کھڑا ہوا جس کی داڑھی اور سر کے بال سفید ہو چکے تھے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا: یہ بڑھاپے کی علامت کیسی؟۔

کہا: آپ کی آواز سنا تو مجھے ایسا لگا جیسے یا مت برپا ہو گئی ہو، بس اسی خوفنے داڑھی

وسر کے بال سفید کر دیے ہیں۔ حضرت عیسیٰ نے پوچھا: تمہیں مرے کتنے عرصہ ہوا؟ کہا: کوئی چار ہزار سال، اور سکر ات موت کا شمارتا ہنوز مجھ سے نہیں اُترا۔

روایتوں میں آتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت داؤد علیہ السلام کی طرف وحی کی:

يا داؤد، قل لبني إسرائيل لو لم يكن إلا الموت والحساب و الحيات و الأعوان الذين يجذبون الروح، و يقطعون الأوصال، و يجذبون الشعر من الحلق، و يكسرون الأعضاء، و يقطعون العروق حتى يسمع للهميت صرير أسنانه، لكفى يا داؤد، كم من لسان فصيح قد بكم عن الكلام و التوحيد. يا داؤد، قل لبني إسرائيل استعدوا للزاد فإن الدنيا عن قليل تزول.

یعنی اے داؤد! بنی اسرائیلیوں سے کہہ دو کہ موت و حیات اور حساب و کتاب کا تذکرہ نیز روح قبض کرنے، تعلقات منقطع کر دینے، بال کی کھال نکالنے، اعضا کو توڑ پھوڑ دینے اور شہ رگ کو کاٹ ڈالنے والوں۔ کہ جن سے میت دانتوں کی چرچراہٹ بھی سن سکے۔ کی باتیں عبرت پکڑنے کے لیے کافی ہے۔ اے داؤد! کتنی عمدہ زبانیں ایسی ہیں جو کلام حق و توحید کی ادائیگی کے وقت گونگی ہو جاتی ہیں۔ اے داؤد! بنی اسرائیلیوں سے کہہ دو کہ اپنے لیے زاہد راہ تیار کر لیں کیوں کہ دنیا بس چند ہی دنوں کے بعد زوال پذیر ہو جائے گی۔

جگہ جی لگانے کی دنیا نہیں ہے

دو شخصوں کا کسی زمین کے بارے میں جھگڑا ہو گیا۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے دیوار کی ایک اینٹ کو قوت گویائی بخش دی جس نے کہا: اے دونوں شخص! تم کب تک جھگڑتے رہو گے؟ اللہ کی عزت کی قسم! میں تو ہزار سال قبل پوری دنیا پر حکومت کرنے والے کسی بادشاہ کی ملک ہوں۔

واقعہ یہ ہے کہ میرے مر کر مٹی ہو جانے کے ہزار سال بعد کسی ظروف ساز نے مجھے پالیا، مجھے گڑھ کر برتن بنایا، میں استعمال کی گئی حتیٰ کہ ٹوٹ پھوٹ گئی، پھر ہزار سال تک یوں ہی مٹی بن کر پڑی رہی، پھر کسی شخص کے ہاتھ لگی جس نے سانچے میں ڈھال کر مجھے اینٹ بنا دیا، اب اس دیوار میں میں کوئی تین سو سال سے چنی ہوئی ہوں۔ یہ سن کر دونوں شخص لوٹ گئے اور اس کے بعد پھر کبھی جھگڑا نہ کیا۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا کسی گہرے کنوے پر گزر ہوا، جس سے آپ نے وضو بھی کیا اور پانی بھی نوش جاں فرمایا، پانی میں تلخی کو محسوس کر کے آپ نے اللہ کی بارگاہ میں التجا کی کہ مولا! اس کنوے کو قوت گویائی عطا فرما دے۔ چنانچہ اس کنوے نے عرض کیا: اے روح اللہ! میں آپ کی کیا خدمت کر سکتا ہوں؟ فرمایا: مجھے اپنے اندر اس کڑوے پن کا سبب بتاؤ؟ عرض کیا: اے روح اللہ! میں ایک انسان تھا، جب میری روح پرواز گئی تو میں برسوں بعد بھر بھری مٹی بن گیا، جب کچھ اور سال بیتے تو میرے اوپر یہ کنواں کھود دیا گیا، اور میں آج تک موت کی سختی و تلخی سے آزاد نہیں ہو سکا ہوں۔

ایک آدمی تھا جو موت سے بہت زیادہ ڈرا کرتا اور اس کے خوف و ہراس سے ہمیشہ متفکر و غمگین رہتا اور خوب خوب گریہ و بکا کرتا رہتا تھا۔ ایک بار احساسِ خوف اسے بلا ضرورت کسی میدان میں لے کر چلا گیا جہاں اس کی ملاقات ملک الموت سے ہو جاتی ہے۔ فرشتہ موت نے پوچھا: اے شخص مجھے پہچانتا ہے؟ کہا: نہیں مجھے تمہاری کوئی معرفت نہیں۔ فرمایا: میں ملک الموت ہوں۔ اتنا سننا تھا کہ وہ شخص بے قراری کے عالم میں بیہوش ہو کر گر پڑا۔

جب ہوش آیا، تو ملک الموت نے کہا: اب ایسا کرو تم اپنے گھر چلے جاؤ اور مریضوں کی عیادت کرتے رہا کرو۔ اگر تم مجھے مریض کی پابنتی کے پاس دیکھو تو اس کی دوا دارو کرنے کی کوشش کرو کیوں کہ ابھی اس کے افاقے کا امکان ہے۔ اور اگر مجھے اس کے سر ہانے کے قریب دیکھو تو سمجھ جانا کہ بس اس کا وقت اجل آ گیا ہے، پھر اس کے لیے

کسی دوا وغیرہ کی تشخیص نہ کرنا۔ اور میں بتائے دیتا ہوں کہ تم مجھے عنقریب اپنے سرہانے دیکھنے والے ہو؛ لہذا اس دن کی جتنی تیاری کر سکتے ہو کر لو۔

اب وہ شخص ناصبوری کے عالم میں اپنے اہل خانہ کو چیخ کر بلانے لگا: میرے پاس جلدی سے ایک کاغذ لے کر پہنچو تا کہ میں تمہیں کچھ وصیت لکھ دوں۔ کیوں کہ میں نے وہ سب کچھ اپنے سر کی آنکھوں سے دیکھ لیا ہے جن کے ڈر سے میں مارا مارا پھرتا تھا اور لوگوں کے دلوں میں ان کی ہیبت چھائی رہتی ہے۔ ملک الموت نے کہا: حاکم حقیقی تم سے کہیں زیادہ حکم میں جلدی فرمانے والا ہے۔ اور میں نے تم کو کل تنبیہ کیا تھا تا کہ تم اپنے لیے کچھ کر سکو لیکن اب وہ مدت مہلت ختم ہوئی، اور تیری زندگی کے دن گنے جا چکے؛ لہذا وصیت لکھنے سے پہلے ہی ملک الموت نے اس کی روح قبض کر لی۔

اسی مفہوم کو کسی نے بڑے اچھے انداز میں پیش کیا ہے :

یا ساہیا یا غافلاً عما یراد لہ ☆ حان الرحیل فما أعددت من زاد

تضمن أنك تبقى سرمداً أبداً ☆ هیہات أنت غدا فیمن غدا غادی

مالی سوی انی أرجو الإلہ لما ☆ أہمنی فہو أرجو یوم معاد

یعنی اے غافل و لا پرہ! کبھی تو نے سوچا بھی کہ تیرا مقصد زندگی ہے کیا؟ اب تو

اس دنیا سے کوچ کرنے کا وقت آپہنچا ہے تو تو نے کچھ زادِ راہ جمع کیا ہے؟؟۔

تم اس گھمنڈ میں اتراتے پھرتے تھے کہ اس دنیا میں تمہیں ہمیشہ ہمیش موج

و مستی کرتے ہوئے باقی رہنا ہے۔ تف ہے تیری سوچ پر، تو آئندہ کل ان لوگوں

میں شامل ہونے والا ہے جو گزشتہ کل یہاں سے رخصت ہو گئے۔

میری اللہ سبحانہ و تعالیٰ سے اس کے سوا کوئی اور خواہش و التجا نہیں ہے کہ جب

عرصہ محشر کے لیے اٹھنا ہو تو اللہ کی مجھ پر خاص عنایت ہو جائے۔

دنیا میں غمی، آخرت میں خوشی

یکے از صالحین نے فرمایا کہ جب حضرت عطا سلمی رضی اللہ عنہ کا انتقال ہوا تو میں نے خواب میں ان کے دیدار سے مشرف ہو کر استفسار کیا: عالم برزخ میں کس چیز کی زیادہ مانگ ہے؟ فرمایا: قسم بخدا! زیادہ سے زیادہ نیکیوں اور رب غفور کی مہربانیوں کی۔

میں نے کہا: دنیا میں تو آپ پر ہمیشہ حزن و الم ہی کی کیفیت طاری رہی..... تو مسکراتے ہوئے فرمایا: اسی کے نتیجے میں تو مجھے آج یہاں سامانِ بشارت و بہجت اور دائمی سرور میسر آیا ہے۔

حضرت سفیان ثوری رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میرے ایک بھائی کا وصال ہو گیا۔ میں نے اسے خواب میں دیکھ کر پوچھا:

ما فعل اللہ بک؟ قال: رضي عني و ادخلني الجنة، وقال:
افرح كما كنت تحزن.

یعنی اللہ نے تمہارے ساتھ کیا معاملہ فرمایا: کہا: وہ مجھ سے راضی و خوش تھا اور اس نے مجھے یہ کہتے ہوئے خلدِ آشیاں کیا ہے کہ جس طرح تم دنیا میں غم و الم کی تصویر بنے رہتے تھے اب آج یہاں خوشیاں مناؤ اور موجیں کرو۔

کسی مردِ صالح نے بیان کیا ہے کہ جب حضرت عطا سلمی کا انتقال ہو گیا تو میں نے اسی رات انھیں خواب میں دیکھا اور پوچھا:

ما فعل اللہ بک؟ قال، غفرتي وقال: يا هذا كم استحييت مني؟
لقد كنت تخافني كل الخوف، وعزتي وجلالي لقد توفيتك يوم
وفاتك وما على وجه الأرض أحب إلي منك.

یعنی آپ کے ساتھ اللہ کا معاملہ کیسا رہا؟ کہا: اس کریم نے مجھے بخش دیا اور فرمایا: اے شخص! تو مجھ سے کتنی حیا کیا کرتا تھا؟ تمہارے جسم کے انگ انگ میں

میری ہیبت و خشیت خون بن کر گردش کیا کرتی تھی۔ لہذا اب مجھے اپنی عزت و جلال کی قسم! میں نے تیری حیات مستعار کے دن ختم ہو جانے کے بعد ہی تیری روح قبض کی ہے۔ تجھے معلوم ہونا چاہیے کہ اب پوری روئے زمین پر میری نگاہ میں تجھ سے زیادہ کوئی محبوب نہیں رہا۔

حکایت بیان کی جاتی ہے کہ حضرت ابوالفتح الموصلی کو ان کے وصال کے بعد خواب میں دیکھ کر پوچھا گیا :

ما فعل اللہ بک؟ قال، قربني و أدناني، وقال: يا أبا الفتح، و عزتي و جلالي لقد سعد إلى المكان الموكلان بك أربعين سنة و ما في صحيفتك خطيئة.

یعنی اللہ نے آپ کے ساتھ کیا معاملہ کیا؟ کہا: اس نے مجھے اپنی قربت خاص سے نوازا اور مزید قرب کی منزلیں طے کراتے ہوئے فرمایا: اے ابوالفتح! مجھے اپنی عزت و جلال کی قسم! تیرے پاس دو نگہبان فرشتے چالیس سال تک رہے مگر تو نے کبھی بھی انھیں اپنے نامہ اعمال میں گناہ تحریر کرنے کی زحمت نہ دی۔

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے :

ما من أحد يأتي يوم القيامة إلا وله من الذنوب، و ما خلا يحيى بن زكريا، فإنه يلقى الله و لا ذنب عليه.

یعنی عرصہ محشر میں حاضر ہونے والا ہر شخص اپنے ساتھ گناہوں کی گٹھری بھی لیتا آئے گا۔ بجز حضرت یحییٰ بن زکریا کے؛ کیوں کہ وہ اللہ تعالیٰ سے بے گناہی کے عالم میں ملیں گے۔

حضرت بشر حافی رضی اللہ عنہ کے تعلق سے حکایت بیان کی جاتی ہے کہ پس انتقال انھیں خواب میں دیکھ کر پوچھا گیا :

ما فعل اللہ بک؟ قال، رضي عني و أتحنني و رحمني و

زوجنی، و اطعمنی طعاماً طیباً، و سقانی شراباً لذيذاً، و فرش لي
فرشاً رطباً، و قال لي: نم كما كنت تسهر، و اسرح كما كنت
تشب، و اسرح كما كنت تحزن، و اشبع كما كنت تجوع، و
اروی كما كنت تظماً .

یعنی اللہ نے تمہارے ساتھ کیا معاملہ کیا؟ کہا: وہ مجھ سے بے پناہ خوش تھا، اس
نے تحفے دیے، اپنی رحمتیں عطا کیں، میری شادی کرائی، لذیذ قسم کے کھانے
کھلائے، عمدہ قسم کے مشروب پلائے، نرم و گداز بستر بچھائے، اور فرمایا: اب چین
کی نیند سو، یہ تیری شب بیداریوں کا صلہ ہے۔ اب خوشیاں منا یہ تیرے حزن
و ملال کا بدلہ ہے۔ اور خوب شکم سیر ہو لے، یہ تیری بھوکوں کا عوض ہے، اور خوب
سیراب ہو لے، یہ تیری پیاسوں کا نعم البدل ہے۔

حضرت عاصم رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے داؤد بن یحییٰ کو خواب میں
دیکھ کر پوچھا :

ما فعل الله بأحمد بن حنبل، و عبد الوهاب بن الوراق، قال:
تركتهما الساعة بين الله تعالى، يا كلان و يشربان على مائدة من
موائد الجنة من نور. قلت: فما فعل الله بابن المبارك؟ قال:
هو يسلم على ربه كل يوم مرتين .

یعنی اللہ تعالیٰ نے احمد بن حنبل اور عبد الوهاب بن الوراق کے ساتھ کیا معاملہ
کیا؟ کہا: ہمہ وقت وہ اللہ کے حضور حاضر ہوتے ہیں، اور جنت کے نورانی
دسترخوانوں سے کھاتے پیتے ہیں۔ میں نے پوچھا: ابن المبارک کے ساتھ اللہ نے
کیسا برتاؤ کیا؟ کہا: وہ تو ہر روز دو مرتبہ اللہ کی بارگاہ میں پیش ہونے کی سعادت
حاصل کرتے ہیں۔

حضرت اسد بن موسیٰ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے مالک بن دینار رضی اللہ

عنه کو اُن کے انتقال کے بعد خواب میں دیکھا کہ وہ سبز لباس زیب تن کیے ایک اونٹنی پر بیٹھے زمین و آسمان کے درمیان اڑائیں بھر رہے ہیں۔ میں نے پوچھا :

يا عبد الله، كيف كان قدمك على ربك؟ قال: قدمت على ربي و أكرمني و كلمني، و قال لي: سلني أعطيك، و تمنني علي أرضيك، فقلت: يا رب أسئلك الرضا عني، فقال: قد رضيت عنك .

یعنی اے اللہ کے بندے! اللہ کی جناب میں تیری پیشی کیسے ہوئی؟ کہا: اللہ نے بڑی عزت دی اور مجھے شرف ہم کلامی سے سرفراز فرمایا ساتھ ہی یہ اجازت بھی دی کہ مانگ کیا مانگتا ہے میں تجھے محروم نہ کروں گا، اور جو چاہے تمنا کر میں اسے پایہ تکمیل تک پہنچا دوں گا۔ میں نے عرض کیا: اے پروردگار! میری خواہش بس یہی ہے کہ تیری رضا ہمیشہ میرے ساتھ رہے۔ فرمایا: ٹھیک ہے، میں تجھ سے راضی رہا کروں گا۔

آنکھیں رو رو کے گنوانے والے

حضرت ثابت بنانی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: میں ہمیشہ نفس کشی کر کے اللہ کی بارگاہ تک رسائی کی کوشش کرتا جو کہ نفس پر بہت شاق گزرتا جس کے باعث وہ روتا بلکتا رہتا تھا، حتیٰ کہ ایک وقت وہ بھی آیا کہ میں نے دیکھا کہ نفس ہنستے مسکراتے اللہ تعالیٰ سے شرف ملاقات حاصل کر رہا ہے۔

بیان کیا جاتا ہے کہ حضرت ابو عبیدہ الخواص رضی اللہ عنہ چالیس سال تک مطلق نہ ہنسے، اور نہ مارے حیا کے اپنا سر آسمان کی جانب بلند کیا۔

حضرت سفیان رضی اللہ عنہ نے پچاس سال تک ایسا گریہ و بکا کیا کہ اُن کی بینائی تک بہ گئی۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی طرف ہاتھ عیبی بھیجا کہ اے سفیان! اس قدر کیوں روتے ہو؟

اگر جنت جانے کے شوق میں روتے ہو تو چلو جنت کا پروانہ تمہیں عطا کرتا ہوں۔ اور اگر جہنم سے بچنے کے لیے روتے ہو تو تمہیں جہنم سے نجات کا مژدہ بھی سناتا ہوں۔ کہا: اے پروردگار! مجھے نہ تو آتش جہنم کا کوئی خوف و ڈر ہے، نہ جنت میں جانے کا کوئی شوق۔ سچی بات یہ ہے کہ میں تو تیری شوقِ ملاقات میں سسکیاں بھرتا رہتا ہوں۔

فرمایا: مجھے اپنے عزت و جلال کی قسم! ذرا سوچو کہ اگر میں اپنے چندہ بندوں میں سے ایک خاص بندہ تجھ پر مامور کروں جو دس سال مسلسل تیری خدمت میں لگا رہے، پھر تمہارے اور اس کے درمیان آگ کا ایک سمندر حائل ہو جائے تو وہ پار کر کے تمہاری شوقِ ملاقات میں آ پہنچے۔ پھر اس پر میں اپنی تجلی ڈالوں اور اپنے تکلم سے اسے بہرہ ور کروں، تو سمجھو کہ میں ایسا ہی ہو جاتا ہوں جیسے تم اپنے خدمت گزار سے بات کرتے ہو!۔

بعض انبیاء کرام کے بارے میں آتا ہے کہ انہوں نے اس قدر گریہ و زاری کی کہ انجام کار نابینا ہو گئے۔ اور اتنے روزے رکھے کہ (لاغری کے باعث) خمیدہ کمر ہو گئے، اور اتنے طویل قیام کیے کہ (تھکاوٹ کے احساس سے) بیٹھ بیٹھ گئے۔ (پھر بھی حسرتِ بندگی نہ گئی) اور کہہ اٹھے :

و عزتک و جلالک لو کان بینی و بینک بحر من نار
لو لجتہ شوقا لیک .

یعنی مولا! ہمیں تیری عزت و جلال کی قسم! اگر ہمارے اور تمہارے درمیان آگ کا سمندر بھی حائل ہو جائے تب بھی ہم اسے تیری شوقِ ملاقات میں پار کر ہی کے دم لیں گے۔

حضرت فتح موصلی رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے :

قد طال شوقی لیک فعجل بقدمی علیک .

یعنی تجھ سے ملاقات کا شوق روز افزوں ہے، لہذا آز جلد اپنے پاس بلا کر اُسے

مراد آشنا فرما۔

کسی نے اس موقع پر پتے کے اشعار کہے ہیں :

حياة من ملكت يداه قيادي ☆ لأخالفن على الهدى حسادي
 و لأعصين عواذلي في حبه ☆ و لأهجرن لنائذي و رقادي
 و لأجعلن نزاھتي فيہ البكاء ☆ و لأكحلن مدامعي بسھادي
 و لأحفرن لسره بين الحشا ☆ قبرا و لم يعلم بذاک فزادي
 و لأحلفن يمین صدق أني ☆ اخلصت فيہ محبتي و ودادي
 هو غايتي هو منيتي هو بغيتي ☆ هو سيدي يا سادتي و مرادي
 و الحمد لله الذي خلق الوری ☆ حمداً له يبقی علی الآباد

یعنی اس زندگی کا کیا بھروسہ جس کی جان گروی رکھی ہوئی ہے۔ میں ضرور
 ہوا و ہوس کے خلاف اپنے حاسدوں سے برسریکا رہوں گا۔

مجھے ان سے کیا غرض جو اُس کی محبت میں وارفتہ ہونے کے باعث مجھ پر
 ملامت کے تیر برسا رہے ہیں۔ اس کی خاطر میں تو اپنے نائذ و رقاد سے تعلق منقطع
 کرنے کو تیار ہوں۔

اس کی یاد میں رورو کر میں خود کو بہلاؤں گا اور اس کی یاد میں شب بیداری کو
 اپنی آنکھوں کا سرمہ بناؤں گا۔

اس راز ہائے سربستہ اور محبت کے درمیان ایک قبہ کھودوں گا، اور دل کو اس کی
 کانوں کان خبر نہ ہونے دوں گا۔

یقین کی ہمالیائی سچائیوں کے ساتھ میں اس بات کی قسم اٹھانے کے لیے تیار
 ہوں کہ میں اس سے محبت و لگاؤ رکھنے کے تئیں مخلص اور کھرا ہوں۔

وہی میری غرض و غایت، اور منشا و مقصود ہے۔ وہی میرا آقا و مولا اور مرادِ دل

ناصبور ہے۔

سو جملہ تعریفیں اس اللہ جل مجدہ کے لیے جس نے کل کائنات کی تخلیق فرمائی اور حمد و تعریف کا یہ سلسلہ ابد الابد تک یوں ہی جاری و ساری رہے۔
اللہ تعالیٰ نے حضرت داؤد علیہ السلام کی طرف وحی بھیجی :

یا داؤد، عجباً لمن أحبني، كيف يهوى قلبه سواي؟ يا داؤد،
قل لنبي إسرائيل، لو رأيت الجنة و ما أعددت فيها لأولياي من
النعيم المقيم لما دقتم طعاماً بشهوة، أين المشتاقون إلى لذيذ
الطعام و الشراب؟ أين الذين جعلوا موضع الضحك بكاء خوفاً
مني؟ فطالما صلوا و الناس نيام يا داؤد، و عزتي و جلالي إني
رضيت عنهم، ولو لا هم ما رضيت على أهل الدنيا.

یعنی اے داؤد! مجھ سے دعویٰ عشق و مستی کرنے والے بھی عجیب ہیں، (اگر وہ
دعویٰ محبت میں سچے ہوتے) تو ان کا دل میرے علاوہ کسی اور کے لیے نہ دھڑکتا۔

اے داؤد! بنی اسرائیلیوں سے کہہ دو، اگر تم جنت اور جو کچھ اس میں دائمی نعمتیں
میں نے اپنے دوستوں کے لیے تیار کر رکھی ہے اپنے سر کی آنکھوں سے دیکھ لیتے
تو کبھی کوئی کھانا چاہت کے ساتھ نہ چکھتے۔ دل پسند کھانے پینے کے شوقین حضرات
کہاں ہیں؟ کہاں ہیں وہ لوگ جنہوں نے میری خشیت میں ہنسنے کی بجائے
رور و کر زندگی گزار لی؟ کہاں ہیں وہ بندے جو نیم شبی کی خلوتوں میں اٹھ کر اپنی
پیشانیوں کو لذت سجود سے آشنا کرتے رہے جب کہ دنیا پر موت کی مانند نیند
کا سناٹا طاری تھا۔

اے داؤد! مجھے اپنی عزت و جلال کی قسم! میں ایسے خوش بختوں سے راضی و خوش
ہوں۔ اور اگر ان کے وجود نہ ہوتے تو شاید اہل دنیا کبھی بھی میری رضا و خوشنودی
حاصل نہ کر پاتے۔

یکے از صالحین کا بیان ہے کہ میرا ایک پڑوسی دنیا سے چل بسا۔ میں نے خواب میں اسے جہنمیوں کا لباس پہنے ہوئے دیکھا۔ پھر دیکھتا ہوں کہ وہ جنت میں چہل قدمی کر رہا ہے۔ یہ دیکھ کر مجھ سے رہا نہ گیا اور میں پوچھ پڑا :

بماذا؟ قال: دفن عندنا رجل من الصالحين فشفع في أربعين من جيرانه، فكنت أنا من جملتهم .

یعنی ماجرا کیا ہے؟ کہا: ہمارے بغل میں ایک مرد صالح مدفون ہوا جس نے اپنے چالیس پڑوسیوں کے حق میں شفاعت کی تو ان چالیس نجات دہندگان میں سے ایک میں بھی ہوں۔

یا مولا سے نہ رہنا غافل

حضرت مالک بن دینار رضی اللہ عنہ سے حکایت بیان کی جاتی ہے کہ آپ اپنے ایک بھائی کے جنازے میں جا رہے تھے اور ساتھ ہی گریہ و بکا کرتے ہوئے یہ کہتے جاتے تھے :

واللہ لا تقر لی عین حتی أعلم ما صورت إلیه، و اللہ لا أعلمه ما دمت حیا .

یعنی قسم بخدا! میری آنکھیں اس وقت تک ٹھنڈی نہیں ہو سکتیں جب تک مجھے یہ نہ معلوم ہو جائے کہ میں اس کی جناب میں کس حال میں پیش کیا جاؤں گا۔ اور یہ بات بھی طے ہے کہ جب تک سانسوں کا تار جسم سے بندھا ہوا ہے میں اس تعلق سے کچھ جان بھی نہیں سکتا۔

حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں :

ألا أخبركم بفقری یوم أوضع فی قبری .

یعنی تم اندازہ نہیں کر سکتے کہ جس دن میں سرحد میں رکھا جاؤں گا اس وقت میرے فقر و مفلسی کا عالم کیا ہوگا!

حضرت سفیان ثوری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں :

من أكثر من ذكر الموت وجدته روضة من رياض الجنة، ومن غفل عن ذكره وجدته حفرة من حفر النار .

یعنی جو شخص جتنی کثرت سے موت کو یاد کرے گا اس کی برکت سے اسے ایسا لگے گا جیسے وہ جنت کی کیاریوں میں سے ایک کیاری میں ہے۔ اور جو موت کی یاد سے جتنا زیادہ غافل ولا پرواہ ہوگا وہ خود کو جہنم کے گڈھوں میں سے ایک گڈھے میں پائے گا۔

حضرت ربیع بن خثیم رضی اللہ عنہ نے اپنے گھر میں اپنی خاطر پیشگی طور پر ایک قبر کھود رکھی تھی۔ جب آپ دل کے اندر کچھ قساوت و سختی محسوس فرماتے خود کو اسی گڈھے میں ڈال کر کچھ دیر تک چت لیٹے رہتے، پھر فرماتے :

رب أرحمني لعلِّي أعمل صالحاً فيما تركت، ثم يقول : يا ربيع قد رجعت فاعمل قبل أن لا ترجع .

یعنی مولا! مجھ پر رحم فرما (اور مجھے ایک بار پھر دنیا میں واپس بھیج) شاید اب میں کچھ عمل خیر کا ذخیرہ اکٹھا کر لوں۔ پھر خود ہی کہتے: اے ربیع! چل تجھے دوبارہ پلٹا دیا گیا۔ تو اب خود کو عمل خیر کے لیے وقف کر دے قبل اس کے کہ پھر تجھے کبھی پلٹ کر دوبارہ آنا نصیب نہ ہو۔

روایتوں میں آتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت داؤد علیہ السلام کی طرف وحی بھیجی :

يا داؤد، نع على نفسك و كن كأنك أحضرت في القيامة، فلما حاسبتك رددتك إلى الدنيا و قلت لك: أعمل صالحاً أشكرك عليه .

یا داؤد، قل لبني إسرائيل، لو أمتكم ثم بعثتكم، ثم بعثتكم و اريتكم القيامة، ثم رددتكم إلى الدنيا ما ازددتكم إلا خساراً .

یعنی اے داؤد! اپنے نفس پر کڑی نگاہ رکھ، اور فکر و نظر میں یہ تصور جمالے کہ جیسے تو عرصہ محشر میں حاضر ہے۔ اور حساب کتاب لینے کے بعد تجھے یہ کہہ کر دوبارہ دنیا میں بھیج دیا گیا ہے کہ کچھ اور بھی اعمال کا ذخیرہ کر لے میں اس پر تمہیں بھرپور بدلہ عطا کروں گا۔

اے داؤد! بنی اسرائیلیوں سے کہہ دے کہ اگر میں مار کر دوبارہ زندہ کر دوں، اور پھر بعث بعد الموت کے بعد تمہیں قیامت کے ہولناک مناظر دکھا کر پھر دنیا میں واپس بھیج دوں جب بھی تم سے گناہوں کی وہ پرانی عادت نہیں جائے گی، اور تم اپنے خسارہ و نقصان کا گراف بڑھاتے چلے جاؤ گے۔

یکے از صالحین سے حکایت ہے کہ انھوں نے اپنے استاد گرامی کو خواب میں دیکھ کر پوچھا :

أي الحسرة أعظم عندكم؟ قال: حسرة الغافلين

یعنی آپ کو کس حسرت کا احساس زیادہ ستا رہا ہے۔ فرمایا: غافل لوگوں کی حسرت کا۔

کسی مردِ صالح کا بیان ہے کہ میں ساحل سمندر سے گزر رہا تھا کہ اچانک نظر ایک شکاری پر پڑ گئی جو مچھلیوں کا شکار کر رہا تھا جس کے بازو میں اس کا بیٹا بیٹھا ہوا تھا۔ جب بھی کوئی مچھلی مارتا اسے اپنے جھولے میں رکھ لیتا، بچہ اسے نکالتا اور دوبارہ سمندر میں پھینک دیتا۔ (شام کو) جب شکاری نے جھولے کو دیکھا تو اس میں ایک بھی مچھلی نظر نہ آئی۔ اپنے بیٹے سے پوچھا: یہ تم نے کیا کیا، ساری مچھلیاں الٹی سمندر میں چھوڑ دی؟ تمہیں ایسا کرنے کی جرأت کیسے ہوئی؟؟؟ کس نے تمہیں یہ سبق سکھایا ہے؟؟؟

کہا: ابا جان! کیا میں نے آپ کے منہ سے یہ بات نہیں سنی کہ کوئی بھی مچھلی اس وقت تک شکاری کے جال میں نہیں پھنستی جب تک کہ وہ اللہ کے ذکر میں لگی رہتی ہے، تو ہمیں ایسی مچھلیوں سے کیا غرض جنہیں ذکر اللہ سے کوئی سروکار نہ ہو۔ چنانچہ وہ شخص اپنے چہرے پر ندامت برساتے ہوئے نکلا اور اللہ کی بارگاہ میں سچی توبہ کی۔

بیان کیا جاتا ہے کہ شب زندہ دارانِ بنی اسرائیل میں سے کسی عابد و زاہد نے عرض کیا: اے میرے پروردگار! میں نے تیری نافرمانی تو کی ہے مگر مجھ سے مواخذہ نہ فرمانا۔ اللہ تعالیٰ نے اس وقت کے نبی کی طرف وحی بھیجی کہ اسے جا کر بتادو کہ اس کے اندر میری کتنی ایسی نعمتیں ہیں جن پر وہ مطلع نہیں۔ اس کے دل کی سختی اور آنکھوں کی بدنگاہی پر اسے میری طرف سے سزا ملنی ہے۔

کسی نے شعر کی زبان میں اسے یوں پیش کیا ہے۔

أيها المعرض عنا ☆ إن أعراضك منا

لو أردناك جعلنا ☆ كلما فيك يردنا

یعنی اے ہم سے اعراض و انکار کا حجاب کرنے والے! ہم سے بے پرواہی تمہارے لیے کچھ بھی نفع رساں نہیں۔

اگر ہم تمہیں صحیح معنوں میں چاہ لیں تو اپنی چاہتوں کے سائبان تم پر سایہ فگن کر دیں۔

محبوبِ بارگاہِ الہی ہونے کی پہچان

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا: اے پروردگار! تیرے محبوبانِ بارگاہ کی پہچان کیا ہے؟ فرمایا:

يا موسى، إذا أحببت عبدا من عبادي جعلت فيه علامتين،
قال: يا رب وما هما؟ قال: ألهمته ذكرى نكي أذكره في
ملكوت السماوات والأرض، وأعصمه من محارمي و سخطي
لئلا يحل عليه عذابي، و أحول بينه و بين نفسه لكيلا يقع في
محارمي و سخطي فيحل عليه غضبي .

یعنی اے موسیٰ! جب میں اپنے کسی بندے سے محبت کرتا ہوں تو اس میں دو نشانیاں رکھ دیتا ہوں۔ عرض کیا: مولا! وہ دو نشانیاں ہیں کیا؟ فرمایا: اولاً اس کو اپنے ذکر و فکر میں مگن رہنے کی توفیق مرحمت فرمادیتا ہوں تاکہ میں زمین و آسمان کی بے کراں وسعتوں میں اسے خود بھی یاد رکھوں۔ اور ثانیاً اسے حرام کاریوں اور ناپسندیدہ امور سے اپنی پناہ میں رکھتا ہوں تاکہ میرے عذاب کا وہ مورد نہ بن سکے۔ نیز میں اس کے اور اس کے نفس کے درمیان دیوار بن کر کھڑا ہو جاتا ہوں تاکہ وہ (نفس کی دیسہ کاریوں کے باعث) ناجائز اور غیظ و غضب کے کاموں میں خود کو الجھا کر میری پھٹکار کا سزاوار نہ بن جائے۔

کسی مردِ درویش کا قول ہے کہ میں نے طوافِ خانہ کعبہ کے دوران ایک لونڈی کو یہ دعائیں گنتے ہوئے دیکھا :

یا کریم، عہدک القدیم، و اِنی علیٰ عہدک مقیمۃ .

یعنی اے کریم! تو نے بہت پہلے ہی عہد کر رکھا ہے، اور میں تاہنوز تیرے وعدے پر قائم ہوں۔

میں نے پوچھا: اے لونڈی! تمہارے اور اس کے درمیان کیسا عہد ہے؟ کہا: میرے بھائی! وہ بڑا انوکھا عہد ہے۔ دراصل واقعہ یہ ہے کہ ہم سمندر میں تھے کہ اچانک ہوا اٹھی جس نے سفینے میں سوار سارے مسافروں کو سمندر کی لہروں کی نذر کر دیا، پورا سفینہ غرق آب ہو گیا اور میرے اور اس بچے کے سوا اور کوئی نہ بچا، چنانچہ ایک تختے پر میں اور دوسرے تختے پر ایک سیاہ فام سطحِ آب پر ٹکے رہے۔

صبح ہوئی تو وہ سیاہ فام اپنی کہنیوں سے پانی چیرتا ہوا میرے پاس آ پہنچا، اور ہمارے ہی تختے پر آ کر وہ بھی کھڑا ہو گیا، اور پھر مجھے لہانے کی کوشش کرنے لگا۔

میں نے کہا: اللہ کے بندے! کتنی مشکل گھڑی میں گھرے ہو محض طاعت و تقویٰ ہی اس آفت ناگہانی سے ہمیں نجات دلا سکتا ہے، اور تمہیں اس وقت گناہ کی سوجھی ہے؟۔

کہا: تبلیغ کرنا بند کرو، میں نے جو کہہ دیا وہ کر کے چھوڑوں گا۔ اتنا کہہ کر اس نے میری طرف ہاتھ بڑھایا اور بچے کو مجھ سے چھین کر سمندر کی لہروں کی نذر کر دیا۔

میں نے اپنی نگاہیں آسمان کی جانب بلند کر کے عرض کیا :

يا من يحول بين المرء و قلبه، حل بيني و بين هذا الأسود
بحولك و قوتك انك على كل شيء قدير .

یعنی اے وہ ذات جو انسان اور اس کے دل کے درمیان گردش کرتی رہتی ہے، میرے اور اس سیاہ فام کے درمیان اپنی طاقت و قوت سے آکر آڑ بن جا، اور بے شک تجھے ہر چیز پر قدرت حاصل ہے۔

اتنے میں کوئی سمندری جانور منہ پھاڑے ہوئے برآمد ہوا اور اس سیاہ فام کونگل کر پھر سمندر میں غائب ہو گیا۔ اب میں موجوں کے درمیان دائیں بائیں ہچکولے کھاتی بلکہ جھولے جھولتی رہی، حتیٰ کہ میں جزیرہ عرب کے کسی ساحل پر آ پہنچی۔

میں نے ساحل پر موجود لوگوں سے اپنا معجزاتی قصہ غم سنایا تو وہ ورطہ حیرت و تعجب میں آگئے اور اپنا سر پیٹ کر کہنے لگے: تو نے تو ہمیں ایک عجیب و غریب بات بتائی۔ اب لو ہم تمہیں اس سے بھی زیادہ حیرت انگیز بات بتا رہے ہیں۔

ہوایہ کہ ہم خود بھی اسی سمندر کے اندر محو سفر تھے، اتنے میں ایک سمندری جانور ہویدا ہوا اور ہمارے سامنے آکر کھڑا ہو گیا جس کی پشت پر ایک بچہ سوار تھا، اور ہاتھ غیب سے ایک آواز سنائی دے رہی تھی :

خذوا عني هذا الطفل من فوق ظهري و اِلا اهلكتم .

یعنی اس بچے کو جانور کی پشت سے اٹھا لو ورنہ تمہیں ہلاک کر دیا جائے گا۔

تو ہم میں سے ایک نے ہمت کر کے اڑا ہاتھ بڑھایا اور بچے کو اس کی پشت سے اٹھالیا اور وہ جانور پھر سمندر کے اندر دم ہلاتا روپوش ہو گیا۔ پھر ہم سب نے اللہ سے یہ

عہد کیا کہ آج کے بعد کبھی بھی اس کی نافرمانی کے کام نہ کریں گے۔

(واقعہ کی نوعیت جاننے کے بعد) انھوں نے بچہ میرے حوالے کر دیا۔ یہ واقعہ اللہ

جل مجدہ کی حیرت انگیز نشانیوں میں سے ایک ہے۔

بیان کیا جاتا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے ایک مرتبہ اپنی قوم کی قحط سالی دور کرنے کے لیے اللہ سے بارش طلب کی، تو حکم ہوا کہ قوم کے اندر جتنے زیاں کار و گنہ گار ہیں وہ الگ کر دیے جائیں، لہذا اس قسم کے لوگ الگ کر دیے گئے سوائے ایک شخص کے جس کی دہنی آنکھ جاتی رہی تھی۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اس سے پوچھا: تم الگ کیوں نہیں ہوتے؟ کہا: اے روح اللہ! میں نے محض پلک جھپکنے بھر گناہ کیا تھا کہ بلا ارادہ ایک غیر محرم عورت کے پاؤں پر میری دائیں نظر پڑ گئی تھی تو میں نے اسے پھوڑ دیا تھا۔ اور اگر بائیں نظر سے بھی یہی گناہ سرزد ہو جائے تو اسے بھی پھوڑ ڈالوں گا۔

اس کی داستان الم سن کر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی آنکھیں بھر آئیں اور فرمایا:

ادع اللہ لنا، فانت أحق بالدعاء مني، فرفع يده إلى السماء، و

قال: اللهم إنك خلقتنا و تكلفت لنا بأرزاقنا فأرسل علينا

مدرارا، فأنزل الله الغيث، تسقوا حتى رووا.

یعنی تم اللہ سے دعا کرو، کیوں کہ مجھ سے زیادہ تمہیں دعا کرنے کا حق ہے۔

اس نے اپنے ہاتھ آسمان کی طرف بلند کرتے ہوئے کہا: اے اللہ! تو نے ہمیں پیدا

کیا اور رزق کی کفالت خود اپنے ذمہ کرم پر رکھی ہے، لہذا ہم پر موسلا دھار بارش

برسا۔ پس اللہ تعالیٰ نے بارانِ رحمت کا نزول فرمایا لوگوں نے اپنی خشک حلق ترکی

اور خوب خوب سیرابی حاصل کی۔

غیبت و چغلی اور ان کی تباہ کاریاں

بیان کیا جاتا ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم کی خاطر بارش طلب کیا مگر نزولِ باراں نہیں ہوا۔ تو عرض کیا: مولا! سلسلہ بارش رُک جانے کی وجہ کیا ہے؟ فرمایا: اے موسیٰ! تم میں ایک ایسا گنہ گار شخص موجود ہے جو چالیس سال سے معصیت کیشیوں میں مبتلا ہے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام ایک بلند ٹیلے پر چڑھے اور بلند آواز سے کہا کہ اے منحوس گنہ گار! ہمارے درمیان سے اپنے ناپاک وجود کو نکال دے کیوں کہ تیری وجہ سے ہم پر ابر کرم برسنا بند ہو گیا ہے۔ چنانچہ گناہ گار نے اپنے دائیں اور بائیں دیکھا جب کوئی نہ ملا تو کہنے لگا شاید ان کی مراد مجھی سے ہے۔

اب اپنے جی میں کہنے لگا: اگر یہاں سے نکل گیا پھر تو میری عزت پہ بن آئے گی، اور اگر ان کی معیت میں بیٹھا رہا تو یہ لوگ میری وجہ سے بارش سے محروم رہیں گے۔ چنانچہ اس نے (دل ہی دل میں) سچی توبہ کی کہ مولا! میرے گناہوں کو معاف فرمادے۔ دیکھتے ہی دیکھتے بارش ہونا شروع ہو گئی، لوگوں نے پانی پیا اور ہر طرح سے سیرابی حاصل کی۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اس واقعہ سے سخت حیرت لاحق ہوئی اور عرض کیا: اے پروردگار! تو نے ابر باراں کیسے بھیج دیا جب کہ وہ گناہ گار ابھی ہمارے اندر ہی ہے۔ فرمایا:

یا موسیٰ، الذی منعمتم به قد تاب الی ورجع، فقال: یا رب

دلنی علیہ، فقال: یا موسیٰ، أنها کم عن النمیمۃ و اکون نماما .

یعنی اے موسیٰ! جس کے باعث تم پر بارش رُک گئی تھی اس نے سچی توبہ کر لی اور میری بارگاہ میں رجوع کر لیا ہے۔ حضرت موسیٰ نے عرض کیا: مولا! مجھے بتا کہ وہ شخص ہے کون؟ فرمایا: اے موسیٰ! میں تم لوگوں کو تو چغلی سے منع کرتا ہوں تو کیا خود وہی کام کروں!۔

بیان کیا جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت داؤد علیہ السلام کی طرف وحی بھیجی :

یا داؤد، لا تجالسوا المفتابین، و لا تصحبوا الامین، و لا تحلفوا باسمی کاذبین و لا صادقین، فمن حلف باسمی صادقاً اورثته الفقر؟ و من حلف باسمی کاذباً اورثته العمی.

یعنی اے داؤد! چغل خوروں کی مجلس میں نہ بیٹھا کرو، نیز رازداروں کی صحبت سے دور رہا کر۔ اور میرے نام کی جھوٹی سچی کوئی قسم نہ کھا: کیوں کہ جو میرے نام کی سچی قسم کھاتا ہے میں اس پر فقر و محتاجی مسلط کر دیتا ہوں، اور جو میرے نام کی جھوٹی قسمیں کھاتا ہے میں اسے بینائی سے محروم کر دیتا ہوں۔

بیان کیا جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ایک ایسے فرشتے کی تخلیق فرمائی ہے جس کی کان پٹی کا عرض پانچ سو سال کی مسافت اتنا ہے، وہ فرشتہ اپنی تسبیح میں کہتا ہے :

سبحانک من عظیم، ما أعظمک، فيقول الله سبحانه و

تعالیٰ: قل ذلک لمن يحلف بی کذباً.

یعنی پاکی ہے ایسی عظیم ذات کے لیے، جس کی عظمت و جلالت کا کیا کہنا!۔ تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: اپنی یہ تسبیح جا کر اس کے گوش گزار کر جو میری نام کی جھوٹی قسمیں کھایا کرتا ہے۔

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمانِ عالیشان ہے :

من مات تائباً من الغيبة فهو اول من يدخل الجنة، و من مات و

هو مصر علیها فهو اول من يدخل النار و هو بیکی.

یعنی جنت میں سب سے پہلے داخل ہونے والا شخص وہ ہوگا جو کہ غیبت سے توبہ

کر لینے کے بعد مرا ہوگا۔ یوں ہی جہنم میں سب سے پہلے روتے ہوئے گھسنے

والا شخص وہ ہوگا جو کہ غیبت کے کام کرتا ہو اس دنیا سے اٹھا ہوگا۔

نیز ارشاد رسالت مآب ہے :

من اذنب ذنبا و هو یضحک دخل النار و هو یبکی . (۱)

یعنی جو شخص ہنستے اور چہکتے ہوئے کسی گناہ کا ارتکاب کرے وہ روتا بلکتا ہوا

آتش جہنم میں ڈالا جائے گا۔

یکے از صالحین سے حکایت بیان کی جاتی ہے کہ انہوں نے کسی شخص کو دیکھا جو بہت

زیادہ ہنسا کرتا تھا۔ پوچھا: اے شخص! کیا تو نے موت کا مزہ چکھ لیا ہے؟ کہا: نہیں۔ پوچھا:

ناپسندیدہ چیزوں سے بچتے رہتے ہو؟ کہا: نہیں۔ پوچھا: کیا تمہارے اعمال کا ترازو جھک

گیا ہے؟ کہا: نہیں۔ پوچھا: کیا پل صراط پار کر لیا ہے؟ کہا: نہیں۔ فرمایا: پھر کس بات پر

اتنا خوش ہو اور ہنسے جا رہے ہو؟ کہتے ہیں: اتنا سن کر وہ شخص رو پڑا اور کہنے لگا: اللہ واسطے

اب یہ نذر مانیتا ہوں کہ آئندہ کبھی نہیں ہنسوں گا!۔

لقمہ حرام کی نحوست

کسی مردِ صالح سے حکایت بیان کی جاتی ہے کہ کوئی سات سالہ بچہ گر یہ وبکا اور حزن

و ملال کی مجسم تصویر بنا اپنی ماں کے پاس پہنچا، اور کہا: امی جان! میں وعظ و بیان کی ایک

مجلس میں شریک ہوا جہاں واعظ کو میں نے یہ کہتے ہوئے سنا تھا: جس نے حرام کا کوئی ایک

لقمہ بھی کھا لیا تو اس کے دل میں سختی آجائے گی، اور آج میں اپنے دل میں کچھ عجیب طرح

کی سختی محسوس کر رہا ہوں۔ تو یہ بتائیں کہ آج آپ نے مجھے کیا کھلایا ہے؟۔

کہا: پیارے بیٹے! قسم بخدا! میں نے کبھی بھی حرام کا کوئی لقمہ تیرے شکم میں نہیں

چبانے دیا؛ تاہم مجھے یاد آتا ہے کہ آج میں پڑوس میں گئی تھی جہاں سے کچھ سرمہ لیتی آئی

تھی اور وہی میں نے تمہاری آنکھوں میں لگا دیا ہے۔ کہا: امی جان! لگتا ہے اسی باعث

مجھے قساوتِ قلبی محسوس ہو رہی ہے۔

(۱) کنز العمال: ۲۱۸/۴ حدیث: ۱۰۲۳۷۔

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا :

من أكل لقمة من حرام لم يقبل الله منه صرفا ولا عدلا أربعين

یوما . (۱)

یعنی جس کے پیٹ میں حرام کا ایک لقمہ بھی چلا گیا اللہ سبحانہ و تعالیٰ چالیس دن تک اس کی عبادت و خیرات میں سے کچھ نہ قبول فرمائے گا۔

مظلوم کی آہ سے بچو

حضرت مالک بن دینار رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: جو شخص امن و سلامتی کے ساتھ زندگی بسر کرنا چاہے اسے چاہیے کہ کسی پر ناحق ظلم نہ کرے۔ آپ سے جب اس کی وجہ پوچھی گئی تو آپ نے فرمایا: ایک بار میں کسی سمندر کے ساحل پر چلا جا رہا تھا کہ اچانک میری نگاہ ایک شکاری پر پڑ گئی جس کے پاس سات مچھلیاں موجود تھیں۔ میں نے اس کے سر پر مار کر ایک مچھلی اس سے زبردستی چھین لی۔ پھر کیا ہوا کہ اس مچھلی نے میرے انگوٹھے میں ڈنک مار دیا۔

اطبا باہم مشورے کے بعد اس نتیجے پر پہنچے کہ انگوٹھا کاٹے بغیر کوئی چارہ نہیں، پھر وہ زہر رستا ہوا میری ہتھیلی بلکہ بازو تک چڑھ آیا، اب میں نے زمین سے ایک آج نکالا اور اپنا ہاتھ کاٹنے کی نیت سے میں نے ایک درخت کی آڑ لی ہی تھی کہ مجھ پر نیند طاری ہو گئی، اور سایہ شجر تلے میں سو گیا۔ پھر مجھے خواب میں بتلایا گیا: کیوں تم اپنا ہاتھ کاٹنے پر تلے ہو؟ حق کو صاحب حق کے پاس کیوں نہیں پہنچا دیتے!۔

(۱) کنز العمال وغیرہ کے الفاظ یوں ہیں :

من أكل لقمة من حرام لم تقبل له صلاة أربعين ليلة، و لم تستحب له دعوة أربعين صباحا. و كل لحم نبت من الحرام فالنار أولى به، و إن اللقمة الواحدة من الحرام لتنت اللحم. (کنز العمال: ۱۵/۳ حدیث: ۹۲۶۶..... تذکرۃ الموضوعات: ۱۳۴/۱)

جب میں نیند سے بیدار ہوا تو دوڑتا ہوا اس شکاری کے پاس آیا اور عرض کی: مجھ سے غلطی ہوئی معاف کیجیے آئندہ پھر کبھی ایسا نہ ہوگا۔ اس نے کہا: تم ہو کون میں تو تمہیں پہچانتا بھی نہیں۔ پھر میں نے وہ سارا قصہ ماضی اسے کہہ سنایا اور اس سے خوب الحاح وزاری اور خوشامد کی بالآخر اس نے میرے حال پر رحم کر دیا۔

پھر میں اپنے پاؤں پر کھڑا ہوا تاہم بازو میں تاہنوز حرارت موجود تھی لیکن اللہ کے فضل سے درد کا فور ہو گیا تھا۔ میں نے کہا: میرے بھائی! تو نے مجھے کیسی بد عادے دی تھی؟ کہا: جب آپ نے مجھے مارا اور مچھلی لے کر چلے تو میں آسمان کی طرف منہ کر کے بہت رویا اور اس طرح فریاد کی:

یا رب أسألك أن تجعله عبرة لخلقك .

یعنی اے پروردگار! اسے تو اپنی مخلوق کے لیے عبرت کا سامان بنا دے۔

بیان کیا جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت داؤد علیہ السلام کی طرف وحی بھیجی:

يا داؤد، کم تنادي أن لا أجمع بينک و بين خصمک يوم القيامة، و عزتي و جلالي لأوقفنک مع خصمک و لأوردنک مقاما ترعد منه الأرض، و تنکس الملائكة أجنحتها، لا يجاوزتي ظلم ظالم .

یعنی اے داؤد! تم نے کتنی بار مجھ سے یہ التجائی کہ مجھے اور میرے مد مقابل کو بروز قیامت اکٹھے نہ کرنا۔ مجھے اپنی عزت و جلال کی قسم! میں تمہیں تیرے مد مقابل کے ساتھ ضرور کھڑا کروں گا، اور ایسی جگہ تمہیں اتاروں گا جس سے زمین بھی لرز جائے گی اور فرشتوں کے پر بھی ٹوٹ جائیں گے۔ مجھ سے کسی ظالم کا ظلم برداشت نہیں ہوتا۔

بیان کیا جاتا ہے کہ ایک چیونٹی حضرت سلیمان علیہ السلام کے دامن پر رینگنے لگی جسے دیکھ کر آپ سخت غصہ ہوئے، اسے چٹکیوں سے پکڑا اور دوڑ ڈال دیا۔ چیونٹی فرطِ ألم میں

پکار کر کہنے لگی: اے اللہ کے نبی! یہ کیا سطوت و قہر ہے! ایک کمزور مخلوق پر اپنی قوتِ بازو دکھا رہے ہیں؟ وہ آسمان والا آپ کی حرکتوں کو دیکھ رہا ہے؛ لہذا اپنے آپ کو جواب کے لیے تیار کر لیجیے جب وہ میرے ظلم کے تعلق سے آپ سے سوال کرے گا، بلاشبہ آپ نے میری عزت کی توہین کی ہے۔ اتنے میں حضرت جبرئیل امین علیہ السلام تشریف لائے اور فرمایا:

يا نبي الله، الحق يقرؤك السلام و يقول لك: وعزتي
و جلالي لمن لم تطلب العفو من النملة لأطلبك بذنبها يوم
القيامة.

یعنی اے اللہ کے نبی! حق سبحانہ و تعالیٰ آپ کو سلام کہتا ہے اور فرماتا ہے کہ مجھے اپنی عزت و جلال کی قسم! اگر آج آپ اس چیونٹی سے معافی نہیں مانگیں گے تو کل میں بازارِ قیامت میں اس کے گناہ کے متعلق آپ سے باز پرس کروں گا۔

کہا جاتا ہے کہ کسی بادشاہ نے ایک وسیع و عریض پر شکوہ محل تعمیر کرایا۔ ایک دن باہر نکل کر وہ اس کی سرحدوں کا گھوم گھوم کر معائنہ کرنے لگا، وہیں دروازہ شاہی سے لگے ایک بوڑھیا کی جھوپڑی بھی تھی، بادشاہ نے اس کو خریدنا چاہا مگر بوڑھیا اس کے لیے تیار نہ ہوئی۔ بادشاہ نے پوچھا: وہ کہاں ہے؟ کہا گیا کہ وہ اپنی کنیا میں موجود نہیں ہے۔ بادشاہ نے اس کی جھوپڑی کو ڈھادینے کا حکم دے دیا، لوگوں نے جلدی جلدی اس کی کنیا اُجاڑ دی۔ جب بوڑھیا آئی تو اس نے اپنا خانہ خراب پا کر اپنے سر کو آسمان کی طرف اٹھا کر عرض کیا:

اللهم اني كنت أينما كنت، إلهي أما كنت أين كنت، هدموا
بיתי و استضعفوني، ثم بكت بكاء شديداً، فبكت ملائكة
السماء، فأمر الله تعالى أن يهدم القصر على من فيه، إن في
ذلك لعبرة لمن يخشى.

یعنی اے اللہ! میں تو جہاں تھی وہاں تھی ہی، مولا! مگر تو کہاں تھا کہ انھوں نے

میرا گھر ڈھا دیا اور میری کمر توڑ کے رکھ دی، اتنا کہا اور پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی، اس کا رونا دیکھ کر آسمانی فرشتے بھی رو پڑے۔ اللہ تعالیٰ نے حکم دیا کہ جاؤ اور محل کو محل نشیں سمیت تباہ و برباد کر ڈالو۔ یقیناً اس میں خوفِ الہی رکھنے والوں کے لیے بڑا سبق ہے۔

روایتوں میں آتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت داؤد علیہ السلام کی طرف وحی بھیجی :

یا داؤد، قل لبني إسرائيل: من ظلم امرأة أو صبية، أو من لا يعقل كحبة في الميزان، كويته بمقدارها في النار.

یا داؤد، و عزتي و جلالی لأوقفن الخصاء موقف الخصماء، و لأحفرنهم يوم القيامة، و لأسألنهم عن القليل و الكثير، و الفتيل و النقیير، و القطمیر و الأعمی من عمی عن حجته (ما فرطنا في الكتاب)، و لا قصرت رسلي و قد أتت بما أوحيت إليها، و أنا الشاهد و كفی بي أعظم الشاهدين.

یعنی اے داؤد! بنی اسرائیلیوں سے کہہ دو کہ جس نے کسی عورت یا بچے یا کسی بے زبان پر ترازو کے ایک دانے کے برابر بھی ظلم کیا اسی کے مطابق میں آتشِ جہنم میں اسے تپاؤں گا۔

اے داؤد! مجھے اپنی عزت و جلال کی قسم! میں مظلوموں کو ظالموں کے مد مقابل کھڑا کروں گا۔ بازارِ محشر میں سب کچھ کھول کے سامنے کر دوں گا، پھر ان سے قلیل و کثیر، کمی و زیادتی اور باریک سے باریک چیز کے بارے میں باز پرس ہوگی۔ نابینا سے حجت قائم کرنے کے لیے اس کے اندھے پن کی بابت سوال ہوگا (کیوں کہ ہم نے کتاب میں ہر چیز کھول کھول کر بیان کر دی ہے)، اپنے رسولوں کے پاس جو کچھ میں نے بھیجا تھا اگر اس کی تبلیغ میں کچھ کوتاہی ہوئی تو اس کے متعلق بھی پوچھا جائے گا، اور سب کا شاہد میں ہوں گا اور پھر مجھ سے بڑا گواہ ہو ہی کون سکتا ہے؟۔

امانتیں ادا کرو ان میں خیانت نہ کرو

حضرت حسن بن کہموس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: مجھ سے ایک گناہ سرزد ہو گیا جس کے غم میں میں رو رہا تھا۔ تو مجھ سے پوچھا گیا کہ وہ کیا گناہ تھا؟ میں نے کہا: میرا ایک بھائی کچھٹی کی خواہش لیے میرے پاس آیا، میں نے مچھلی اسے پیش کر دی۔ جب وہ کھا کر فارغ ہو گیا تو میں نے اپنے ہمسائے کی دیوار سے مٹی کا ایک ٹکڑا اُکھاڑا اور اسے ہاتھ دھونے کے لیے پیش کر دیا، اس نے ہاتھ تو دھل لیا مگر میں اپنی اس غلطی پر چالیس سال تک اُشک ریزی کرتا رہا۔

بیان کیا جاتا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کسی مقبرہ سے گزر رہے تھے کہ ایک شخص نے انہیں آواز دی، اور اللہ نے اسے زندہ فرما دیا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اس سے پوچھا: دنیا کے اندر تم کیا کیا کرتے تھے؟ کہا: میں قلی تھا، سر پر بوجھ ڈھوتا اور اسی سے روزی کماتا تھا۔ ایک دن کسی آدمی کی لکڑی میں نے اپنے سر پر لاد رکھی تھی، غلطی سے اس میں سے ایک تنکا نکال کر میں نے اپنے دانتوں کا خلال کر لیا تھا۔ جب میرا انتقال ہو گیا تو اللہ تعالیٰ نے مجھے اپنے سامنے کھڑا کیا اور کہا:

يا عبدي، اما علمت اني موقفك بين يدي و فلان اشترى
حطباً بماله و دفع لك الأجرة لتعود به إلى منزله، فأخذت منه
شظية لا تملكها، استونت بأمرى، فسألتك بالله ألا ما شفعت
لي عند الله فإني في الحساب منذ أربعين سنة .

یعنی میرے بندے! کیا تمہیں اس وقت پتا نہ تھا کہ میں تمہیں ایک دن اپنے
روبرو کھڑا کرنے والا ہوں جب فلاں شخص نے اپنے مال سے لکڑی خریدی اور
تمہیں گھر تک پہنچانے کی اجرت ادا کر دی تھی، پھر تم نے اس میں سے ایک
تنکا کیوں نکال لیا تھا جو کہ تمہاری ملکیت نہ تھا۔ تو نے میرے حکم کی صریح خلاف

ورزی کی ہے۔ لہذا اب میں آپ سے اللہ کا واسطہ دے کر التجا کرتا ہوں کہ بلا رگاہِ الہی میں میرے لیے سفارش کر دیجیے کیوں کہ میں چالیس سال سے محض اس ایک جرم کے حساب میں گھرا ہوا ہوں۔

حضرت حسن بصری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: بروز قیامت ایک شخص دوسرے کے گلے لٹک کر یوں عرض کرے گا: اللہ میرے اور تمہارے درمیان فیصلہ فرمائے۔ ایک کہے گا: قسم بخدا! میں تو تمہیں جانتا بھی نہیں۔ دوسرا کہے گا: کیا تو وہ نہیں جس نے میری دیوار سے مٹی نکالی تھی۔ کوئی اور کہے گا: تو نے تو میرے کپڑے سے ایک دھاگا نکال لیا تھا۔ تو یہ اور اس طرح کی بہت سی ایسی مثالیں ہیں جنہیں سن کر اور پڑھ کر خوفِ خدا رکھنے والوں کے دل ٹکڑے ٹکڑے ہو جاتے ہیں۔

بیان کیا جاتا ہے کہ حضرت حسان بن ابوسفیان شب بیداری کے عادی تھے۔ نہ تو چربی دار گوشت کھاتے اور نہ ٹھنڈا پانی پیتے۔ پس انتقال کسی نے انہیں خواب میں دیکھ کر پوچھا:

ما فعل اللہ بک؟ فقال: أنا محبوس عن الجنة بآبرة استعرتها فلم أردھا لصاحبھا .

یعنی اللہ نے آپ کے ساتھ کیا معاملہ کیا؟ کہا: میں جنت سے صرف اس جرم کی پاداش میں دور رکھا گیا ہوں کہ ایک بار میں نے کسی سے سوئی ادھار لی تھی مگر پھر اسے اس کے مالک کو لوٹانے کی توفیق نہ ہوئی۔

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے بارے میں آتا ہے کہ آپ صائم النہار اور قائم اللیل تھے (یعنی دن میں روزہ رکھتے اور رات میں قیام فرماتے)، ان کے وصال کے بعد ان کے صاحبزادے نے انہیں خواب میں دیکھا۔ آپ نے پوچھا:

یا بنی، منذ کم فارقتکم؟ قال: یا أبت منذ عشرين سنة، فقال:

الآن لجا خرجت من الحساب كأن عرشي يهوي لولا أني لقيت

ربا کریمما .

یعنی اے بیٹے! ذرا بتاؤ تم لوگوں سے نکھڑے ہوئے کتنا عرصہ ہو گیا ہے؟ کہا:
بابا جان! کوئی بیس سال۔ فرمایا: اب جب کہ میں حساب کے جھمیلوں سے فارغ
ہو گیا ہوں تاہنوز ایسا محسوس ہوتا ہے جیسے میرے قبر کی چھت خوف و دہشت سے
لرزہ بر اندام ہے، حالاں کہ رب کریم نے اپنی بے کراں مہربانیوں کے ساتھ مجھ
سے ملاقات فرمائی تھی۔ (پھر اگر وہ ذرا سی سختی فرماتا تو کیا ہوتا تم خود ہی اندازہ
کر لو)

یکے از صالحین کا بیان ہے کہ میں نے حضرت بہلول دانا کو ایک اونٹنی پر سوار گریہ
کناں قبرستان کی طرف جاتے ہوئے دیکھ کر پوچھا :

إلى أين؟ فقال: إلى العرض على الله تعالى، فمضى ساعة، ثم
عاد وهو يبكي، فقلت له: وما يبكيك؟ قال: من عظم ما
أصابني، عرضت بين يديه، فلما عرفني طردني .

یعنی کہاں جا رہے ہیں؟ فرمایا: اللہ کی بارگاہ میں پیشی کے لیے۔ ابھی کچھ ہی
دیر ہوئی ہوگی کہ پھر وہ روتے ہوئے واپس آتے دکھائی دیے۔ میں نے پوچھا:
کیوں رو رہے ہیں؟ فرمایا: اس حادثے کی وجہ سے جو میرے ساتھ پیش آیا کہ
جب میں اس کے روبرو حاضر ہوا تو اس نے پہچان تو لیا مگر دھتکار کر بھگا دیا۔
کسی نے اس موقع کے لیے کتنے اچھے اشعار قلم بند کیے ہیں :

قد سودت وجهي المعاصي

و أثقلت ظهري الذنوب

و أورثني ذكرها سقاما ☆ وليس لي في الوري طيب

يا شؤم نفسي غداة عرضي ☆ إذا أحاطت بي الكروب

والداعی لما دعانی باسمی ☆ أنت تقرأ و ما یجیب

هذا کتاب الذنوب فاقراً

فَعِنْدَهَا تَظْهَرُ الْعُيُوبُ

یعنی گناہوں نے میرے چہرے کے غازہ حسن پر سیاہی مل دی ہے۔ اور گناہوں کے بوجھ نے میری کمر توڑ کر رکھ دی ہے۔

اس کے ذکر و فکر کی رٹ لگاتے لگاتے میں مریض نیم جاں ہو چکا ہوں اب میرے مرض کی تشخیص اس طبیب حاذق کے سوا بھری کائنات میں کوئی بھی نہیں کر سکتا۔

اے نفس! تیرا خانہ خراب ہو، ذرا سوچ و خیال کو پردے اور سوچ اگر تو کرب و الم میں یوں ہی ڈوب رہا تو کل کس منہ سے اس کے روبرو ہوگا۔

بلانے والے نے جب میرا نام لے کر مجھے دعوت دی تو تو نے دعوت نامہ تو پڑھا مگر جواب دینے کی تجھے توفیق نہ ہوئی۔

دیکھ یہ ہے تیرے گناہوں کا نوشتہ۔ جس طرح اور جتنی بار بھی پڑھنا ہو پڑھ لے اور یقین رکھ کہ تیرے سارے عیوب و نقائص اس میں مرقوم ہیں۔

کسی مرد صالح کا بیان ہے کہ میں نے جمعرات کی شب کسی بچے کو روتے ہوئے دیکھ کر پوچھا: کیوں رورہے ہو؟ کہنے لگا: اے چچا جان! دیکھئے کہ جمعرات آگئی اور یہی دن پیشی کا ہوتا ہے، آج میں معلم کے روبرو کیا جاؤں گا، اب مجھے اپنی لغزشوں اور غلطیوں کا احساس کھائے جا رہا ہے۔ تو میں نے اپنے جی میں سوچا کہ ذرا دیکھو یہ بچہ کتنا چھوٹا ہے مگر اس پر اپنے معلم کے پاس حاضر ہونے کا کیسا خوف طاری ہے حالاں کہ خود معلم بھی ایک انسان ہی ہے۔ پھر اس بندے کا کیا حال ہوگا جو عیوب و نقائص اور لغزشوں کے بوجھ لے کر اپنے حقیقی آقا و مولا کے روبرو حاضر ہوگا۔

کسی نے اسے منظوم طور پر یوں پیش کیا ہے :

سوف تأتي عليك ساعة هول ☆ حين تعطى صحائف الأعمال
فكأنني أرى فضائح قوم ☆ قد تجلى لعرضها ذو الجلال
ليت شعري إذا قرأت كتابي ☆ بيمينى أعطاه أم بشمالي
یعنی عنقریب تجھ پر ہولناک گھڑیاں بسیرا کرنے والی ہیں، جس وقت کہ تجھے
تیرا نامہ اعمال پکڑا جائے گا۔

ایسے لوگوں کی فضیحت و رسوائی کا سماں گویا میں آج ہی کھلی آنکھوں دیکھ رہا
ہوں جنہیں اللہ کے حضور پیش ہونے کا آرڈر جاری ہو گیا۔

کاش! مجھ میں آج ہی اس بات کا شعور پیدا ہو جاتا کہ جس وقت میرا اپنا نامہ
اعمال پڑھوں گا تو وہ میرے دائیں ہاتھ میں دیا جائے گا یا بائیں ہاتھ میں۔

حضرت ذوالنون مصری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: میں نے ایک نوجوان کو غلافِ کعبہ
سے چمٹا ہوا دیکھا، جس کے لبوں سے یہ الفاظ نکل رہے تھے :

يا رب، اعف عني عما فعلته في أيام غفلي، فقد فني جسمي،
فهتف به هاتف و هو يقول: إنا لا نؤخذ العبد بما فعله في أيام
غفله .

یعنی اے پروردگار! اپنے غفلت کے دنوں میں جو کچھ برائیاں میں نے کیں
انہیں معاف فرمادے؛ کیوں کہ میرا جسم اسی غم میں گھلا جا رہا ہے۔ اتنے میں ہاتف
غیب سے آواز آئی: ایام غفلت میں سرزد ہوئے گناہوں پر ہم بندوں سے مواخذہ
نہیں کرتے۔

برائیوں سے بچنے کی تدبیریں

حضرت بہل بن عبداللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں :

حرام علی کل قلب أن یشم رائحة الیقین، و فیہ سکون إلی عملہ إلی غیرہ .

یعنی ایسا دل یقین کی خوشبو سونگھنے سے ہمیشہ محروم رہے گا جو رضائے مولا کے علاوہ دوسرے کام کرنے میں سکون محسوس کرے!۔

حضرت حسن رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں :

المومن أسیر، فیجب علیہ أن یسعی فی فکاک نفسہ، لا یأمن شیئاً حتی یلقى اللہ تعالیٰ، و یعلم أنه مؤاخذ علیہ فی سمعہ، و بصرہ، و لسانہ، و جمیع جوارحہ .

یعنی مومن (اس قیدخانہ دنیا میں) ایک قیدی کی مانند ہے؛ لہذا خود کو بیڑیوں سے آزاد کرنے کی اسے ہمہ وقت کوشش کرتے رہنا چاہیے۔ جب تک اللہ سے شوقِ ملاقات کی آرزو پوری نہ ہو جائے کسی چیز سے مطمئن ہو کر بیٹھ نہ رہے بلکہ وقت احساس کی اس شمع کو اپنے اندر فروزاں کیے رکھے کہ اس کے کان، آنکھ، زبان بلکہ جملہ اعضاء و جوارح کی بابت اس سے باز پرس ہوگی۔

کسی حکیم کا قول ہے :

احفظ أربع خصال تنج بہا من کل سوء: عینک، و لسانک، و قلبک، و ہواک . و لسانک لا تقل بہ شیئاً من الشر تعلم أن الحق خلافہ، و قلبک لا یکن فیہ غل و لا عداوة لأحد من المسلمین، و ہواک لا یکن فیہ شبہ، فإن کان فیک ہذہ الخصال، و إلا فاجعل الرماد علی رأسک، و اعلم بأنک قد

ہلک

یعنی اگر تو نے آنکھ، زبان، دل اور خواہش ان چار چیزوں پر حفاظت کا پہرہ بٹھا دیا تو سمجھ لے کہ تجھے ہر برائی سے چھٹکارے کی ضمانت مل گئی۔ زبان کی حفاظت یوں کر کہ اس سے کوئی ایسی بری چیز نہ ادا کر جس کے بارے میں تجھے یقین سے معلوم ہو کہ حق اس کے برعکس ہے۔ دل کی حفاظت یوں کر کہ اس میں کسی بھی مسلمان کے لیے عداوت و حسد کا گھونسلانہ بنا۔ اور خواہش کی حفاظت یوں کر کہ اس میں کسی شبہ کی بھی گنجائش نہ رہ جائے۔ اگر تم ان چار خصلتوں کو من کے کھیت کے اندر اگانے میں کامیاب ہو گئے، (پھر تو دارین کی سعادتیں تمہارا نصیب ہیں)، ورنہ اپنے سر کو خاک آلود کر کے اس بات کا یقین کر لے کہ ہلاکت تمہارا مقدر بن چکی ہے۔

بیان کیا جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی طرف وحی بھیجی :

إذا نظرت إلی یمینک فانظر إلی جناتی و نعمائی، و إذا نظرت عن شمالک فاذا کر ناری و عقابی، و إذا نظرت من فوقک فاذا کر جلالی و عظمتی، و إذا نظرت من تحتک فانظر قدرتی و عجائبی، و إذا نظرت أمامک فاذا کر الحساب و دقائقه، و إذا نظرت وراءک فاذا کر الموت و أعوانه و شدائده و أهواله و سكراته، و اعلم أنك مطلوب بأعمالک رهین .

یعنی جب تم اپنی دہنی طرف نگاہ کرو تو میری جنت و نعمت کا تصور کیا کرو، اور جب اپنے بائیں نظر کرو تو جہنم و سزا کا خیال باندھا کرو۔ جب اپنے اوپر کی سمت تکا کرو تو میری عظمت و جلالت کو یاد کیا کرو، اور جب اپنے نیچے دیکھا کرو تو میرے عجائبات قدرت کا مشاہدہ کیا کرو۔ جب اپنے آگے نظر کرو تو حساب اور اس کی باریکیوں کو یاد کیا کرو، اور جب تم اپنے پیچھے نگاہ دوڑاؤ تو موت، مددگار ان،

کلفتوں، ہولناکیوں اور اس کے سکرات کا تصور کیا کرو۔ اور یہ بات ذہن نشیں کر لو کہ تم سے تمہارے گروئی رکھے ہوئے اعمال کی بابت مطالبہ و مواخذہ ہوگا۔

حضرت ذوالنون رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں :

ثِق بِاللّٰهِ وَ اَرْضٍ مِّنَ اللّٰهِ، فَكُلْ شَيْءً بِقِضَاءِ اللّٰهِ، وَ لَوْ عَلِمَ الْاِنْسَانُ قُرْبَ اللّٰهِ مِنْهُ مَا عَصَى اللّٰهَ .

یعنی اللہ تعالیٰ (کی ذات سے بخشش کی) امید واثق رکھ، اور خود کو اللہ سے راضی رکھنے کی کوشش کرتا رہ، کیوں کہ ہر چیز اللہ کے قضا و قدر ہی سے ہوتی ہے، اور اگر انسان کو صحیح معنوں میں اندازہ ہو جائے کہ اللہ تعالیٰ اس سے کتنا قریب ہے تو پھر وہ کبھی اس کی نافرمانی نہ کرے (اور گناہوں کے قریب بھٹکنے نہ پائے) کسی نے شعر کی زبان میں کہا ہے :

اِنْ كُنْتَ صَوْفِي فَعَجَل ☆ اِنْ وَقْتُكَ سَيْفٌ

وَ اِنْ تَهَاوَنْتَ ضَيْعَتُ ☆ الشِّتَاءُ وَ الصَّيْفُ

وَ اَعْلَمُ بِاَنَّ اِبْنَ اٰدَمَ ☆ مِنْ اَهْلِهِ كَالضَّيْفِ

دَنَا الرَّحِيلُ فَعَلَّ ☆ كَيْفَ حَالِي كَيْفُ

یعنی اگر تو صحیح معنوں میں صوفی ہے تو (زادِ راہ کی فراہمی میں) جلدی سے کام لے، کیوں کہ وقت تلوار کی مانند تیز ہے۔

اگر تم نے ذرا بھی غفلت برتی تو موسم سرما و گرما دونوں سے ہاتھ دھو بیٹھو گے۔

اور یہ بات دل کی تختی پر نقش کر لے کہ جملہ بنی نوع انسان ایک دوسرے کے گھر میں مہمان کی طرح ہیں۔

کوچ کا نقارہ بجنے کا وقت بہت ہی قریب آ گیا تو اب کہتا پھر کہ میرا کیسا برا حال ہے۔

محاسبہ نفس کا عمل سدا جاری رکھیے

کسی مرد درویش کا بیان ہے کہ میں نے ایک راہب سے پوچھا: کیا تمہاری کوئی عید بھی ہوتی ہے؟۔

کہا: ہاں! وہ دن ہمارے لیے عید ہے جس میں اللہ کی نافرمانی کا کوئی کام نہ کریں۔
میں نے پوچھا: پھر تم سیاہ لباس کیوں پہنتے ہو؟۔

کہا: یہ مصیبت زدگان کا لباس ہے۔

میں نے پوچھا: تمہارے نزدیک سب سے بڑی مصیبت کیا ہے؟۔

کہا: گناہوں کا ارتکاب کرنے سے بڑھ کر اور کیا مصیبت ہو سکتی ہے!۔

پھر میں نے غور سے دیکھا تو اس کی دہنی آستین میں سفید اور بائیں میں سیاہ کنکری نظر آئی۔

میں نے پوچھا: یہ سفید و سیاہ کنکریوں کا کیا معاملہ ہے؟۔

کہا: جب بھی میں کوئی نیکی کرتا ہوں سفید کنکری اٹھا کر سیاہ کنکریوں کے کھاتے میں ڈال دیتا ہوں، اور جب کوئی برائی کر بیٹھتا ہوں تو سیاہ کنکری اٹھا کر سفید کنکریوں کے کھاتے میں ڈال دیتا ہوں، پھر رات میں اپنے اعمال کا محاسبہ کرتا ہوں، جب سیاہ کنکریاں سفید کنکریوں پر غالب آجاتی ہیں تو سمجھ جاتا ہوں آج نفس نے کچھ زیادہ ہی گناہ کر لیے ہیں، تو اب قاعدے سے نفس کی خبر لیتا ہوں اور سزا کے طور پر کھانا پینا تک اس پر بند کر دیتا ہوں۔ اور جب سفید کنکریاں سیاہ کنکریوں سے زیادہ ہو جاتی ہیں تو سمجھ جاتا ہوں کہ آج نیکیوں کی کثرت رہی تو انعام کے طور پر پھر اسے کچھ کھلا پلا دیتا ہوں۔ اور نفس کے ساتھ میرا یہ معاملہ زمانے سے ہے اور یہ اس وقت تک جاری رہے گا جب تک کہ اس سے جدا نہ ہو جاؤں اور میرا طائر روح اس قفسِ عنصری سے پرواز نہ کر جائے۔

یکے از صالحین کا بیان ہے کہ جب بھی وہ کوئی عمل سرانجام دیتے کسی تختی پر اسے لکھ لیتے۔ پھر جب رات آتی تو وہ تختی اپنے سامنے رکھ کر اپنے نفس کا حساب لیتے اور پھر تادم سحر ندامت و خجالت کے آنسو بہاتے رہتے۔ اور ان کا یہ عمل پوری زندگی یوں ہی جاری و ساری رہا۔ جب ان کا انتقال ہوا، کسی نے خواب میں دیکھ کر پوچھا :

ما فعل اللہ بک؟ قال: أوقفني بين يديه، و قال: يا عبدي، قد جعلت حسابك في الدنيا لنفسك بدلاً عن حسابك في الآخرة.

یعنی اللہ تعالیٰ نے آپ کے ساتھ کیا معاملہ کیا؟ کہا: مجھے اپنے روبرو کھڑا کر کے فرمایا: میرے بندے! (اب ہم تمہارا اور کیا حساب لیں جب کہ) آخرت میں جو حساب ہونا تھا وہ تم نے اپنے نفس سے دنیا ہی میں لے لیا ہے۔

کسی نے اس موقع کے لیے بہت اچھے اشعار نظم کیے ہیں۔

- ☆ کم ذا التشاغل و الأمل
- ☆ کم ذا التواني و الكسل
- ☆ حتی متی و إلی متی
- ☆ یحصی علیک فلا تمل
- ☆ هل بعد شیب العارضین
- ☆ سوى التوقع للأجل
- ☆ یا من یغر بنفسه
- ☆ وعن الصلاح قد امتهل
- ☆ فالموت أقرب نازل
- ☆ و القبر صندوق العمل
- ☆ سخط الإله بما جنیت
- ☆ من المعاصی و الزلل
- ☆ یا رب عبد مذنب
- ☆ قد شقه طول الأمل
- ☆ منك الشفاء لعلتی
- ☆ و علیک نعم المتکل

یعنی تم کب تک امید و آرزو اور بے جا مصروفیات کے ریشمی جالوں میں الجھے رہو گے، اور غفلت و سستی کا یہ سلسلہ کہاں تک دراز ہوگا۔

کب تک اور کہاں تک تمہیں ان کا شمار کر کے بتایا جائے کہ تم ان سے بیزار ہو جاؤ (اور خود کو عمل خیر کی راہ پر جادہ پیمائے کر لو)

کیا بڑھاپے کا موسم خزاں اُتر آنے کے بعد موت کی توقع کے علاوہ بھی کوئی اور امید باقی رہ جاتی ہے۔

اے نادان! ذرا سوچ کہ نفس کے دام ہمرنگ زمیں میں تو کیسا الجھا ہوا ہے، اور صلاح و تقویٰ کی پونجی اکٹھا کرنے میں تو کتنی سستی برت رہا ہے۔

ذرا سوچ کہ موت کا کیا ہے، وہ بس آئی کہ آئی، اور قبر ہی سے تیرے اعمال کا صندوق کھول دیا جائے گا۔

معصیت کیشی اور گناہ اندوختی کرتے وقت کیا کبھی ایسا ہوا کہ مولا کے احساس غیظ و غضب نے تجھے جھنجھوڑ کر رکھ دیا ہو۔

اے پروردگار! یہ بندہ حقیر بڑا خاطر و عاصی ہے، اور بے پایاں امیدوں نے اس کا شیرازہ حیات بکھیر کر رکھ دیا ہے۔

ایسے کس مپرسی کے عالم میں میرے روگ کو اگر کہیں سے شفا کی امید ہے تو وہ بس تیری اور تیری بارگاہ ہے۔ اور بس تیری ہی ذات پر بھروسہ بھی رکھا جاسکتا ہے۔

حضرت مالک بن دینار رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں :

ان من عرف اللہ لقیہ سالماً، والویل کل الویل لمن ذهب عمرہ فی الدنیا باطلاً.

یعنی جو شخص اس بات کا خواہش مند ہو کہ اللہ سبحانہ و تعالیٰ اس سے یسر و سلامتی کی حالت میں ملاقات کرے اور پھر بھی وہ اپنی زندگی کو باطل و عبث چیزوں میں بسر کر رہا ہو تو ایسا شخص صحیح معنوں میں ہلاک کر دیے جانے ہی کے قابل ہے۔

موت کی یاد کو اپنا وظیفہ حیات بنا لو

حضرت حسن رضی اللہ عنہ سے پوچھا گیا: اے ابوسعید! ابھی آپ خود کو کس حال میں پاتے ہیں؟ فرمایا:

حال من ينتظر الموت إذا أمسى، و إذا أصبح لا يدري هل يمسي، و كيف يمسي؟

یعنی اس کا حال پوچھ کر کیا کرو گے جو سر شام تو موت کا انتظار کرتا ہے، لیکن پھر جب صبح ہوتی ہے تو اسے پتا ہی نہیں ہوتا کہ شام پھر لوٹ کر آئے گی۔ اور آئے گی بھی تو کیسی ہوگی!۔

حضرت اویس قرنی رضی اللہ عنہ نے اپنے کسی دوست سے کہا:

يا أخي، إذا نمت فاذا ذكر الموت و اجعله أمامك، و إذا قمت فلا تنظر لصغر ذنبك، و لكن أنظر إلى من عصيت.

یعنی میرے بھائی! تم موت کا تصور کر کے سویا کرو اور موت کو ہمیشہ اپنے سامنے گمان کیا کرو۔ اور جب بیدار ہو تو اپنے معمولی سے معمولی گناہوں کو دیکھنے کی بجائے یہ دیکھا کرو کہ تم نے نافرمانی کی کس کی ہے!۔

حضرت حسان رضی اللہ عنہ نے ایک روز اپنی ماں سے پوچھا:

يا أمه، أتحبين أن تلقي الله تعالى، قالت: لا وقد عصيته.

یعنی اے امی جان! کیا آپ کو اللہ تعالیٰ سے ملاقات کرنے کی آرزو ہے؟ کہا: نہیں۔ گناہوں میں اٹا ہوا یہ منہ اس کے روبرو ہونے کے کہاں قابل ہے!۔

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

ما من أحد يموت إلا و يندم، إن كان محسنا ندم ان لا يكون

قد زاد فيه، و إن كان مسيئاً ندم ان لا كان أقلع منه .

یعنی کوئی شخص ایسا نہیں جسے مرنے کے بعد ندامت لاحق نہ ہو۔ اگر نیکو کار ہوگا تو اسے اس بات پر ندامت ہوگی کہ اس نے مزید نیکیاں کیوں نہ کمائیں۔ اور اگر گنہ گار ہوگا تو اس لیے شرمندہ ہوگا کہ اس نے سلسلہ گناہ کو ترک کیوں نہیں کیا!۔

ایک مرد صالح نے فرمایا کہ میں نے جانکنی کے عالم میں پڑے ایک شخص کے پاس

جا کر کہا :

قل لا إله إلا الله ، فقال : كلمة كنت أقولها منذ سبعين سنة، و

الآن قد بدالي أن لا أقولها .

یعنی لا الہ الا اللہ پڑھو۔ تو اس نے کہا: یہ تو وہی کلمہ ہے جسے میں اپنی ستر سالہ زندگی کے دوران پڑھتا رہا ہوں۔ لیکن اس وقت میں ایسے مرحلے سے گزر رہا ہوں کہ شاید اس کو پڑھنے کی توفیق نصیب نہ ہو۔

ساداتِ صالحین سے مروی ہے کہ ایک رات حضرت عمر جوینی رضی اللہ عنہ پھوٹ

پھوٹ کر روئے۔ ان کی ماں نے پوچھا :

ما یبکیک؟ ألا تشکر صلاتک و صیامک؟ قال : دعیني یا

أمي، فوالله ما أدري ما یختم لي به .

یعنی بیٹے! اس قدر کیوں رو رہے ہو؟ تمہیں تو اپنے صوم و صلوٰۃ کی کثرت کے باعث شکر گزار ہونا چاہیے؟ فرمایا: امی جان، کیا باتیں کر رہی ہیں! قسم بخدا مجھے تو محض اپنے خاتمے کی پڑی ہوئی ہے۔ نہیں معلوم میرے روزہ و نماز میرے لیے کہاں تک نفع رساں ہوں گے!۔

حضرت ابن عجلان رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم ایک بڑے مشہور عالم کی دم نزع

میں پہنچے، میں نے اس سے زیادہ خشیت خداوندی رکھنے والا شخص آج تک نہ دیکھا تھا۔ ہم

نے انھیں کلمہ شہادت کی تلقین کی اور زبان سے ادا تو کرنا چاہ رہے تھے، مگر کہنے پر قدرت

نہیں تھی۔ ہم نے اس کی وجہ پوچھی تو فرمایا :

حبلي بيني و بينها، و ذلك اني قتلت نفسا في شبابي، فنعود
بالله من مكره .

یعنی اس وقت میرے اور اس کے درمیان ایک رسی حائل ہو چکی ہے۔ اور ایسا
اس وجہ سے ہوا ہے کہ میں نے اپنی جوانی کے دنوں میں ایک شخص کو قتل کر دیا تھا۔
پس ایسی ہولناکی سے اللہ کی پناہ۔

راندگانِ بارگاہِ الہی

حضرت ذوالنون مصری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: میں نے کسی بیابان میں ایک ہٹے
کے شخص کو بلند ٹیلے پر پڑا دیکھا۔ جب اس سے قریب ہوا تو کیا دیکھتا ہوں کہ اس کی
آنکھوں سے آنسوؤں کے چشمے جاری تھے۔ میں نے پوچھا :

من أنت؟ فقال: أنا طريد الله، فقلت له: مم بكاؤك؟ فقال:

إنما بكائي على الوصال الذي كان بيني وبين الله .

یعنی نم ہو کون؟ کہنے لگا: اللہ کا ایک دھتکارا ہوا بندہ۔ پوچھا: اور یہ روؤں
دھوؤں کیوں کر ہے؟ کہا: اپنے قرب و وصال کی ان گھڑیوں کو یاد کر کے رو رہا
ہوں جو میرے اور مالکِ حقیقی کے درمیان تھیں۔

کسی نے اس موقع کے لیے بڑے پتے کے اشعار قلم بند کیے ہیں۔

ليس لي فيك مرتجى ☆ غير صبري على القضا

و بكي على الوصال ☆ الذي كان و انقضى

یعنی اب میرے لیے تمہارے اندر کوئی شمع اُمید باقی نہیں رہی؛ مگر ہاں قضا و
قدر کے اوپر تو مجھے صبر کرنا ہی ہے۔

اب اگر رونا آ رہا ہے تو صرف اس بات پر کہ تیرے ساتھ وصال و قربت کے جو لمحات میسر تھے وہ اب جاتے رہے۔

حضرت ذوالنون مصری نے اللہ کے اس قول :

وَيَوْمَ الْقِيَامَةِ تَرَى الَّذِينَ كَذَبُوا عَلَى اللَّهِ وُجُوهُهُم مُّسْوَدَّةٌ ۝

(سورہ زمر: ۳۹، ۶۰)

۶ اور آپ قیامت کے دن ان لوگوں کو جنہوں نے اللہ پر جھوٹ بولا ہے دیکھیں گے کہ ان کے چہرے سیاہ ہوں گے۔

کی تفسیر میں فرمایا کہ اس سے مراد وہ دعویٰ عشق و مستی کرنے والے ہیں جنہیں دعویٰ تو محبت الہی کا تھا مگر سچائی کچھ اور تھی!۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا :

ليست الأعمال كلها ترضيه و لا بالذي تسخطه، لكن رضى عن قوم فاستعملهم بعمل الرضى، و سخط على كل قوم آخرين فاستعملهم بعمل السخط .

یعنی اعمال کا سارا ذخیرہ اس لائق نہیں ہوتا کہ اس سے رضاے مولا کو خریدا جاسکے، اور نہ ہی اس سے غضب خداوندی مول لیا جاسکتا ہے۔ ہاں! دستورِ الہی یہ ہے کہ جب وہ کسی سے خوش ہوتا ہے تو اسے اپنی رضا کے کام کرنے کی توفیق مرحمت فرما دیتا ہے، اور جب کسی سے ناخوش ہوتا ہے تو اسے اپنے غیظ و غضب کو ابھارنے والے کام میں لگا دیتا ہے۔

بیان کیا جاتا ہے کہ ایک شخص نے اپنی نماز کو طول دی اور اس کے پیچھے کھڑا دوسرا شخص سراپا انتظار بنا ہوا ہے۔ جب وہ نماز سے فارغ ہوا تو اس شخص نے کہا :

يا أخي، لا يعجبك ما رأيته مني، و ذلك لأن إبليس - لعنه

اللہ - عبد اللہ دھرا طویلا ثم صار إلى ما صار إليه .

یعنی اے بھائی! برانہ مانیں تو ایک بات عرض کروں، اور وہ یہ کہ ابلیس - لعنہ اللہ - نے مدتوں اللہ تعالیٰ کی عبادت کا دم بھرا تھا، مگر پھر اس کا انجام کیا ہوا وہ کسی سے پوشیدہ نہیں!۔

روایتوں میں آتا ہے کہ ایک مرتبہ حضرت جبریل امین علیہ السلام خوف و خشیت سے لبریز کانپتے ہوئے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہوئے۔ آقاے کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پوچھا :

ما هذا الخوف؟ فقال، يا حبيبي يا محمد، إن إبليس - لعنہ اللہ - عبد اللہ تعالیٰ ثمانين ألف سنة، ثم صار إلى ما صار إليه، ثم هاروت و ماروت و قد كانا لهما فضل كثير، فلا نأمن من أن يتلينا بمعصية فنعذب عليها، فقعدا يبكيان حتى ناداهما مناد من السماء: ان اللہ تعالیٰ أمنكما من أن يتليكما بمعصية فيعذبكما عليها، ففرحا فرحاً شديداً و قالوا الحمد للہ .

یعنی اے جبریل! یہ کیکپاہٹ کیسی؟ کہا: اے میرے محبوب محمد! آپ کو معلوم ہے کہ ابلیس - لعنہ اللہ - نے کوئی اسی ہزار برس تک اللہ کی عبادت کیا تھا۔ پھر اس کا کیا حشر ہوا آپ کو معلوم ہے۔ پھر ہاروت و ماروت کو دیکھ لیں، یہ بڑے فضل و کمال والے فرشتے تھے۔ تو یوں ہی ہمیں بھی ہمہ وقت یہی خوف لاحق رہتا ہے کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ ہم سے کوئی غلطی سرزد ہو جائے اور نتیجے میں ہم بھی عذاب خداوندی کے شکار ہو جائیں۔

دیکھیں کہ وہ (ہاروت و ماروت) بیٹھ کر گریہ و بکا کر رہے تھے تو آسمان سے ایک روز ہاتفِ غیبی نے آواز دی: اللہ تعالیٰ نے تم دونوں کو آئندہ کے لیے اس بات سے محفوظ کر دیا ہے کہ تم سے کوئی گناہ سرزد ہو اور پھر اس پر تمہیں کوئی عذاب

دیا جائے۔ یہ سن کر وہ بے پناہ خوش ہوئے اور شکرانے میں کہا: الحمد للہ۔

ایک دن اللہ تعالیٰ نے حضرت جبرئیل و میکائیل سے پوچھا :

ما هذا الخوف الذي دخلكما و قد علمتما مكانكما مني، و
إني لا أظلم أحدا شيئا، فقالا: أجل يا ربنا، و لكننا لا نأمن من
مكرک، فقال: صدقا لا تأمنا مكري أبدا .

یعنی یہ بتاؤ کہ تم پر اس قدر خوف کا غلبہ کیوں رہتا ہے، حالاں کہ تمہیں معلوم
ہے کہ میری نگاہ میں تمہارا مقام و مرتبہ کتنا بلند ہے، نیز یہ کہ میں رتی بھر کسی پر ظلم نہیں
کرتا۔ دونوں نے عرض کیا: بات تو ٹھیک ہے پروردگار؛ لیکن ہم تیری تدبیر سے
خود کو محفوظ تصور نہیں کرتے۔ فرمایا: تم نے سچ کہا۔ کبھی بھی میری تدبیر سے مطمئن
(ہو کر غافل) نہ ہو جانا۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں :

عباد اللہ، لا تغتروا بطول حلم اللہ، و اتقوا السفہ، فقد
سمعتم قوله عزوجل في كتابه: (فلما آسفونا انتقمنا منهم
فاغرقناهم أجمعين) .

یعنی اے اللہ کے بندو! اللہ کے بے کراں حلم و بردباری پر بھروسہ کر کے کہیں تم
دھوکہ میں مت پڑ جانا، جہالت و عدم بردباری سے اپنا دامن بچاؤ؛ کیوں کہ اللہ
تعالیٰ کا یہ قول تم نے اس کی کتاب مقدس میں سن رکھا ہے: (پھر جب انھوں نے
ہمیں شدید غضب ناک کر دیا تو ہم نے ان سے بدلہ لے لیا اور ہم نے ان سب کو
غرق کر دیا)

ہوا و ہوس کی آفتیں

ایک بار حضرت جبرئیل علیہ السلام نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر

ہوئے اور عرض کیا :

یا محمد، من عمل من أمتك عملاً يريد به الدنيا، لم يجعل
الله منه نصيباً يوم القيامة، فقال النبي صلى الله عليه وسلم : إنا
لله و إنا إليه راجعون .

یعنی اے محمد! آپ کی امت میں جو شخص محض دنیا کمانے کے لیے کوئی عمل کرے
(تو اس سے بتادیں کہ) قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اس عمل کے صلے میں اسے کچھ
بھی عطا نہ کرے گا۔ یہ سن کر آقائے رحمت علیہ السلام نے پڑھا: انا لله وانا اليه
راجعون۔

کسی اہل دل نے ارشاد باری تعالیٰ: (وَإِنْ يَأْتُوهُمْ أُسَارَىٰ تَفَادَوْهُمْ) کی بڑی
نفیس توجیہ و تشریح کرتے ہوئے فرمایا کہ یعنی اگر وہ شہوتوں کے جرم میں قیدی بنا کر لائے
جائیں تو انھیں فدیہ دے کر چھڑالو، یعنی انھیں مجاہدات و ریاضات کی چکی میں پیس دو؛
کیوں کہ اللہ سبحانہ و تعالیٰ کے انوار و تجلیات شہوتوں میں گھرے ہوئے دلوں پر نہیں
اُتر کرتے۔

بیان کیا جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت داؤد علیہ السلام کی طرف وحی بھیجی :

يا داؤد، حذر أصحابك من أكل الشهوات، فإن القلوب
المتعلقة بشهوات الدنيا معقولة محجوبة مني .

یعنی اے داؤد! اپنے ساتھیوں کو ہوا و ہوس کی ٹامک ٹوہیوں میں بھٹکنے سے
روکو؛ کیوں کہ جو دل دنیا کی شہوتوں کے پیچھے مارے مارے پھرتے ہیں وہ مجھ سے
آڑ میں رہیں گے۔

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد پاک ہے :

إذا رأيتم مبتلى فسلوه العافية فأهل البلاء هم أهل الغفلة عن

ذکر اللہ تعالیٰ

یعنی جب تم کسی بتلائے الم کو دیکھو تو اس کے لیے امن و عافیت کی دعا کرو؛ کیوں کہ یہ مصیبت زدگانِ دراصل اللہ تعالیٰ کے ذکر سے غفلت برتنے والے ہی ہوتے ہیں۔

بیان کیا جاتا ہے کہ حضرت جبرئیل، حضرت یوسف علیہما السلام کے پاس آئے اور کہا:

یا یوسف، الحق سبحانہ و تعالیٰ یقرؤک السلام، و یقول لک: أما تستحیی منی اشتغلت بگیری، و عزتی و جلالی لأبتلیک بالسجن بضع سنین، فقال یوسف: یا جبریل، هو راضٍ عنی؟ قال: نعم، قال، إذا لا أبالی.

یعنی اے یوسف! حق سبحانہ و تعالیٰ نے آپ کو سلام بھیجا ہے اور فرمایا ہے کہ کسی اور کی یاد میں مشغول ہوتے وقت کیا تمہیں مجھ سے حیا نہیں آئی۔ مجھے اپنی عزت و جلال کی قسم! میں اس کی پاداش میں چند سال کے لیے جیل کی سلاخوں کے پیچھے ڈالنے والا ہوں۔ یوسف نے عرض کیا: اے جبرئیل! کیا ایسا کرنے کے بعد وہ مجھ سے خوش ہو جائے گا؟ کہا: ہاں۔ فرمایا: پھر تو کوئی غم نہیں۔ (میں اس کے لیے بہ دل و جاں تیار ہوں)۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے حکایت نقل کی جاتی ہے کہ آپ نے فرمایا:

بومان و لیلتان لم تسمع الخلائق بمثلہما، یوم مجيء البشیر بن اللہ تعالیٰ إما یرضاه و إما یسخطہ، و یوم الموقف بین یدی اللہ تعالیٰ، فمنہم من یاخذ کتابہ بيمينہ، ومنہم من یاخذ کتابہ بشمالہ، و لیلتان لیلۃ مبيت المیت فی قبرہ مع أهل القبور، فلم یت لیلۃ مثلها و لیلۃ صبیحتها القيامة لیس بعدها لیلۃ.

یعنی دو شب و روز ایسے ہوں گے کہ خلقِ خدا جن کا تصور بھی نہیں کر سکتی: ایک تو

وہ دن جب اللہ کی طرف سے خوشخبری لے کر آنے والا آئے گا، اب نہیں معلوم وہ کیا خبر لائے گا کہ چل! رب تجھ سے راضی ہے، یا یہ کہ اٹھ! رب تجھ سے غضب ناک ہے۔ اور دوسرا وہ دن جب کہ اللہ تعالیٰ کے حضور پیشی ہوگی، تو اس دن کچھ لوگوں کے نامہ اعمال تو داہنے ہاتھ میں ہوں گے اور کچھ کے بائیں ہاتھ میں پڑے ہوں گے۔ اور دو راتوں میں پہلی وہ جب مردہ اپنی قبر کی کوٹھری میں قبر والوں کے ساتھ رات بسر کرتا ہے، کیوں کہ ایسی رات اس نے کبھی نہیں گزاری ہوگی۔ اور دوسری وہ رات جس کی صبح قیامت برپا ہوگی کیوں کہ اس کے بعد پھر کبھی رات کو نہیں آنا۔

بیان کیا جاتا ہے کہ ایک مرتبہ حضرت ابراہیم علیہ السلام پھوٹ پھوٹ کر خوب روئے۔ حضرت جبریل علیہ السلام بزمِ قدس سے اتر کر پوچھتے ہیں:

یا ابراہیم الخلیل، ان اللہ یقرؤک السلام و یقول: هل رأیت خلیلاً یعذب خلیلہ؟ فقال ابراہیم علیہ السلام: اذا تذکرت خطیبتی نسیت خلتی.

یعنی اے ابراہیم خلیل! اللہ نے آپ کو سلام پیش کیا ہے اور کہلا بھیجا ہے کہ کیا کبھی کوئی دوست بھی کسی دوست کو سزا دیتا ہے!۔ حضرت ابراہیم نے عرض کیا: (جبریل! بات یہ ہے کہ) جب مجھے اپنی خطائیں یاد آتی ہیں تو خلت و رفاقت کا سارا نشہ ہرن ہو جاتا ہے۔

قارئینِ کرام! اندازہ فرمائیں کہ جب نبوت و خلت کے تاجِ زرّیں سے آراستہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا یہ حال ہے تو خطا و عصیان میں ڈوبے ہوئے گنہ کاروں کا کیا حال ہونا چاہیے۔ لہذا میرے دوست! آج ہی اپنے نفس کا محاسبہ کر لے قبل اس کے کہ کل سر محشر اس سے حساب کتاب لیا جائے، اور اسے سمجھا بچھا کر راہِ راست پر لے آیا قبل اس کے کہ عذاب کے کوڑے اس کی کمر توڑ کر رکھ دیں۔ اور ہو سکے تو اس سے جہادِ اکبر کر اور اسے تیغ کرتے وقت یہ دعا پڑھ لینا: بسم اللہ واللہ اکبر۔

غضبِ الہی سے لرز لرز جاؤ

بیان کیا جاتا ہے کہ ایک دن حضرت حاتم رضی اللہ عنہ، شیخ حامد سے ملاقات کر کے فرماتے ہیں :

یا أخی، کیف أنت فی نفسک؟ فقال: سالم معافی، فقال:

یا أخی، إنما السّلامة من وراء الصراط، والعافیة فی الجنة .

یعنی اے میرے بھائی! نفس کے ساتھ تیرا برتاؤ کیسا ہے؟ کہا: سلامت و عافیت سے ہے۔ فرمایا: میرے بھائی! سنا متی تو وہ ہے جو پل صراط پار کرنے کے بعد ملتی ہے۔ اور عافیت صرف جنت میں ہوگی۔

کسی نے اس مفہوم کو شعری قالب میں یوں پیش کیا ہے۔

دعوہ لا تلوموہ دعوہ ، فقد علم الذی لا تعلموہ

رأی علم الہدی فسماءلیہ ☆ و طالب مطلباً لا تطلبوہ

أجاب دعاءہ لما دعاه ☆ فقال بحقہ و اخلفتموہ

یعنی اسے چھوڑ دو، ملامت نہ کرو، چھوڑ دو؛ کیوں کہ اسے وہ کچھ معلوم ہے جس کے بارے میں تم کچھ نہیں جانتے۔

ہدایت کا پرچم دیکھ کر وہ اس کی طرف لپک پڑا، اور اس نے ایسے ایسے مطلب و مقصد طلب کیے جن کا اس سے مطالبہ نہیں کیا جاتا۔

جب بھی اس کے لبوں سے دعائیں نکلیں اجابت نے دوڑ کر اسے اپنے گلے سے لگایا؛ بات کتنی حق لگتی ہے؛ مگر (افسوس کہ) تم اس کی مخالفت پر کمر بستہ ہو!۔

عذابِ الہی سے بچنے کی تدبیریں

حکایت بیان کی جاتی ہے کہ ایک شخص کسی گرجا گھر سے گزرا، پادری اندر موجود تھا۔ اس نے راہب کو آواز دی مگر اندر سے کوئی جواب نہ آیا۔ پھر دوبار آواز دی تو راہب باہر آ کر کہنے لگا: اے شخص! میں کوئی راہب نہیں ہوں، راہب تو وہ ہوا کرتا ہے جو اللہ کی جلالت و بزرگی اور عظمت و کبریائی کا تصور کر کے کانپ جائے، گریہ و بکا کا عادی ہو، قضاے مولا پہ راضی ہو، اس کی نعمتوں کا شکر گزار ہو، اس کی عظمتوں کے حضور خمیدہ سر ہو جائے، اس کی ہمتوں کے آگے جھک جھک جائے، اس کے حساب و کتاب اور دردناک عذاب کی فکر میں غلطاں و پیچاں رہے، دن روزے میں گزرے تو رات (محبوب کو منانے کے لیے) کھڑے کھڑے گزار دے، دوزخ کی یاد اور جبار و قہار کے معاملے کو سوچ کر آنکھوں سے نیند روٹھ جائے، تو راہب دراصل ایسا ہوتا ہے، اور میری حیثیت تو محض ایک دہشت خیز کتا کی سی ہے، میں نے خود کو اس گرجا گھر میں صرف اس لیے قید کر رکھا ہے تاکہ میری وجہ سے کسی کو کوئی گزند نہ پہنچے۔ میں نے اس سے درخواست کی کہ ہمارے لیے دعا فرمادیں۔ تو اس نے اس طرح دعا مانگی :

اللہم یا من علمہ لا یحس، و نورہ لا یطفأ و امرہ لا یخفی، یا
من فرق البحر لموسی و نجاه منما یخاف و یخشی، نجنا مما
یخاف و یخشی

یعنی اے اللہ! تو وہ ہے جس کا علم محسوس نہیں کیا جاسکتا، اور جس کا نور بجھایا نہیں جاسکتا۔ اے وہ ذات جس نے موسیٰ کے لیے سمندر کا سینہ چیر دیا اور انھیں اس چیز سے نجات بخشی جس کا انھیں خوف و خطرہ لاحق تھا؛ لہذا ہمیں بھی ان چیزوں سے نجات عطا فرما جن کے خوف و ہراس سے ہم دوچار ہیں۔

پھر اس کے بعد وہ پادری گرجا گھر میں ایسا گھسا کہ کبھی باہر نہ دیکھا گیا۔

دنیا دھوکے کی ٹٹی کے سوا کچھ نہیں

حکایتوں میں آتا ہے کہ ایک مرتبہ حضرت داؤد علیہ السلام کسی پہاڑ سے تسبیح کرتے ہوئے گزر رہے تھے کہ آپ کی نظر ایک از حد قدیم غار پر پڑی جس کے اندر بنی نوع انساں سے کوئی عظیم الخلق انسان پڑا ہوا تھا، اور اس کے سر ہانے ایک پتھر نصب تھا جس کے اوپر یہ تحریر رقم تھی۔

أنا وسیم، ملک الصنع، ملکت الدنيا ألف عام، و فتحت
ألف مدينة، وهزمت ألف جيش، و بکرت ألف بکر من بنات
الملوک، و قتلت ألف جبار، فمن رأني لا يغتر بالدنيا، فما
كانت إلا كحلمة نائم، ثم صار أمري إلى ما تری، صار التراب
فراشي، و الحجارة و سادتي، فمن رأني فلا تغره الدنيا كما
غرتني .

یعنی میں وسیم، ملک صنع کا بادشاہ ہوں۔ ہزار سال تک میں نے دنیا پر حکومت کی، ہزار شہروں کو فتح کیا، ہزار لشکروں کو شکست و ریخت سے دوچار کیا، ہزار شہزادیوں کے پردہ ہائے بکارت کو تار تار کیا، اور ہزار جابر و قاہر بادشاہوں کو تہ تیغ کیا، تو اے مجھے دیکھنے والے! دنیا پا کر اترانا نہیں؛ کیوں کہ دنیا کی حقیقت 'جھوٹی آرزو' سے زیادہ نہیں ہے۔ پھر تم بھی ایسے ہی ہو جاؤ گے جیسے آج مجھے کس مہر سی کے عالم میں دیکھ رہے ہو۔ ذرا سوچو کہ آج مٹی میرا بستر ہے، اور پتھر میرا تکیہ۔ لہذا مجھے آج اس بے کسی کے عالم میں دیکھنے والو! درس عبرت حاصل کرو۔ دنیا کا وار کہیں تم پر بھی نہ کامیاب ہو جائے جس طرح اس نے مجھے اپنا شکار بنایا تھا۔

بیان کیا جاتا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے کسی بستی سے گزرتے بستی والوں کو آواز دی، مگر اپنے پروں پر کھڑے ایک گدھ کے علاوہ کوئی اور نظر نہ آیا۔ حضرت عیسیٰ

علیہ السلام نے اس سے پوچھا: یہ بتاؤ اس بستی میں رہتے ہوئے تمہیں کتنا عرصہ ہوا ہے؟ کہنے لگا: کوئی پانچ سو سال۔ پوچھا: کیا اپنے علاوہ کسی اور کو بھی یہاں دیکھا ہے؟ کہا: نہیں اے روح اللہ۔

یہ سن کر حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے زوردار ندا کی: اے زمین! تیرے اہالیان، اصحاب و اعموان اور باشندگان کہاں چلے گئے؟ تو اللہ تعالیٰ نے زمین کو قوت گویائی بخش دی، جس نے جواب دیتے ہوئے کہا:

لقطعتم من منازلهم آجالهم، و أحاطت بهم أعمالهم، و صارت ذنوبهم قلائد في أعناقهم، و وقفت أرواحهم بين يدي الخلاق، فلهومهم فانية، و عظامهم بالية، فإما إلى جنة عالية، و إما إلى نار حامية، فبکی عیسیٰ علیہ السلام و بکی أصحابه و قال: هذا عاقبة الدنيا، فالويل لمن ركن إليها.

یعنی عقابِ موت انہیں ان کے گھروں سے اُچک لے گیا۔ افکارِ اعمال کی بھنور نے ان کا ہر طرف سے گھیراؤ کر لیا۔ ان کے گناہ ان کی گردنوں کا ہار بن کر رہ گئے، ان کی روہیں تو خلاقِ کائنات کے روبرو کھڑی ہیں مگر ان کے گوشت پوست فنا کے گھاٹ اتر گئے، ان کی ہڈیاں کھوکھلی اور بوسیدہ ہو گئیں، ان میں سے کچھ تو بہشت بریں کی سیر میں لگے ہیں، اور کچھ آتشِ جہنم میں پڑے ہیں۔ یہ سن کر حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور آپ کے ساتھی رونے لگے۔ پھر آپ نے فرمایا: دنیا کا انجام ایسا ہی ہے۔ یقیناً وہ گھاٹے میں ہے جو دنیا پر تکیہ و اعتماد کیے ہوئے ہے۔

اسی مفہوم کی مناسبت سے کسی نے شعر نظم کیا ہے۔

لا تأسفن على الدنيا و ما فيها فالموت لاشك يفينا و يفنيها
واعمل لدار البقاء رضوان خازنها و الجار أحمد و الجبار بانيها
یعنی دنیا اور جو کچھ دنیا کے اندر موجود ہے اس پر کبھی افسوس نہیں کرنا چاہیے

کیوں کہ جب موت آجائے گی تو وہ ہمیں بھی اٹھالے جائے گی اور (ایک وقت آئے گا کہ وہ موت) دنیا کو بھی فنا کے گھاٹ اُتار دے گی۔

اور ہو سکے تو ہمیشہ باقی رہنے والے گھر (دارالقرار) کے لیے جدوجہد اور اعمال کا ذخیرہ کر؛ کیوں کہ اس کا خازن رضوان ہوگا، پڑوسی احمد مختار (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) ہوں گے، اور اس کا موسس اعلیٰ حق سبحانہ و تعالیٰ ہوگا۔

حضرت ابوالحسن ثوری کا رنگ عبادت

یکے از صالحین کا بیان ہے کہ حضرت ابوالحسن ثوری رضی اللہ عنہ کے اندر کچی عمر ہی میں عبادتوں کی لک پیدا ہو گئی تھی۔ جب آپ زندگی کی پندرہویں بہار میں پہنچے، تو اپنی ماں سے کہا: مجھے اللہ واسطے آزاد کر دیجیے۔ فرمایا: بیٹا! بادشاہوں کو ایسے غلام ہدیہ دے جاتے ہیں جو ان کے شایانہ شان ہوں اور ان کے پاس انکسار و شائستگی کے ساتھ رہ سکیں، مگر تمہارے اندر ابھی ایسی کوئی چیز تو نہیں جو اللہ عزوجل کو بھائے۔

یہ سن کر آپ کی آنکھیں اشکبار ہو گئیں، گھر میں گھسے اور کوئی پانچ سال تک مسلسل عبادت و ریاضت میں لگے رہے۔ جب ان پر خلوت کے انوار چھن چھن کر اترنے لگے، تو ایک دن ان کی ماں ان کے پاس گئیں اور نگاہِ شفقت پھیرتے ہوئے پلکوں کے درمیان انہیں بوسہ دیا، اور فرمایا: بیٹے! اب میں نے تمہیں اللہ کے لیے آزاد کیا۔ تو آپ خوشیوں کے احساس میں ڈوب کر گھر سے باہر نکلے، اور کوئی تیس سال تک ماں کی نگاہوں سے اوجھل رہے۔

ماں کے اندر آپ کو دیکھنے کی آتش اشتیاق بھڑک اُٹھی، چنانچہ ایک بار آپ ماں کی زیارت کے لیے گھر تشریف لے آئے، دروازہ کھٹکھٹایا۔ ماں نے پوچھا: کون ہے؟ کہا: آپ کا بیٹا سلام و نیاز کی غرض سے حاضر ہوا ہے۔ فرمایا: میرے بیٹے! میں نے تمہیں اللہ واسطے آزاد کیا تھا۔ قسم بخدا! اب مجھے اس کے سامنے ہی تجھ سے ملنے کی اُمید تھی۔

بحسب الله لا تأويه دار ☆ و لا يأوي مكانا فيه جار

ولا يهتم في الدنيا بقوت ☆ و يكره أن يكون له عقار

يفر من العقار إلى قفار ☆ فيبكي حتى تفقده القفار

يقول لنفسه كدي و جدي ☆ فما في خدمة الرحمن عار

یعنی اللہ کے عشق و مستی میں مگن رہنے والوں کو کوئی پناہ گاہ اپنے اندر مقید نہیں کر سکتی۔ اور وہ ایسے مکان میں رہنا تک پسند نہیں کرتے جہاں کہ ہمسائے رہتے ہوں۔

دنیا میں رہتے ہوئے بھی وہ کسی رزق کا اہتمام نہیں کرتے، اور انھیں یہ بات بھی ناپسند ہوتی ہے کہ وہ کچھ گھاس پھونس ہی جمع کر لیں۔

وہ تو گھاس پھونس سے بھی راہ فرار اختیار کر کے کسی بے آب و گیاہ جگہ منتقل ہو جاتے ہیں پھر جب رونا شروع کرتے ہیں تو وہ بیابان بھی گم ہو جاتا ہے۔

اپنے نفس سے کہتے رہتے ہیں کہ کدو کاوش کر اور جدوجہد سے کام لے کیوں کہ خدمتِ رحمن میں عار کس بات کی!۔

پشیمانِ نبوت کی اشک ریزی بوقت قبضِ روح

روایتوں میں آتا ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس جب ملک الموت آپ کی روح مبارک قبض کرنے آئے، تو پشیمانِ نبوت بھیگ گئیں۔ ملک الموت نے پوچھا :

أتبكي و أنت راجع إلى ربك، فقال: أبكي على ليالي الشتاء و أيام الصيف الأخيار يقومون و يصومون، و يتلذذون بوصاله و مناجاته و أنا في القبر ميت. فأوحى الله تعالى إليه: أنت عندي

بہذہ المنزلة . و خیرہ بین الحیاة و الممات فاختر الرفیق
الأعلیٰ . صلی اللہ علیہ وسلم .

یعنی حیرت ہے کہ آپ رورہے ہیں حالاں کہ آپ کو آپ کے رب کے پاس
لے جایا جا رہا ہے۔ فرمایا: میری آنکھیں موسم سرما کی راتوں اور موسم گرما کے دنوں
کا سوچ کر بھیک رہی ہیں کہ برگزیدانِ بارگاہ تو اٹھ کر ان میں اپنی بے تاب
جبینوں کی حسرتیں مٹائیں گے، اور روزے رکھیں گے، ساتھ ہی وصال و مناجات
کی لذتوں سے شاد کام ہوں گے، مگر میں عالم برزخ میں پڑا ہوں گا۔

اللہ تعالیٰ نے تسکین قلب مصطفیٰ کی خاطر وحی بھیجی کہ (پیارے حبیب! آپ
ایک ذرا) فکر نہ فرمائیں، ان ساری لذتوں کا احساس میرے پاس بھی موجود
ہوگا۔ پھر آپ کو موت و حیات میں سے ایک کو چن لینے کا اختیار دیا گیا تو آپ نے
رفیقِ اعلیٰ کی ملاقات کو ترجیح دی۔ اللہ آپ پر رحمت و نور کے مینہ برسائے۔

عذاب سے ڈرا اور تقویٰ کی راہ اختیار کر

حضرت اصمعی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک بار میرا بغداد کے شہر مارستان میں
جانے کا اتفاق ہوا، جہاں عامود میں لپٹے ہوئے ایک شکیل و وجیہ نوجوان پر میرا گزر ہوتا
ہے۔ مجھے دیکھتے ہی اس نے یہ اشعار پڑھنے شروع کر دیے۔

ہمومک بالفکر مقطوعة ☆ و هل تقطع الیوم إلا بہم

مصائب دنیاک ممزوجة ☆ و هل یؤکل الشہد إلا بسم

یعنی جن افکار و خیالات میں تو غلطاں و پیچاں ہے وہ سب کے سب تتر بتر
ہو جائیں گے، اور پھر ان کے بغیر دن گزارا بھی تو نہیں جاسکتا!۔

دنیا جہان کے مصائب و مشکلات یہ سب ساتھ ساتھ لگے رہیں گے۔ (مگر دانا
کبھی) شہد کوز ہر میں ملا کر نہیں کھاتا!۔

میں نے پوچھا: تمہارا نام کیا ہے؟ تو وہ مجھ سے روپوش ہو کر یہ شعر پڑھنے لگا۔

غدی اسمی و کنیتی و فؤادی

ضل عقلي من هول يوم المعاد

یعنی لوگوں کو مجھ سے میرا نام و کنیت پوچھنے کی پڑی ہے۔ اور میرا حال یہ ہے کہ عرصہ محشر کی ہولناکیاں سوچ سوچ کر دل و دماغ کی نیس پھٹی جا رہی ہیں۔

میں نے پوچھا: تیری نشست کہاں ہوا کرتی ہے؟ کہا: درساہِ عشق میں۔ میں نے پوچھا: تم کس عشق کی بات کر رہے ہو؟ کہا: دراصل عشق میں دو راز ہوتے ہیں، وہ آتشِ سنگ سے نکلنے والی آگ کے رنگ کی مانند بڑا دقیق ہوتا ہے۔ جب تم اسے کبھی کھولا ناچا ہو تو کھول کر اُبل آئے گا اور اگر چھوڑ دو تو تہ میں پڑا رہے گا۔

اسی مفہوم کی منظر کشی کرتے ہوئے کسی نے کہا ہے۔

باتوا فاضحی الجسم من بعدہم ☆ ما تبصر العین له قباء

و اخرجتني منهم و من قولہم ☆ ما ترک الفقر لهم شیاء

بأي شیء ألقاهم في غد ☆ إن وجدی من بعدہم خباء

یعنی انھوں نے اس حال میں رات بسر کی کہ ان سے پچھڑنے کے بعد ان کے جسموں پر جب چاشت کی روشنی پڑی تو آنکھوں کو ان پر کوئی جوڑا نظر نہیں آیا۔

مجھے ان سے اور ان کی باتوں سے بڑی شرمندگی محسوس ہو رہی ہے، فقر و محتاجی نے ان کے لیے چھوڑا ہی کیا ہے۔

کل میں اس کے سامنے کیا منہ لے کر جاؤں گا، اگر ان کے بعد میں کہیں خیمہ نشین پایا گیا۔

حضرت اصمعی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: مجھے ان کے احوال سناؤ، اور بتاؤ کہ ان سے ملنے کی کیا صورت ہوگی؟ کہا: وہ تو خشیت کی کشتی پر سوار ہیں، طاعت کی صراحیوں

استعمال کرتے ہیں، تو کل کے قلاع کو ڈھیل دیتے رہتے ہیں۔ شوق کی ایسی پروائیاں ان پر چلتی رہتی ہیں جو انھیں اڑا کر معرفت کے سمندروں میں لے جاتی ہیں، پھر رضا کی موجیں انھیں جھولا جھلاتی ہیں، وہ یقین کی لہروں پر سوار ہو کر مسلسل چلتے رہتے ہیں حتیٰ کہ تماشا میں نگاہوں سے اوجھل ہو جاتے ہیں، اور میں گویا ان کی کشتیوں پر سوار ہو کر ان کے لیے راستہ ہموار کر رہا ہوں، فرشتے رُوح و ریحان کی بشارتیں لے کر ان کے پاس اتر رہے ہیں، جن سے وہ لوگ کہہ رہے ہیں :

یا ملائكة الله، أين يكون الصراط؟ فتقول لهم الملائكة:
أبشروا يا أولياء الله، فقد جاوزتم الصراط بخمس مائة عام، ثم
شقق شهقة فمات رحمه الله تعالى.

یعنی اے اللہ کے فرشتوں! پل صراط کہاں قائم ہوگا؟ فرشتے ان سے کہیں گے:
اللہ کے دوستوں تمہیں مرادہ ہو، پل صراط کی راہ تو تم نے پانچ سو سال پہلے ہی پار
کر لیا ہے۔ (حضرت اصمعی فرماتے ہیں کہ) یہ سن کر اس نوجوان نے ایک ٹھنڈی
آہ لی اور اللہ کو پیارا ہو گیا۔ رحمہ اللہ تعالیٰ۔

کسی نے اس کا مفہوم یوں نظم کیا ہے۔

من عامل الله بتقواه ☆ و كان في الخلوات يخشاه
سقاہ كأس من لذیذ المنی ☆ یغنیہ عن لذة دنیاہ

یعنی جو بھی اللہ سبحانہ و تعالیٰ کے تقویٰ کا قلابہ اپنی گردن میں ڈال لیتا ہے،
اور جلوت و خلوت ہر جگہ اس کی خشیت کا پہرہ اپنے اوپر بٹھا لیتا ہے۔

تو پھر احسان و امتنان کے ایسے جامہائے شیریں اسے پلائے جاتے ہیں جس
کے سامنے دنیا کی ساری لذتیں اس کو پھینکی محسوس ہونے لگتی ہیں۔

ساداتِ کرام کا قول ہے :

من كان الذكر في الخلوة جليسه، كان المذکور في الوحدة
أنيسه .

یعنی خلوت کی گھڑیوں میں ذکر الہی جس کا رفیق و رازدار بن جائے، تو تنہائی
میں یاد کیا جانے والا اس کا مونس و غمخوار بن جاتا ہے۔

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان عالیشان ہے :

من مقت نفسه في ذات الله، أمنه الله من مقته يوم القيامة .
یعنی جو شخص ذات الہی کی خاطر اپنے نفس کو ناپسندیدگی کی نگاہ سے دیکھتا ہے،
اللہ سبحانہ و تعالیٰ بروز محشر اسے اپنی ناراضگی سے محفوظ و مامون رکھے گا۔

صالحین کے اذکار و مناجات

کچھ صالحین کو اپنے مناجات میں یہ کہتے سنا گیا :

وعزتک و جلالک ما أردت بمعصیتک مخالفتک، و ما
عصیت إذ عصیت و أنا بمکانک جاهل، و لا لعقوبتک
متعرض، و لا مستخف بأمرک، و لکن سولت لی نفسی و
أعانی علیها شقاوتی، و غرنی سترک المرخی علی، عصیتک
بجهلی، و خالفتک بسفہی، فالآن من ینقذنی من عذابک، و
اعتصم بحبل من أقطعت حبلک عني .

فوا أسفاه، ووا أسفاه من الذنوب، غدا بین یدیک إذا قبل
للمخفین جوزوا مع المخفین، و للمثقلین حطوا، أم مع المثقلین
أحط، أم مع المخفین أجوز، و كلما کبر سنی کثرت ذنوبی، و
كلما طال عمري عظمت المعاصاة، فکم أثوب و کم أعود؟ أما
آن لی أن استحيي من ربی؟! .

یعنی مولا! مجھے تیری عزت و جلال کی قسم! ارتکاب گناہ کرنے سے مقصود تیرے حکم کی مخالفت کرنا نہ تھا، اور جس وقت میں نے تیری نافرمانی کی تو ایسا نہیں کہ میں تیری عظمت و سطوت سے بے خبر تھا، تیری عقوبت و سزا سے بے خوف تھا اور تیرے حکم کو نہایت ہلکا سمجھتے ہوئے اس کا ارتکاب کر بیٹھا تھا، بلکہ سچی بات یہ ہے کہ میرے نفس نے اس پر مجھے ورغلا یا، میری حرماں نصیبی نے اسے کمک فراہم کیا، اور تیری پردہ پوشی کے خیال نے اس پر اُکسایا۔ لہذا تیری معصیت و مخالفت دراصل میری جہالت و سفاہت کا کرشمہ ہے۔ اب مجھے تیرے عذاب کے دلدل سے کون باہر نکالے گا؟ اور ایسی بے کسی کے عالم میں میں کس کی رسی تھاموں؛ کیوں کہ خود سے بندھی تیری رسی کا کورتو میں نے آپ کا ٹا ہے۔

اپنے گناہوں پر افسوس صد افسوس، کل تیرے حضور اس گھڑی میرا کیا بنے گا جب ہلکے اعمال والوں سے کہا جائے گا کہ ہلکے اعمال والوں کی قطار میں کھڑے ہو جاؤ، اور روزنی اعمال والوں سے کہا جائے گا کہ گزر جاؤ، اب مجھے نہیں معلوم کہ میں مشقلین کے ساتھ گزر جاؤں گا یا مخفین کے ساتھ کھڑا رہ جاؤں گا۔ اور جیسے جیسے کاروانِ حیات آگے بڑھتا جا رہا ہے گناہوں کی شرح بھی بڑھتی جا رہی ہے۔ اور حوں جوں عمر دراز ہو رہی ہے، جرائم و معاصی کا گراف بھی بلند تر ہوتا جا رہا ہے۔ تو خدا ہی جانے میں کتنا صاحبِ ثواب ہوں اور کتنا پر از خطا۔ کیا اب بھی میرے لیے وہ وقت نہیں آیا کہ اپنے رب سے کچھ شرم و حیا کروں، (اور گناہوں کے اس سیل بلا پر بند باندھوں)

اس مفہوم کی عکاسی کسی نے ان اشعار میں یوں کی ہے۔

یا عظیم الجلال أنت ملاذی ☆ حین أحيی و غایتی لمعادى
 بک أرجو النجاة من کل کرب ☆ فارحم الیوم عبرتی و سهادى
 لست أدري ما ذا تحاول نفسى ☆ من فساد یا منقذی من فسادى

یعنی اے عظمت و جلالت کے مالک! جیتے جی تو ہی میری پناہ گاہ ہے، اور عرصہ محشر میں تیری ذات ہی میری غرض و غایت ہوگی۔

جملہ مصائب و مشکلات میں فقط تجھی سے آرزو مند نجات ہوں۔ لہذا آج میرے اشک ہائے غم و الم اور کم خوابی کی لاج رکھ کر مجھ پر رحم و کرم فرما دے۔
مجھے کچھ بھی پتا نہیں کہ میرا نفس مجھے شر و فساد کی کھائی میں گرانے کے لیے کیا کیا سازشیں رچ رہا ہے، لہذا اے مولا! مجھے اس کے نذرِ فساد ہونے سے بچالے۔

حساب کے دن کا تصور کر کے رب سے ڈر جا

بیان کیا جاتا ہے کہ بنی اسرائیل کے اندر ایک شخص تھا جس نے اپنے اوپر بہت ظلم و زیادتی کی تھی، جب اس کی موت کا وقت آیا تو اس نے اپنے بیٹے سے کہا: اے نورِ نظر! مرنے کے بعد بھی تم پر میری اطاعت ایسے ہی لابدی ہے جیسے جیتے جی؛ لہذا جب میں مرجاؤں تو مجھے کسی چٹائی میں لپیٹ کر آگ میں جلا دینا، اور کوٹ کوٹ کر (پیس پیس کر) مجھے سرے کی مانند باریک کر دینا۔ پھر جب تیز ہوا کا جھونکا اٹھے تو میرا آدھا حصہ پہاڑ پر رکھ دینا اور آدھا سمندر میں ڈال دینا؛ کیوں کہ مجھے پروردگار سے ڈر ہے کہ وہ مجھے (میرے بے پناہ گناہوں کی وجہ سے) ایسا عذاب دے گا کہ شاید ہی اس نے ایسا عذاب دنیا میں کسی کو دیا ہو۔

کہا جاتا ہے کہ اس کے بیٹے نے وصیت کے مطابق ایسا ہی کیا۔ پھر اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے پلک جھپکتے ہی اس کے بکھرے ہوئے پرزہ حیات کو یکجا کر کے اسے اپنے روبرو کھڑا کیا۔ اور فرمایا: میرے بندے! میری نافرمانیاں تو تو نے خوشی خوشی کیں، مگر مرتے وقت تو نے یہ کیسا گھناؤنا کام کر ڈالا! بولا: مولا! یہی آج تیرے حضور کھڑے ہونے کے ڈر سے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اس کی وجہ سے اسے بخش دیا۔

کسی نے اس موقع کے لیے کتنے پیارے اشعار کہے ہیں۔

قد كان ما كان يجهل الصبا ☆ فلا تؤاخذني بما قد مضى
لي حرمة التوحيد لا غيرها ☆ وهي التي تطعمني في الرضا
یعنی بادِ صبا کے دوش پر جہالتوں کے باعث گناہوں کا جو بوجھ لدا ہوا ہے، اس
سے متعلق تو مجھ سے مولا خذہ نہ فرمانا۔

عظمتِ توحید کے علاوہ کوئی اور چراغِ میرے طاقِ جاں میں روشن نہیں، اور
یہی وہ چیز ہے جو رضا کی حالت میں میرے قلب و نظر کو غذا فراہم کرتی ہے۔

بیان کیا جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی طرف وحی فرمائی :

يا موسى، إن العبد ليعصيني، حتى تقول الملائكة: لن يغفر
الله لهذا العبد أبدا، فإذا دعاني، قلت: لبيك عبي، و إن العبد
ليعرض عني حتى كأنه لم يعرفني .

يا موسى، و عزتي و جلالي لأمهلن من عصاني حتى يتلذذ
بنعمائي، فإن استحي مني استحيت منه، و إن أعرض عني نظرت
إليه، و إن تاب تبت عليه .

یعنی اے موسیٰ! بندہ میری نافرمانی کرتا رہتا ہے، حتیٰ کہ فرشتے (اس کے
کثرتِ گناہ کو دیکھ کر) کہہ اُٹھتے ہیں: اس شخص کو اللہ تعالیٰ کبھی نہیں بخشے والا۔ پھر
جب وہ مجھ سے دُعا کرتا ہے۔ میں کہتا ہوں: ہاں بول میرے بندے۔ اور
بندے (کا حال یہ ہے کہ) جب وہ روگردانی کرتا ہے تو ایسا لگتا ہے جیسے وہ مجھے
جانتا ہی نہیں۔

اے موسیٰ! مجھے اپنی عزت و جلال کی قسم! اسی لیے تو جب کوئی شخص میری
نافرمانی کرتا ہے تو میں اسے اتنی مہلت ضرور دے دیتا ہوں کہ میری نعمتوں سے
لطف اندوز ہو لے، اب اگر اس کے اندر احساسِ حیا پیدا ہو گیا تو پھر میں بھی اس کا
لحاظ کرتا ہوں، اور اگر مجھ سے روگردانی پر اڑا رہا تب بھی اس پر نظر کرم رکھتا ہوں

، اور اگر توبہ و رجوع کر لے پھر تو اپنی رحمت و مہربانی کا سائبان اس پر تان دیتا ہوں۔

روایتوں میں آتا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں کوئی حبشی حاضر ہو کر عرض کرنے لگا :

یا رسول اللہ، انی كنت أكثر الفواحش، فهل لي من توبة؟
فقال: نعم يا حبشي، فولى ثم رجع مسرعاً، فقال: يا رسول الله
أكان يوافي و أنا فيها، قال: نعم،

یعنی یا رسول اللہ! میں نے اپنی زندگی میں بے شمار برائیوں کا ارتکاب کیا ہے، تو کیا ان سے توبہ کی کوئی صورت ہے؟ فرمایا: ہاں اے حبشی!۔ یہ سن کر اس نے اپنے قدم کچھ پیچھے کیے پھر دوڑ کر واپس آیا اور کہا: یا رسول اللہ! کیا (طہارتِ قلب و باطن کے لیے) محض توبہ کافی ہو جائے گا اور میں ابھی اسی حالت گناہ میں ہوں۔ فرمایا: ہاں۔ اتنا سننا تھا کہ حبشی نے ایسی زور کی چیخ ماری کہ اس کی روح وہیں قفسِ عنصری سے پرواز کر گئی۔

اس موقع کے اشعار دیکھیں۔

ما اعتذاري لأمر ربي عصيت ☆ قد نهاني و ما رأني انتهيت
ما جوابي إذا وقفت ذليلاً ☆ قد نهاني و ما رأني انتهيت
يا غنيا عن العباد جميعاً ☆ و عليما بما له قد سعيت
ليس لي حجة و لا لي عذر ☆ فاعف عن زلتي و ما قد جنيت
یعنی اپنے پروردگار کے حکم کی جو میں نے مخالفت کی ہے (سمجھ میں نہیں آتا کہ) اس کی عذر خواہی کیسے کروں۔ حالاں کہ اس نے مجھے اس سے منع بھی کیا تھا اس کے باوصف میں خود کو اس سے باز نہ رکھ سکا۔

جب میں اس کے سامنے سراپا ذلت و رسوائی بن کر کھڑا ہو گا اس وقت مجھ سے کیا جواب بنے گا۔ حالاں کہ اس نے مجھے اس سے منع بھی کیا تھا اس کے باوصف میں خود کو اس سے باز نہ رکھ سکا۔

اے بہر اعتبار بندوں سے بے نیاز، اور ان کی ساری جدوجہد سے باخبر پروردگار! میرے پاس نہ کوئی حجت و دلیل ہے اور نہ کوئی عذر و بہانہ، بس یوں ہی (بے سبب) تو میری جملہ لغزشوں اور جرموں کو معاف فرما دے۔

حضرت حسن بصری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ شام کی کسی بستی کے اندر میرا شب میں سونے کا اتفاق ہوا، تو پوری رات میرے کانوں سے کسی دل گرفتہ پرندے کے نوحہ و گریہ کی آواز ٹکراتی رہی، اور وہ بار بار ایک ہی کلمہ دہرا رہا تھا :

أخطأت فلا أعود .

یعنی مولا! مجھ سے غلطی تو ہو گئی؛ مگر آئندہ پھر کبھی ایسا نہ ہوگا۔

بزبان شعر۔

أسأت فلا أعود إلى العتاب

وجنتك خاضعا قبل العقاب

وهذا الذنب آخر كل ذنب

وأخره إلى يوم الحساب

یعنی میں نے برائی کا ارتکاب تو کر لیا تاہم آئندہ پھر کبھی اس عتاب کا شکار نہ ہوں گا۔ اور پھر عقاب و سزا سے پہلے میں نے ٹوٹ کر تیری بارگاہ کا رخ بھی کر لیا ہے۔

اور یہ گناہ (میری زندگی کا بالکل) آخری گناہ تھا، اور اسے تو حساب کے دن تک مؤخر کر دے (تا کہ اس کے بیچ کسی اور گناہ کا امکان ہی باقی نہ رہے)

کسی بھی گناہ کو معمولی نہ سمجھو

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا :

أصغر الذنب عند الله تعالى أعظمها عند الناس، و أعظم
الذنوب عند الله أصغرها عند الناس .

یعنی جو گناہ لوگوں کے خیال میں بہت بڑا ہو وہ اللہ کی نگاہ میں معمولی ہوتا ہے۔ اور جو گناہ لوگوں کے خیال میں معمولی ہو وہ اللہ کی نگاہ میں بہت بڑا ہوتا ہے۔

شعر کی زبان میں اسے یوں سمجھیں :

لا تحقرن من الذنوب أقلها

إن القليل إلى القليل كثير

یعنی کسی بھی گناہ کو حقیر، معمولی اور چھوٹا نہ سمجھو کیوں کہ تھوڑا تھوڑے سے مل کر زیادہ (اور بڑا) ہو جاتا ہے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا ورضی عنہا فرماتی ہیں :

إياكم و محقرات الذنوب، فإن لها من الله طالبا .

یعنی گناہوں کو حقیر تصور کرنے سے بچو، کیوں کہ وہ بھی اللہ تعالیٰ سے اپنا حق طلب کرتا ہے۔

حضرت سعید بن مسیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ اللہ کے قول : ”إِنَّهُ

لِلْأَوَّابِينَ غَفُوراً“ کا مطلب یہ ہے کہ انسان گناہ کرتا ہے، پھر توبہ کر لیتا ہے، پھر گناہ ہو جاتا ہے اور پھر توبہ کر لیتا ہے۔

توبہ میں دیر کیسی، جب موت اچانک آنی ہے!

حضرت لقمان حکیم نے اپنے بیٹے کو نصیحت کرتے ہوئے فرمایا تھا :

یا بنی، لا تؤخر التوبة، فإن الموت يأتي بغتة .

یعنی اے بیٹے! توبہ کرنے میں کسی ٹال مٹول سے کام نہ لے (اور اس بات کو دل کی تختی پر نقش کر لے کہ) موت جب بھی آئے گی اچانک آئے گی۔

پھر اُسے یہ اشعار سنائے :

لا تأمن الدنيا و إن سلمت ☆ فإنها خيانة غادرة

و بادر العمر و خف فوته ☆ فالكيس الحازم من بادره

و قل لمن أمسى على عزة ☆ ما أقرب الدنيا من الآخرة

یعنی دنیا کے اوپر کسی آن بھروسہ نہ کر، گرچہ تو ہر اعتبار سے سالم و محفوظ ہے؛ کیوں کہ اس کی مکاری و دھوکہ بازی بڑی مشہور ہے۔

بلکہ اپنی عمر کے اوپر نظریں گاڑ لے اور اسے بہر طور ضائع ہونے سے بچا کیوں کہ صحیح معنوں میں دانا و زیرک وہی ہے جو زندگی کی ریس میں سبقت لے گیا۔

حصولِ جاہ و عزت کی دوڑ میں غالب ہو جانے والوں سے جا کر میرا پیغام کہہ دے کہ دنیا سے آخرت کا سفر بہت زیادہ قریب ہے۔

یکے از صالحین کا قول ہے :

الذنوب ضعف في البدن، و ظلمة في القلب، و إن الحسنات

قوة في البدن، و نور في القلب .

یعنی گناہ، اعضاءِ انسانی کو مضمحل اور کمزور کر دیتے ہیں، نیز دل کی دنیا کو تاریک کر ڈالتے ہیں۔ جب کہ نیکیاں بدنِ انسانی کو قوت و توانائی بخشتی ہیں،

اور کائناتِ دل جگمگ جگمگ ہوا اٹھتی ہے۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام فرماتے ہیں :

من أذنب ذنباً نکت في قلبه نكتة سوداء، فإن تاب محيت

عنه، وإن لم يتب و أذنب ذنباً ثانياً نكت في قلبه نكتة ثانية، و لا

يزال يذنب و ينكت حتى يصير القلب سوداً .

یعنی جب کوئی شخص گناہ کرتا ہے، اس کے دل پر ایک سیاہ دھبہ پڑ جاتا ہے، اب

اگر وہ اس سے توبہ کر لے تو وہ دھبہ مٹ جاتا ہے، اور اگر وہ توبہ نہ کرے اور دوسرا

گناہ کر ڈالے تو ایک دوسرا دھبہ اس کے دل پر لگ جاتا ہے، پھر اسی طرح اس کے

گناہوں کا سلسلہ جاری رہتا ہے حتیٰ کہ پورا دل سیاہ سیاہ ہو جاتا ہے۔

اللہ کی رحمتوں سے مایوس نہ ہوں

حضرت حسن بصری رضی اللہ عنہ سے حکایت نقل کی جاتی ہے کہ آپ کے ہاتھوں

پر عباس نامی ایک پراز معاصی نوجوان نے توبہ کی۔ پھر توبہ شکنی کر بیٹھا۔ اس نے اپنی زندگی

میں سینکڑوں بار توبہ کیا، ہوگا پھر اسے توڑ دیا کرتا تھا۔

جب عمر کی آخری منزل میں پہنچا اور موت کا وقت قریب آ گیا تو اپنی ماں سے عرض

کیا کہ مجھے شیخ کے پاس لے چلو تا کہ ان کے ہاتھوں تجدید توبہ کر لوں، ممکن ہے اللہ دم

رخصت کی توبہ قبول فرمائے۔

بوڑھی ماں شیخ کے پاس آئی، اور سلام نیاز کے بعد عرض کیا: میں عباس کی ماں

ہوں، وہ جانکنی کے عالم میں ہے، اور آپ کے دستِ حق پر تجدید توبہ کرنا چاہتا

ہے۔ فرمایا: بوڑھی ماں! آپ چلی جائیں مجھے ایسے شخص سے کوئی سروکار نہیں جس نے بار

بار توبہ شکنی کی ہو، چنانچہ پلکوں پہ اشکوں کے موتی سجائے ہوئے وہ لوٹ گئیں اور کہا: اے

عباس! تیرا بیڑا غرق ہو۔ محض تیرے شامت اعمال کی بنیاد پر شیخ نے تیرے پاس آنے

سے انکار کر دیا ہے۔

یہ سن کر نوجوان نے بارگاہِ الہی میں التجا کی کہ میرے آقا و مولا! شیخ نے تو ہمیں ٹھکرادیا ہے مگر تو ہم سے تعلق اُستوار رکھنا اور اپنی رحمتوں سے ہمیں ناامید نہ کرنا۔ پھر اپنی ماں سے عرض کیا: جب میں مر جاؤں تو اپنا پاؤں میرے چہرے پر رکھ کر میری گردن کو ایک رسی سے کس دینا، اور مجھے کوچہ و بازار میں یہ کہتے ہوئے گھسیٹتی رہنا کہ ”اللہ کے نافرمانوں کا یہی انجام ہوتا ہے“۔ شاید مجھے اس حال میں دیکھ کر اللہ کو رحم آجائے اور وہ مجھ پر فضل و کرم فرمادے۔

(ماں کہتی ہے کہ) میں نے ہمت کر کے جب اپنے پاؤں کو اُس کے چہرے پر رکھنا چاہا تو غیب سے ایک آواز آئی:

لا تضعي قدمك موضع السجود، و اعلمي أن الله سبحانه
و تعالیٰ قد غفر له و اعتقه من النار .

یعنی اپنے قدم کو اس بندے کے جائے سجدہ پہ رکھنے کی ہمت نہ کرنا، اور تمہیں معلوم ہونا چاہیے کہ اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے اس کی نہ صرف بخشش فرمادی ہے بلکہ اسے آتشِ جہنم سے آزاد بھی فرمادیا ہے۔

کہتی ہیں کہ پھر میں نے اس کی تجہیز و تکفین کی اور اُسے سپردِ خاک کرنے کے بعد میں گھر لوٹ آئی۔ پھر اللہ تعالیٰ شیخ بصری کے خواب میں آ کر انہیں تنبیہ فرماتا ہے:

يا حسن، ما حملك على أن تقنط عبي من رحمتي، أليس
أنا الذي خلقتك و رحمتي وسعت كل شيء، و عزتي و جلالتي
لئن عدت إلى مثلها لأمحونك من ديوان الصالحين .

یعنی اے حسن! تمہیں میرے بندے کو میری رحمت سے مایوس اور ناامید کر دینے کی جرأت کیسے ہوئی؟ کیا میں نے تمہیں پردہٴ عدم سے معمورہٴ وجود میں نہیں لایا، اور کیا میری رحمت کا سا بان ہر چیز پر سایہ کناں نہیں ہے۔ مجھے اپنی

عزت و جلال کی قسم! اگر پھر کبھی تو نے ایسی غلطی کا اعادہ کیا تو یقینی طور پر تمہارا نام صالحین کی فہرست سے خارج کر دیا جائے گا۔

حکایت ہے کہ ایک نوجوان حضرت دنیوری سے ملنے آیا تو دیکھا کہ آپ لوگوں کو وعظ و نصیحت کر رہے ہیں۔ اس نے عرض کیا: اے شیخ! میری حالت زار کی خبر لیں اور دیکھیں کہ میرے ساتھ کیا ہو رہا ہے جب بھی میں مالک و مولا کے دروازے پر کھڑا ہوا ہوں اس نے مزید مشکلات و آزمائش کی چکی میں پسے کے لیے مجھے واپس لوٹا دیا ہے، اور جب جب وہاں سے نامراد پلٹا ہوں (اس کے پاس دوبارہ جاتے وقت) احساسِ حیا دامن گیر ہوتا ہے۔

شیخ نے فرمایا: اپنے مولا کے در پر خود کو ایسا محسوس کرو جیسے چھوٹا بچہ ماں کی آغوش میں ہوتا ہے کہ جب بھی وہ اسے دھتکارتی ہے کہ وہ چمٹ کر اسے دبوچ لیتا ہے، پھر اس کی حرکتیں یوں ہی جاری رہتی ہیں کہ ایک دن اس کی شفقت آگے بڑھ کر اسے گلے لگا لیتی ہے۔

میرے دوست! (تو یہ کیوں نہیں سوچتا کہ) اگر تجھے اس در سے پھیر دیا گیا تو کیا اس کے علاوہ کوئی اور بھی در ہے جو تمہیں پناہ عطا کرے گا؟ پھر انہوں نے یہ اشعار اس کے گوش گزار کیے:

قم و اعتذر عن قبائح سلفت ☆ و سلہ یعفو عن الذی کانا

فبان مولی الجمیع ذو کرم ☆ یبدل السینات غفرانا

یعنی خوابِ غفلت سے اٹھ اور عہدِ ماضی میں ہوئے گناہوں کی معذرت طلب کر، اس کے سامنے اپنا کاسہ طلب ڈال تو سہی وہ تیری ناکردنیوں کو آبِ عفو سے دھل نہ دے تو کہنا۔

کیوں کہ پروردگار عالم بڑا کریم و بخشنے والا ہے، برائیوں کو نیکیوں سے بدل دینا اور

پھر مژدہ مغفرت سنا دینا اس کے لیے کوئی بات ہی نہیں۔

حکایت نقل کی جاتی ہے کہ کسی شخص نے اپنا دامن گناہوں سے آلودہ کر لیا تو اسے اس کی خلوت میں آواز دی گئی: چلو اٹھو اور اپنے لیے کوئی ایسا شفیع تلاش کرو جو مولا عزوجل کے حضور تمہاری سفارش کر سکے۔ چنانچہ جب وہ نکلا تو سر راہ ایک شخص سے اس کی ملاقات ہو گئی۔ پوچھا: اللہ کے بندے! کہاں کا ارادہ ہے؟ کہا: نکلا تو اس ارادے سے ہوں کہ اپنا کوئی سفارشی ڈھونڈوں اور وہ مجھے پروردگار تک پہنچا دے تاکہ میری توبہ قبول ہو جائے۔

اس نے مشورہ دیا کہ سیدھے اس سے رابطہ کیوں نہیں کرتے کہ اس سے زیادہ رحم و کرم تم پر کوئی اور نہیں کر سکتا۔ کہا: نہیں مجھے اس کے لیے وسیلہ درکار ہے۔ پھر کچھ اور آگے بڑھا تو اللہ کے کسی ولی سے اس کی ملاقات ہو جاتی ہے، وہ کہتا ہے: مرحبا اے اللہ کے دوست۔ خوش آمدید اے اپنے گناہ کی عذر خواہی کرنے والے، اور گناہوں کے بوجھ سے بوجھل! اب تجھے یقین کر لینا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ نے تیری توبہ قبول کر لی ہے، اور آسمان کی بلندیوں سے تین مرتبہ ”قبلت“ کی صدا آچکی ہے۔

بزبان شعر۔

ما اعتذاري وما يكون جوابي ☆ ما اعتذاري إذا قرأت كتابي
 عن معاص أتيها باعتراري ☆ بعد موتي بموقفي للحساب
 يا عظيم الجلال ما لي عذر ☆ فاعف عن زلتي و عظم مصابي

یعنی اب میں کیا بہانے بناؤں، اور کیا جواب دوں۔ جس وقت مجھے نامہ اعمال پڑھنے کو دیا جائے گا اس وقت میں کیا جواز پیش کروں گا...

اپنے ان گناہوں کا جنہیں میں نے ہوش و حواس کے ساتھ سرانجام دیا ہے۔ اور پھر پس مرگ حساب و کتاب کے لیے میں کیا منہ لے کر کھڑا ہوں گا۔

اے عظمت و جلالت کے مالک پروردگار! میرے پاس اب کوئی عذرو بہانہ نہیں بچا؛ لہذا میری لغزشوں کو معاف کر اور میرے اجر کو فزوں فرما۔

ساداتِ صالحین کا بیان ہے کہ اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے اپنی کسی آسمانی کتاب میں ارشاد فرمایا ہے :

یا ابن آدم، تسألني فأمنعك لعلمي بما يصلحك، ثم تلح علي في السؤال فأجود بكرمي عليك فأعطيك ما سألتني و تستعين به على المعاصي، ثم أستر عليك ثم تعود إلى المعاصي فأستر عليك، فكم من جيل أصنعه معك، و كم من قبيح تصنعه معي، يوشك أن أغضب عليك فلا أرضى بعدها أبداً .

یعنی اے اولادِ آدم! کبھی کبھی تم مجھ سے کسی چیز کا سوال کرتے ہو مگر میں نہیں دیتا کیوں کہ مجھے پتا ہوتا ہے کہ تمہاری بھلائی نہ دینے ہی میں ہے؛ لیکن پھر تم سوال کی تکرار و رفتار بڑھا دیتے ہو تو میں اپنے جو دو کرم کی تم پر برکھا برسا دیتا ہوں، مگر تمہارا حال یہ ہوتا ہے کہ تم اس سے گناہوں کے ارتکاب میں مدد لیتے ہو، تاہم میں اس کی پردہ پوشی کر لیتا ہوں، پھر تم دوبارہ گناہ کر بیٹھتے ہو اور میں پھر اسے چھپا لیتا ہوں۔ لہذا اب تمہیں بتاؤ کہ میں تمہیں کتنی چھوٹ دوں، اور تم کب تک ان برائیوں میں گھرے رہو گے۔ اب وہ وقت بہت قریب آ گیا ہے کہ میں غیظ و جلال میں آؤں۔ (اور یاد رکھنا جب میری آتش غضب بھڑکتی ہے) تو پھر اس کے بعد مجھے کوئی راضی نہیں کر سکے گا۔

مولا کے فرماں بردار بنو اور دنیا سے کنارہ کش رہو

حضرت ذوالنون مصری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی کسی نازل شدہ کتاب میں فرمایا ہے :

من كان لي مطيعا كنت له وليا، و عزتي و جلالتي لو سألني في
زوال الدنيا لأزلتها .

یعنی جو مجھ سے بیعت اطاعت لے لیتا ہے، میں اس کا ولی بن جاتا ہوں۔
مجھے اپنی عزت و جلال کی قسم! اب اگر وہ دنیا کو تباہ و برباد کرنے کا بھی مجھ سے
سوال کر دے تو میں کرگزروں گا۔

یکے از صالحین کا قول ہے :

علامة مقت الله للعبد أن يراه مشغلاً بما لا يعنيه من أمر
نفسه يطلب الجنة بلا عمل، و يذنب و ينتظر الشفاعة .

یعنی اللہ تعالیٰ کی کسی بندے سے ناراضگی کی علامت یہ ہوتی ہے کہ بندہ خود کو
لا یعنی کاموں میں مشغول کیے رکھتا ہے اور بغیر عمل ہی دخول جنت کا آرزو مند نظر
آتا ہے۔ گناہ پر گناہ کیے جاتا ہے اور شفاعت کی امید پر (اعمال خیر میں ایک ذرا
دلچسپی نہیں لیتا)۔

حضرت معروف کرخی رضی اللہ عنہ سے استفسار کیا گیا :

بأي شيء حصل للطائعين الطاعة؟ قال: بإخراج الدنيا من
قلوبهم، ولو كان في قلوبهم منها مثقال ذرة واحدة، ما تقبل الله
منهم سجدة واحدة .

یعنی وہ کیا چیز ہے جس کے باعث گم گشتگانِ راہ کو طاعت و ہدایت کی روشنی
نصیب ہو جاتی ہے؟ فرمایا: دنیا کی حرص و محبت کو دل سے نکال کر باہر پھینک دینے
سے۔ اور اگر ان کے دلوں میں رائی کے دانہ برابر بھی محبت دنیا کی رمت باقی رہ گئی
تو سمجھ لو کہ اللہ تعالیٰ ان کے کسی سجدہ کو مقبول بارگاہ نہ فرمائے گا۔

بیان کیا جاتا ہے کہ ایک شخص حضرت بایزید بسطامی رضی اللہ عنہ کی بارگاہ میں حاضر
ہو کر عرض کرتا ہے کہ مجھے کچھ نصیحت کیجیے۔ آپ نے فرمایا :

انظر إلى السماء بحال، فنظر إليها، فقال: أتدري من خلقها؟
قال: الله تعالى، فقال له: إن الذي خلقها مطلع عليك حيث
كنت فاحذره .

یعنی ذرا آسمان کی ہیئت پر غور و نظر کر، جب اس نے آسمان کی طرف نگاہ کی تو
آپ نے فرمایا: پتا ہے اس کا خالق کون ہے؟ عرض کی: ہاں! اللہ تعالیٰ۔ فرمایا:
(پھر اپنے دماغ میں یہ بات بٹھالے کہ) جس نے اس وسیع و عریض آسمان کو پیدا
کیا ہے وہ ہمہ وقت تمہارے اعمال و احوال پر مطلع ہے؛ لہذا بچ کے رہنا۔

حضرت بایزید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ خواب میں دیدارِ الہی سے مشرف ہو کر
میں نے عرض کیا :

أین أجدک؟ فقال: فارق نفسك و تعالیٰ تجدني .

یعنی مولا! میں تجھے کہاں تلاش کروں؟ فرمایا: اپنے نفس کی خول سے نکل کر ذرا
بلند ہو جا، پھر تجھے میرا سراغ مل جائے گا۔

بیان کیا جاتا ہے کہ رات اہل محبت کی سواری ہوتی ہے، جب وہ اللہ کے حضور قیام
کرتے ہیں تو وہ انھیں شرابِ محبت کے جام پلاتا ہے۔ پھر جب وہ پوری طرح نکھر کر لذت
قرب سے آشنا ہو جاتے ہیں تو ان کے نفس گرم سردی خوشیوں میں ڈوب جاتے ہیں، اور
ان کے طائرانِ دل حبِ الہی اور شوقِ ملاقات میں ملکوت کی سیر کو نکل پڑتے ہیں، اس
طرح ان کی پوری رات کیفِ مناجات میں کٹ جاتی ہے۔

رزقِ حلال کی برکتیں

حضرت شبلی رحمہ اللہ فرماتے ہیں :

عزمت أن لا آكل إلا حلالا و أنا أطوف بالبراري، فرأيت
شجرة فمددت يدي إليها فنادتني الشجرة، تأدب يا شبلي مع

اللہ تعالیٰ فبانی لرجل یهودی، فترکتها و انصرفت .

میں نے اس بات کا عزم مصمم کر لیا تھا کہ ہمیشہ رزق حلال ہی کھایا کروں گا۔ ایک بار ایسا ہوا کہ میں کسی صحرا میں منڈلا رہا تھا کہ اچانک نگاہ ایک درخت پر پڑ گئی، میں نے اس کی طرف ہاتھ بڑھایا ہی تھا کہ درخت سے آواز آئی: شبلی کچھ تو اللہ کا پاس وادب کر، کیوں کہ میں ایک یہودی شخص کی ملکیت ہوں؛ چنانچہ میں نے اپنا ہاتھ کھینچ لیا اور وہاں سے پلٹ آیا۔

حضرت فضیل عسقلانی رضی اللہ عنہ کے حوالے سے بیان کیا جاتا ہے کہ برسوں بعد انہیں ایک بار مچھلی کھانے کی خواہش ہوئی، اور ساتھ ہی نفس سے یہ معاہدہ بھی ہو چکا تھا کہ حلال کے علاوہ کچھ نہیں کھانا ہے؛ چنانچہ انہوں نے مچھلی کھانے کے لیے اپنا ہاتھ آگے بڑھایا ہی تھا کہ ایک کانٹا آپ کے ہاتھ میں چبھ گیا، بے ساختہ گویا ہوئے :

إذا كان هذا حال من مد يده إلى حلال، فكيف حال من مد يده إلى حرام، فحلف أن لا يأكله بقية عمره .

یعنی جب حلال کی طرف ہاتھ بڑھانے کا یہ حال ہوا ہے تو (اندازہ لگاؤ کہ) اس شخص کا کیا انجام ہوگا جو حرام کی طرف اپنے ہاتھ بڑھائے؛ پھر اسی دم یہ قسم کھالی کہ بقیہ زندگی میں کبھی بھی مچھلی نہیں کھانا ہے۔

حضرت اویس قرنی رضی اللہ عنہ سے حکایت نقل کی جاتی ہے کہ آپ نے تین دن یوں ہی کچھ کھائے پیے بغیر گزار دیا، پھر (تلاش رزق) میں نکلے تو دیکھا کہ زمین پر ایک دینار گرا پڑا ہے، آپ نے اسے اٹھاتے ہوئے فرمایا: یہ پریشانی و غم میں اضافہ ہی کرے گا، یہ کہتے ہوئے اسے ہاتھ سے گرا دیا۔ ابھی آپ اسی پس و پیش میں تھے کہ اچانک ایک بکری اپنے منہ میں سوکھی روٹی لیے نمودار ہوئی، آپ نے دل میں سوچا: شاید بکری اسے اپنے چرواہے کے پاس سے اٹھا کر لائی ہوگی۔ اتنے میں اللہ کی قدرت سے بکری بول اٹھی :

یا اویس، هذا رزق من عند الله تعالى، أتاني به جبريل عليه السلام، و أمرني بدفعه لك .

یعنی اے اویس! یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے پاکیزہ رزق ہے۔ حضرت جبریل علیہ السلام ابھی اسے میرے پاس لائے اور کہا کہ جاؤ اسے اویس کو دے آؤ۔

کسی مردِ صالح کا یہ معمول تھا کہ جب میوہ و پھل کا موسم آتا، تو بازار میں جا کر پھل پھول خریدتے اور انھیں لے کر غلاموں کے پاس پہنچتے، جو ان سے مطالبہ کرتا فوراً اُس کے حوالے کر دیتے، نیز معلم سے پوچھتے: کیا تمہارے پاس بھی کوئی فقیر اور یتیم ہے؟ اگر وہ کہتا ہاں، تو انھیں بھی ان پھلوں سے حصہ وافر عطا کرتے۔ جب اس مردِ صالح کا انتقال ہوا تو کسی نے انھیں خواب میں دیکھا کہ وہ میوہ و پھل سے لدے ایک بہت بڑے باغ میں ہیں، اور من چاہے پھل پھول کھا رہے ہیں۔ ان سے استفسار ہوا:

ما هذا؟ فقال: أطمعنا له فأطعنا .

یعنی آپ یہاں تک کیسے پہنچے؟ فرمایا: ہم (دنیا میں لوگوں کو چوں کہ یہی) کھلاتے آئے تھے لہذا ہمیں بھی یہاں وہی (بلکہ اس سے کہیں زیادہ عمدہ) کھانے کو مل رہا ہے۔

حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ایک مرتبہ بروزِ عید میرا ابو مسلم کے پاس جانا ہوا، تو میں نے انھیں زرق برق قمیص میں آراستہ پایا، اور وہ اپنے سامنے چنے ہوئے میووں میں سے کچھ تناول فرما رہے تھے۔ میں نے کہا: اے ابو مسلم۔ (تو انھوں نے قطع کلام کرتے ہوئے) فرمایا:

لا تنظر إلى الخروف و لكن انظر إذا سألني ربي، من أين لك هذا؟ فأني جواب أقوله و ما اعتذاري .

یعنی ان میوہ جات کو نہ دیکھو، بلکہ اُس وقت کا تصور کرو جب پروردگار مجھ سے ان کی بابت دریافت فرمائے گا کہ تمہیں یہ کہاں سے ملا تھا؟ تو میں کیا جواب دوں

گا اور اپنی کیسے عذر خواہی کروں گا!۔

حضرت ابو موسیٰ بن ابراہیم رضی اللہ عنہ کے حوالے سے آتا ہے کہ آپ نے فرمایا: میں نے فتح موصلیٰ کو عید کے دن اس حال میں دیکھا کہ وہ لوگوں کے لباس ہائے فاخرہ اور ان کی اونچی اونچی دستاروں کو دیکھ کر فرما رہے تھے :

لثوب یبلی، و جنسہ یأکلہ الدود غدا، هؤلاء أنفقوا دنیاہم فی بطونہم و علی ظہورہم، و یأتون ربہم مغلسین .

یعنی یہ کپڑے تو کل سڑگل جائیں گے، اور جسم کیڑوں کی نذر ہو جائیں گے، یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے اپنی دنیا کو پیٹ و پیٹھ کی آسودگی و آراستگی میں گنوا دیا، لہذا یہ لوگ اپنے رب کے حضور تاریکیوں میں پیش ہوں گے۔

توبہ میں دیر کیسی! شوقِ ملاقات میں مگن رہو

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عہد مبارک میں ایک نوجوان نمازوں کے معاملے میں بڑا مسکین تھا۔ جب اس کا انتقال ہوا تو لوگ بارگاہِ نبوت میں لے کر اسے حاضر ہوئے، مگر حضور علیہ السلام نے اس کی نمازِ جنازہ نہیں پڑھائی۔ (أدھر ملأ العلیٰ کے) فرشتے عرض کرنے لگے: پروردگار! ہم نے اس نوجوان کو ایک مرتبہ نمازِ عید ادا کرتے ہوئے دیکھا تھا؛ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے حضرت جبرئیل علیہ السلام کو حکم دیا کہ محمد عربی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس جاؤ اور ان سے عرض کر دو :

هذا الشاب قد وقف ببابنا مرة واحدة فصل عليه فلانا قد غفرنا

لہ .

یعنی یہ شخص ایک بار ہی سہی ہمارے دروازے پر آ کر کھڑا ہوا تھا، آپ اس کی نمازِ جنازہ پڑھا دیں۔ ہماری مغفرت نے اسے اپنے دامن میں چھپا لیا ہے۔

بزبانِ شعر۔

یا نفس کم تو عدینی بالصلوة و الصوم
فما طلیني فيقضى العمر يوم بيوم

أنت رضيت لنفسك بالكسل و النوم

إن جئتنا و طردناک ما علينا لوم

یعنی اے نفس! روزہ و نماز کے تعلق سے تو نے کتنی بار مجھ سے وعدہ کیا ہے، مگر تجھے کبھی اس کو پورا کرنے کی توفیق نہیں ہوتی، حالاں کہ روز بروز کاروانِ عمر آگے بڑھتا چلا جا رہا ہے۔

(ٹھیک ہے) اپنے نفس کے دھوکے میں آ کر غفلت و کوتاہی کی زندگی گزارنے پر تو آج خوش تھانا!۔ اگر کل پیشی کے وقت ہم نے تمہیں دھتکار کر نامراد کر دیا تو ہم سے کوئی شکوہ و گلہ مت کرنا۔

بنی اسرائیل کے اندر ایک شخص تھا جس نے کوئی دو سو سال تک اللہ سبحانہ و تعالیٰ کی عبادت و ریاضت کی تھی۔ اچانک اس کے دل میں ابلیس کو دیکھنے کی خواہش ہوئی۔ تو ایک دن ایسا ہوا کہ ابلیس۔ لعنہ اللہ۔ اس کے سامنے حاضر ہو کر کہنے لگا: میں تمہاری کیا خدمت کر سکتا ہوں؟ کہا: کیا تم یہ بتا سکتے ہو کہ ابھی میری کتنی عمر اور باقی رہ گئی ہے؟ کہا: ابھی دو سو سال اور تم زندہ رہو گے۔

عابد نے اپنے جی میں سوچا: چلو ڈیڑھ سو سال لہو و لعب اور فسق و فجور میں گزار لیں، بقیہ پچاس سالوں میں توبہ کر لیں گے؛ چنانچہ اسی شب وہ عابد برائی کا خیال لے کر نکلا ہی تھا کہ موت نے اس کا گلا دبوچ دیا اور وہ وہیں ڈھیر ہو کر رہ گیا۔ گویا اس کی برائی، توبہ پر بازی مار لے گئی۔

بد بختوں کا یہی حال ہوتا ہے کہ وہ برائیوں کے اندر گھر کر توبہ میں ٹال مٹول کرتے رہتے ہیں۔ جس کی زندگی خسارہ و نقصان سے عبارت ہو اس کے لیے موت آجانا ہی

بہتر ہے۔ اللہ تعالیٰ نے جس چیز کا حکم دے رکھا ہے قلم قدرت اس پر چل چکا ہے، اور ہمارے تعلق سے فیصلے ہو چکے ہیں؛ لہذا کچھ ظلم نہ ہوگا۔ اور اللہ تعالیٰ جو چاہتا ہے کرتا ہے اور جس چیز کا چاہتا ہے حکم دیتا ہے۔

بزبانِ شعر۔

قضى الله أمراً و أجرى القلم

و فيما قضى بيننا فما ظلم

یعنی اللہ تعالیٰ نے (ازل ہی میں) جملہ امور کے فیصلے فرمادیے اور قلم قدرت کی اس پر دستخط بھی ہو چکی؛ لہذا ہمارے تعلق سے بھی اس نے فیصلہ کر دیا ہے، اور اس نے کسی پر کوئی ظلم نہیں کیا، (بلکہ اس کا ہر عمل، مبنی برانصاف ہوتا ہے)۔

ہزار بار توبہ شکنی باز آ

ارشادِ باری تعالیٰ ہے :

وَمَا وَجَدْنَا لِأَكْثَرِهِمْ مِنْ عَهْدٍ وَإِنْ وَجَدْنَا أَكْثَرَهُمْ لَفَاسِقِينَ .

(سورہ اعراف: ۱۰۲/۷)

ترجمہ: اور ہم نے ان میں سے اکثر لوگوں میں عہد (کا نباہ) نہ پایا اور ان میں سے اکثر لوگوں کو ہم نے نافرمان ہی پایا۔

اے شخص! (ذرا اپنی فکر کو آنچ دے اور سوچ کہ) تو نے اللہ سے عہد لیا تھا مگر اسے نباہ نہ سکا، یوں ہی تو نے اس سے وعدہ کیا تھا مگر اس کو وفا کرنے کی تجھے توفیق نہ ہوئی۔ گھبرانا نہیں، کل جب تیرے ہر ہر پل کی خبر لی جائے گی، اور تیرے چھوٹے بڑے سارے گناہوں پر کڑی گرفت ہوگی تب تجھے آپ پتا چل جائے گا۔

اللہ سبحانہ و تعالیٰ فرماتا ہے :

یا عبدی، أما استحیت منی و هذا فضلی علیک، أمہلتک
حتی تمادیت، سترتک و اقبلت علیک بعد إعراضک عنی، و
سترت عیوبک عن الناس، و محوت زلتک من الکتاب، ولم
أناقشک فی الحساب .

یعنی اے میرے بندے! اپنے اوپر میرے بے کراں فضل و انعام کو دیکھ کر بھی
(گناہ کرتے وقت) تجھے کچھ حیا نہیں آتی۔ میں نے تمہیں ڈھیل دی، مگر تو محض
نال مٹول سے کام لیتا رہا۔ تیری پردہ پوشی کی، اور مجھ سے روٹھ جانے کے بعد بھی
میں نے تیرے اوپر اپنی خاص نگاہ کرم ڈالی، تیرے عیبوں کو لوگوں کی نگاہوں سے
چھپائے رکھا، تیری لغزشوں کو نامہ اعمال سے کھرچ دیا، اور حساب و کتاب میں تجھ
سے سختی و درشتی کا برتاؤ نہیں کروں گا۔

اپنے نفس کا حساب لیتا رہ

صالحین کا بلین نے فرمایا :

ینبغی للعبد أن یزن نفسه قبل أن توزن أفعاله، و یحاسب قبل
أن تحاسب، و یدکرها العرض علی اللہ فی یوم الفرع الأكبر .

یعنی ایک ذمہ دار بندے کا یہ فرض بنتا ہے کہ وہ اپنے نفس کا موازنہ کرتا رہے
قبل اس کے کہ (سر محشر) اس کے جملہ افعال کا موازنہ ہو۔ اور حساب کا دن آنے
سے پہلے اسے اپنا محاسبہ کرتے رہنا چاہیے، نیز اسے چاہیے کہ سخت ہولناکی کے دن
اللہ کے حضور پیشی کی یاد کو نفس کے اندر تازہ کرتا رہے۔

کسی شخص نے حضرت بشر حافی رضی اللہ عنہ سے اپنے لیے کچھ وصیت کرائی چاہی تو
آپ نے فرمایا :

إحذر أن أو صیک بوصیة یكون وبالها علیک و علی، فقال :

أوصني، ثم قال: انظر بأي بدن تقف في القيامة، و انظر من تقف بين يديه و يحاسبك، و اعلم بأنك مسؤول لا محالة، فحاسب نفسك و الزم بيتك، و اذكر اسم الله عزوجل، و كن مع الله عزوجل.

یعنی مجھے اس بات کا ڈر ہے کہ میں تمہیں وصیت تو کر دوں مگر تم اس پر عمل پیرا نہ ہو اور پھر اس کا وبال تمہارے ساتھ میرے سر بھی آئے۔ عرض کیا: (ایسا نہ ہوگا) آپ وصیت تو فرمائیں؛ چنانچہ آپ نے فرمایا: ذرا تصور کرو کہ تم کس جسم سے عرصہ قیامت میں کھڑے ہو گے۔ ذرا سوچو کہ تم کس کے سامنے کھڑے ہو اور کون تمہارا حساب لے رہا ہے؟۔ یہ تو صد فی صد یقین کر لے تجھ سے بہر حال باز پرس ہونی ہے؛ لہذا ابھی سے محاسبہ نفس میں لگ جا اور گھر کی ڈیوڑھی کو لازم پکڑ لے، جتنا ہو سکے ذکر اللہ میں مشغول رہ اور خود کو ہمہ وقت اللہ کے حضور حاضر سمجھ۔

بوقت موت خوفِ الہی سے گریہ و بکا کرنے والے

کچھ لوگوں کا بیان ہے کہ ہم بستر مرگ پر پڑے حضرت عطا سلمیٰ کی عیادت کے لیے گئے، ان سے پوچھا:

کیف تری حالک؟ فقال: الموت في عنقي، و القبر بين يدي، و القيامة موقفي، و جسر جهنم طريقي، و لا أدري ما يفعل بي...

یعنی آپ اس وقت خود کو کس حال میں پاتے ہیں؟ فرمایا: موت کا پھندا گلے میں پڑ چکا ہے، قبر کی وحشیں سامنے نظر آرہی ہیں۔ پڑاؤ تو میدانِ قیامت میں ہوگا، مگر میرا راستہ جہنم کے پل سے ہو کر گزرے گا، اس لیے ابھی کچھ سمجھ میں نہیں آرہا ہے کہ میرے ساتھ کیا معاملہ کیا جائے گا۔

پھر آپ پھوٹ پھوٹ کر اتنا روئے کہ آپ پر غشی طاری ہوگئی، جب ہوش آیا تو فرمایا :

اللہم ارحمني وحتي في القبر، مصرعي عند الموت و ارحم
مقامي بين يدك يا ارحم الراحمين .

یعنی اے اللہ! موت کی تلخیوں، قبر کی وحشتوں اور اپنے حضور پیشی کے وقت
مجھ پر خاص رحم و کرم فرما اور تو ہی سب سے زیادہ رحم فرمانے والا ہے۔

بیان کیا جاتا ہے کہ حضرت محمد بن منکدر نے دمِ رخصت زور زور سے رونا شروع
کر دیا، آپ سے استفسار ہوا :

ما یبکیک؟ فرفع طرفه إلی السماء، و قال: اللہم انک
أمرتني و نهیتني فعصیت، فإن غفرت فقد مننت، و إن عاقبت
فما ظلمت .

یعنی آپ کیوں رورہے ہیں؟ تو انہوں نے اپنی نگاہیں آسمان کی جانب پھیر کر
دعا کی کہ اے اللہ! تو نے (نیکیوں کا) حکم دیا تھا اور (برائیوں سے) روکا تھا، مگر
میں نے تیرے امر و نہی کی کوئی پروا نہ کی، (اور تیری نافرمانی کرتا رہا) لہذا اگر تو نے
مجھے معاف کر دیا تو تیرا احسان ہوگا اور اگر سزا دلوا دی تو یہ تیرا انصاف ہوگا۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ موت کے وقت رو پڑے۔ پوچھا گیا :

ما یبکیک؟ فقال: لبعثت سفري و قلة حيلتي .

یعنی آپ کے گریہ و بکا کی وجہ کیا ہے؟ فرمایا: سفر تو بہت لمبا ہے مگر زادِ سفر بہت
کم ہے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی آنکھیں جانکنی کے عالم میں اشک ریز دیکھ کر لوگوں نے
پوچھا :

ما یبکیک؟ فقال: أخاف أن أكون قد أتيت بذنب أحسبه

ہیناً و هو عند اللہ عظیم .

یعنی آپ کی آنکھیں آنسوؤں سے تر کیوں ہیں؟ فرمایا: مجھے صرف یہ خوف کھائے جا رہا ہے کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ کوئی گناہ میں نے چھوٹا سمجھ کر کر لیا ہو اور وہ (درحقیقت) اللہ کے نزدیک بڑا ہو۔

ایک شخص کا معمول تھا کہ وہ رات دن صرف رویا کرتا۔ اس سے اس کی وجہ پوچھی گئی تو کہا :

أخاف أن يكون الله تعالى رآني على معصية، فيقول: مر عني فإني غضبان عليك .

یعنی مجھے اس بات کا خوف لاحق رہتا ہے کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ اللہ تعالیٰ۔ مجھے کوئی گناہ کرتے وقت دیکھ لیا ہو۔ (اور جب میری اس کے روبرو پیشی ہو تو اوہ کہہ دے: اس کو میرے سامنے سے ہٹاؤ، میں اس سے خفا ہوں۔

ایک مرتبہ حضرت حسن رضی اللہ عنہ زار و قطار رونے لگے، پوچھا گیا :

يا أبا سعيد ما يبكيك؟ فقال: خوفا من أن يطرحني في النار و لا يبالي .

یعنی اے ابوسعید! آپ اس قدر کیوں رورہے ہیں؟ فرمایا: محض اس خوف سے کہ کہیں وہ مجھے آتش جہنم میں نہ ڈال دے اور اسے کوئی پروا بھی نہ ہو۔

جہنمیوں کے عذاب

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا :

ان أهل النار ليكون في النار حتى تجري دموعهم كالأودية، فلو أن السفن ألقيت فيها لجرت .

یعنی جہنمی، جہنم کے اندر اتنا روئیں گے کہ ان کے آنسو وادیوں کی مانند بہیں گے، حتیٰ کہ اگر اس میں کشتیاں ڈالی جائیں تو وہ بھی تیرنے لگیں۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان ہے :

ما في جهنم من غل و لا قيد و لا سلسلة إلا و علیہا اسم صاحبہا فی النار .

یعنی جہنم کے اندر ایسا کوئی طوق، بیڑی اور زنجیر نہیں جس پر کہ جہنم میں جانے والوں کا نام نہ لکھا ہو۔

حضرت فضیل رضی اللہ عنہ نے جب اللہ کا یہ ارشاد پڑھا :

كَلَّمَا أَرَادُوا أَنْ يَخْرُجُوا مِنْهَا أُعِيدُوا فِيهَا . (سورہ سجدہ: ۳۲/۲۰)

ترجمہ: وہ جب بھی اس سے نکل بھاگنے کا ارادہ کریں گے تو اسی میں لوٹا دیے جائیں گے...

تو وہ بے ساختہ رونے لگے اور فرمایا :

و اللہ ما طمعوا فی الخروج، و إن الأیدی لموثوقہ، و الأرجل لمقیدہ، و کلما رفعہم لہیبا یصیرون فی أعلاہا، فزدہم الزبانیۃ بمقامع من حدید إلی أسفلہا۔ فنعود باللہ منہا۔

یعنی قسم بخدا! وہ نکلنے کا سوچ بھی نہ سکیں گے؛ کیوں کہ ان کے ہاتھ تو بندھے ہوں گے، اور پیر میں بیڑیاں پڑی ہوں گی۔ اور جب شعلہ جہنم انہیں اچھالے گا وہ اٹھ کر اوپر چلے آئیں گے۔ اب دار و بندہ ہائے جہنم انہیں لوہے کے گرز سے مار کر جہنم کے بالکل نچلے حصے میں پہنچا دیں گے۔ اللہ ہمیں اس سے اپنی پناہ میں رکھے۔

حضرت حسن بصری رضی اللہ عنہ کے حوالے سے بیان کیا جاتا ہے کہ آپ ایک روز جہنم کا ذکر کرتے کرتے رو پڑے اور فرمایا :

يُخْرِجُ مِنَ النَّارِ رَجُلًا بَعْدَ أَلْفِ عَامٍ، ثُمَّ غَلَبَ عَلَيْهِ الْبُكَاءُ ثُمَّ
 قَالَ: يَا لَيْتَنِي أَكُونُ ذَلِكَ الرَّجُلَ .

یعنی ایک شخص کو ہزار سال کے بعد جہنم سے نکالا جائے گا۔ پھر آپ اور زیادہ
 پھوٹ کر رونے لگے اور فرمایا: کاش! وہ شخص میں ہی ہوتا۔

کسی سے 'طامة الكبرى' کے بارے میں دریافت کیا گیا تو اس نے روتے ہوئے کہا:

هي الساعة التي تدفع لخزنة جهنم .

یعنی یہ وہی گھڑی ہوگی جب لوگ داروغہ جہنم کے حوالے کیے جائیں گے۔

یوں ہی ایک دن اس نے جہنم کا ذکر چھیڑ دیا اور اللہ تعالیٰ نے جہنم کے اندر مجرموں
 کے لیے کیا کچھ تیار کر رکھا ہے اس کو بیان کرتے کرتے رونے لگا اور کہا:

فإذا الفحتهم النار لفحة واحدة، فلا تدع لحماً ولا جلدا
 ألفته في العراقيب و تبقى العظام بيضاء تلوح .

یعنی جہنم جب ان پر پہلا وار کرے گی، تو ان کے چمڑے اور گوشت سب کچھ
 جھڑ جائیں گے، صرف ان کی چھماتی ہوئی ہڈیاں بچ جائیں گی۔

اب ذرا اپنے اندر جھانک کر دیکھو

میرے دوستو! کب تک غفلتوں کی زندگی بسر کرتے رہو گے؟ اور اپنے عیوب
 و نقائص سے کب تک نگاہیں چراتے رہو گے؟ (کیا تمہیں خود اپنے اندر قدرت کی
 نشانیاں دکھائی نہیں پڑتیں کہ ان سے سبق حاصل کرو)۔ کیا تم اب بھی اللہ کی معرفت
 حاصل نہیں کرو گے؟ تمہیں اللہ کی قسمیں دیتا ہوں کہ خدا را اب تو کذب و افترا سے باز
 آ جاؤ۔ اور اللہ کی بارگاہ میں آ کر روؤ گڑ گڑاؤ؛ کیوں کہ وہ دن اب دور نہیں رہا جب تم باہم
 جھگڑو گے، (اپنے کیے پر) اشکِ ندامت بہاؤ گے، اور پھر اپنے خالق و مالک کے حضور

پیش کر دیے جاؤ گے۔

وَسَيَعْلَمُ الَّذِينَ ظَلَمُوا أَيُّ مُنْقَلَبٍ يَنْقَلِبُونَ . (سورہ
شعراء: ۲۲۶/۲۲۷)

ترجمہ: اور وہ لوگ جنہوں نے ظلم کیا عنقریب جان لیں گے کہ وہ (پس مرگ)
کوئی پلٹنے کی جگہ پلٹ کر جاتے ہیں۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام ایک ویران بستی سے
گزرے، آپ نے آواز لگائی :

أین اهلک؟ أین عمارک؟ فسمع صوتاً و هو يقول: بنو بنیانا
و باتو فلم یصبحوا، فقال عیسیٰ علیہ السلام: ما الذی بلغ بهم؟
فقال: كانوا لا یأمرون بالمعروف و لا ینہون عن المنکر، فقال
عیسیٰ علیہ السلام: فما بالک أجبتنی من دونهم؟ فقال: إنی لم
أکن منهم، و إنما کنت ماراً بینهم فی الطریق فغشیهم العذاب،
فروحي مع أرواحهم فی سجن، فقال له عیسیٰ علیہ السلام: و
ما سجن؟ فقال صخرة سوداء تحت الأرض السابعة۔ -نعوذ
باللہ منها۔

یعنی تیرے باشندگان کہاں ہیں؟ اور تیری آبادیاں کہاں چلی گئیں؟ تو آپ
نے ایک آواز سنی کہ کوئی کہہ رہا ہے: ان لوگوں نے اونچی اونچی عمارتیں بنا لیں پھر
جب رات سوئے (تو سوئے ہی رہ گئے) صبح اٹھنے کی توفیق نہ ہوئی۔ حضرت عیسیٰ
نے پوچھا: ایسا ان کے ساتھ کیوں ہوا؟ کہا: دراصل یہ لوگ نیکیوں کا حکم نہیں کرتے
تھے اور نہ ہی برائیوں سے روکتے تھے۔ حضرت عیسیٰ نے پوچھا: تو ان میں صرف
تمہیں جواب کیوں دے رہے ہو؟ کہا: میں ان میں سے تھا نہیں۔ (امر واقعہ یہ
ہے کہ) میں ایک راہ سے انہیں کے دریاں ہو کر گزر رہا تھا کہ ان پر یکا یک

عذاب اتر آیا تو اب میری روح بھی انھیں کی روحوں کے ساتھ مقام تجین میں پڑی ہوئی ہے۔ حضرت عیسیٰ نے پوچھا: یہ تجین کیا ہے؟ کہا: زمین کے ساتویں طبق کے نیچے ایک سیاہ چٹان ہے۔ اللہ ہمیں اس سے بچائے۔

قیامت کی حشر سامانیاں

(قرآن کی بڑی مشہور و معروف سورہ) جس میں ارشاد خداوندی ہوتا ہے :

الْهٰكُمُ التَّكَاثُرُ ۝

ترجمہ: تمہیں کثرتِ مال کی ہوس اور فخر نے (آخرت سے) غافل کر دیا۔

اس کا معنی یہ ہے کہ دولت و ثروت کی ریل پیل اور اولاد کی زیادتی نے انھیں حساب و کتاب کے دن سے غافل کر دیا تھا۔

حَتٰى زُرْتُمْ الْمَقَابِرَ ۝

ترجمہ: یہاں تک کہ تم قبروں میں جا پہنچے۔

اور تم نے دوست احباب کی محبتوں کو خیر آباد کہہ دیا۔ اب زمین کے مختلف طبقات کے درمیان یوں ہی پڑے رہو گے، اور قیامت تک بے تحاشا حیرانگی و سراپیمگی کے عالم میں مارے مارے پھرو گے۔

كَلَّا سَوْفَ تَعْلَمُوْنَ ۝

ترجمہ: ہرگز نہیں! (مال و دولت تمہارے کام نہیں آئیں گے) تم عنقریب (اس حقیقت کو) جان لو گے۔

جب تم قبروں میں ٹکٹکی باندھے ظاہر ہو گے اور پھر پروردگار عالم کے وعدے کے مطابق تمہیں نوازا جائے گا۔

ثُمَّ كَلَّا سَوْفَ تَعْلَمُوْنَ ۝

ترجمہ: پھر (آگاہ کیا جاتا ہے) ہرگز نہیں! عنقریب تمہیں (اپنا انجام) معلوم ہو جائے گا۔

جب قیامت اپنی جملہ حشر سامانیوں کے ساتھ برپا ہو جائے گی، آسمان پھٹ پڑے گا، اور اس کے اندر موجود سب کچھ نیچے آ جائے گا، لوگوں سے ان کے راز باہر سر بستہ اُگلوا لیے جائیں گے، مائیں اپنے جایوں کو بھول جائیں گی، قیامت کی ہولناکیاں دیکھ کر بچے جوان ہو چلیں گے، آفتاب گہن آلود ہو جائے گا اور اس کی حرارت و تپش بڑھ جائے گی۔

كَلَّا لَوْ تَعْلَمُونَ ۝

ترجمہ: ہاں ہاں! کاش تم (مال و زر کی ہوس اور اپنی غفلت کے انجام کو) جان پاتے۔

جب دل چڑھ کر حلق تک پہنچ جائیں گے؛ تو اے اولادِ آدم! اس دن تیرا کیا بنے گا؟ جب ترازو لگا دیے جائیں گے، نامہ باہر اعمال کھول دیے جائیں گے، اور مظلوم ظالم کے گلے کا ہار بن کر لٹک جائیں گے۔

عِلْمَ الْيَقِينِ ۝

ترجمہ: یقینی علم کے ساتھ، (تو دنیا میں کھو کر آخرت کو اس طرح نہ بھولتے)

جب وہ گھنے بادلوں کی شکل میں آئیں گے، فرشتگانِ مکرم نزولِ اجلال فرمائیں گے، اور روح الامین اور دیگر فرشتے صف در صف کھڑے ہوں گے، آج کسی کو لب کشائی کی جرأت نہ ہوگی الا یہ کہ جسے رحمن نے اجازت دے رکھی ہو۔ اور میدانِ محشر کے قیام و وقوف کی طوالت، ہر ایک کے لیے کاہش جاں بنی ہوگی۔

لَتَرُونَ الْجَحِيمَ ۝

ترجمہ: تم (اپنی حرص کے نتیجے میں) دوزخ کو ضرور دیکھ کر رہو گے۔

مہیب و بے مروت قسم کے فرشتے آتشِ جہنم کو ہنکاتے ہوئے لے آئیں گے، ایسا

لگے گا جیسے وہ جہنمیوں پر غیظ و غضب سے پھٹ پڑے گی۔ پھر جہنم سے پوچھا جائے گا: کیا تیرا پیٹ بھر گیا؟ تو وہ کہہ اٹھے گی: کچھ اور نہیں ہیں؟۔

ثُمَّ لَتَرُونَهَا عَيْنَ الْيَقِينِ ۝

ترجمہ: پھر تم اسے ضرور یقین کی آنکھ سے دیکھ لو گے۔

جب پل صراط کو جہنم کے اوپر بچھا دیا جائے گا، اور تم اس کے عذاب کو اپنے کانوں سے سن رہے ہو گے، اور اس کی ہولناکیوں کو آنکھوں سے دیکھ رہے ہو گے، جہنمیوں کا معائنہ کر رہے ہو گے، کسی کا سر کھول رہا ہو گا، اور کوئی بیڑیوں اور ہتھکڑیوں میں جکڑا ہو گا۔

ثُمَّ لَتَسْتَلْنَ يَوْمَئِذٍ عَنِ النَّعِيمِ ۝

ترجمہ: پھر اس دن تم سے (اللہ کی) نعمتوں کے بارے میں ضرور پوچھا جائے گا

(کہ تم نے انہیں کہاں کہاں اور کیسے کیسے خرچ کیا تھا)

تیرے ایام حیات کے بارے میں پوچھا جائے گا جسے تو نے آرام کوشیوں اور آسائشوں کی نذر کر دیا تھا۔ نیز حرام مال کمانے، کول ڈرنک پینے اور ریشمی لباس پہننے کی بابت (تجھ سے باز پرس ہوگی؛ لہذا ہوشیار رہنا، کہیں ایسا نہ ہو کہ بازارِ قیامت میں کھلے بندوں تیری رسوائی ہو اور تجھے کفِ افسوس ملنا پڑ جائے۔ اللہ ہمیں اپنی پناہ میں رکھے۔)

قیامت کی ہولناکیوں کا تصور کر کے ڈر جاؤ

مذکورہ بالا ہولناکیوں اور سختیوں کا تصور کر کے کانپ جاؤ، اور ان سوالوں کے جواب کی پیشگی ہی تیاری کر لو۔ اے اولادِ آدم! ذرا سوچ، اس وقت تیرا کیا بنے گا جب تیرا نامہ اعمال کھول دیا جائے گا، تیری نیکیوں کا پلڑا ہلکا ہو جائے گا، تیری عقل زائل ہو جائے گی، اور تیرا راز فاش کر دیا جائے گا۔

کیا کبھی تو نے سوچا کہ تو کس کی نافرمانی میں لگا ہوا ہے؟ اور کس کے خلاف علم بغاوت بلند کر رہا ہے؟؟ حیف ہے تو نے خود کو توبہ و انابت سے بھی محروم کر لیا، اس کے عہد کا بھی کوئی پاس نہیں کیا، اس کے راز بھی ظاہر کر دیے، اس کا حکم بھی نہیں مانا اور پورے طور پر اپنے وجود کو جرم و گناہ کے جال میں پھنسا کر رکھ دیا۔

سچ بتانا کیا کبھی تمہیں اس بات کا علم الیقین ہوا کہ وہ تمہیں دیکھ رہا ہے؟ اب مجھے بتاؤ کہ جب تمہاری اس کے روبرو پیشی ہوگی تو تمہیں اس سے کون بچائے گا؟ اور اس وقت تم سے کیا جواب بنے گا جب وہ تم سے تمہارے برے، گندے اور گھناؤنے کاموں کی بابت سوال کرے گا؟ کیا اس وقت (بھرے محشر میں) تمہارا پورا وجود شرم سے پانی پانی نہیں ہو جائے گا؟ اگر اس وقت تم اپنے جرموں کا اقرار کر لیتے ہو (اور تمہیں کرنا ہی پڑے گا تو تم پر کیا بیتے گی) اور اگر انکار کرتے ہو تو یہ جان رکھو کہ اس وقت انکار تمہیں کوئی فائدہ نہیں پہنچا سکے گا۔

لہذا ایک بار اور اپنے نفس کے معاملے میں نظر ثانی کر لے، قبل اس کے کہ لوگ تجھے منوں مٹی کے نیچے دفن کر کے بے بسی کے عالم میں چھوڑ آئیں، کیوں کہ تیرے ایام حیات بس پورے ہی ہونے والے ہیں، اور تیرے غسل کا وقت بس آیا ہی چاہے ہے۔

حضرت ابن مبارک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں :

یا ابن آدم، استعد للآخرة، و اطع الله بقدر حاجتك إليه، و اغضب الله بقدر صبرك على النار .

یعنی اے اولادِ آدم! آخرت کی اتنی تیاری کر لے جتنا تجھے وہاں رہنا ہے۔ اور اللہ کی اتنی طاعت و بندگی کر جتنی تیری اس سے ضرورتیں وابستہ ہیں۔ اور اللہ کو اتنا ہی ناراض کر جتنا تیرے اندر آتشِ جہنم کے دہکتے ہوئے انگاروں میں جھلنے کا یارا ہے۔

حضرت حسن رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں :

إن الله أمر بطاعة و أعان عليها، و نهى عن المعصية و أغنى عنها، فاعمل بقدرك على النار، و لا تجعل في ركوبها حجة .
یعنی اللہ تعالیٰ جب طاعت کا حکم دیتا ہے تو اس کو جامہ عمل پہنانے کے لیے طاقت بھی عطا فرماتا ہے، اور جب برائی سے روکتا ہے تو پھر اس سے بے نیاز ہو جاتا ہے؛ لہذا اب تمہارے اندر دوزخ کی آگ میں جلنے کی جتنی طاقت ہو اتنا برائی کے کام کرو۔ اور جہنمیوں سے کسی حجت کی امید مت رکھنا۔

حضرت فضیل بن عیاض رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں :

العجب كل العجب لمن عرف الله ثم عصاه بعد المعرفة .
یعنی ایسے شخص کو دیکھ کر بے پناہ حیرت ہوتی ہے کہ جسے اللہ کا عرفان نصیب ہو گیا ہو مگر اس معرفت الہی کے باوصف وہ اس کی نافرمانی میں لگا ہوا ہے۔

حضرت سعید بن سعید رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں :

لا تنظروا إلى صغر الخطيئة و لكن انظر من عصيت .
یعنی (ارتکابِ معاصی کے بعد) یہ نہ دیکھا کرو کہ غلطی تو بہت چھوٹی تھی بلکہ یہ دیکھا کرو کہ تم نے (اس غلطی کی شکل میں) نافرمانی کس کی کی ہے!۔

حضرت فضیل رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں :

وجدت في بعض الكتب: إذا عصاني من عرفني سلطت عليه من لا يعرفني .

یعنی میں نے کسی کتاب میں یہ لکھا دیکھا تھا کہ جب میری (اللہ کی) معرفت نصیب ہو جانے کے باوجود کوئی میری نافرمانی کرتا ہے تو میں اس پر کسی ایسے (بے مروت) انسان کو مسلط کر دیتا ہوں جسے میری پہچان نہیں ہوتی (یعنی اسے میرا کوئی

خوف و خطرہ وغیرہ نہیں ہوتا کہ اس سے اس کے ظلم و تعدی کی بابت محاسبہ بھی ہوگا)

حمید طویل اپنے کسی بھائی سے وعظ و نصیحت کا طالب ہوتا ہے۔ اس نے کہا :

یا أخی، إذا عصیت و ظننت أنه یراک فقد تجرأت علی
عظیم، و لکنک بجهلک تظن أنه لا یراک .

یعنی اے بھائی! جب تو اس کی نافرمانی کرے اور یہ خیال کرے کہ وہ تجھے نہیں
دیکھ رہا ہے تو یہ تو اس پر بڑی جرأت و بے باکی ہوگی۔ ہاں ہوتا یہ ہے کہ تم غلبہ
جہالت کی وجہ سے یہ سمجھتے ہو کہ وہ تمہیں دیکھ نہیں رہا ہے۔

حضرت حماد بن یزید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں :

إذا أذنب العبد باللیل أصبح و مذلتہ فی وجہہ .

یعنی جب بندہ رات (کی گھنی تاریکیوں) میں کوئی گناہ کرتا ہے، تو آنے والی
صبح میں اُس کے گناہ کے اثرات اس کے چہرے سے ہویدا ہوتے ہیں۔

حضرت مالک بن دینار رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے غلام عتبہ کو ننگی دھوپ میں
کھڑا، اور پسینے میں شرابور دیکھ کر پوچھا :

ما الذی أوقفک فی هذا الموضع؟ فقال: یا سیدی هذا
موضع عصیت اللہ فیہ .

یعنی کس چیز نے تمہیں اس جگہ کھڑا رہنے پر مجبور کیا ہے؟ کہا: میرے آقا! یہ
وہی جگہ ہے جہاں میں نے کبھی اپنے پروردگار کی نافرمانی کی تھی۔

پھر یہ شعر گنگنا نے لگا۔

أفرح بالذنوب و بالمعاصی ☆ و تنسی یوم یؤخذ بالنواصی

و تأتي الذنب عمداً لا تبالی ☆ و رب العالمین علیک حاصی

یعنی آج تم اپنے گناہوں اور زیاں کاریوں پر اترتے پھر رہے ہو، اور اس دن

کا تصور اپنے ذہن و فکر سے نکالے بیٹھے ہو جس دن (مجرموں کو ان کی) پیشانی کے بال پکڑ کر لایا جائے گا۔

اور نہایت بے فکری کے ساتھ آج تو جان بوجھ کر گناہ پر گناہ کیے جا رہا ہے (حالاں کہ تجھے معلوم ہونا چاہیے کہ) پروردگارِ عالم تیرے سارے گناہوں کو حیطہ شمار میں لا کر (اس کا ریکارڈ تیار کر رہا ہے)

حضرت فضیل رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں :

رحم اللہ عبداً نظراً لنفسه، فإنه إن لم ينظر لنفسه لم ينظر لها
غیرہ .

یعنی اللہ سبحانہ و تعالیٰ اس بندے پر اپنی خاص نگاہِ رحمت فرمائے جو اپنے نفس (کی اصلاح کے لیے اس) پر پہرہ بٹھائے رکھتا ہے؛ کیوں کہ اگر وہ خود اپنے نفس پر نگاہ نہ رکھے تو بھلا اور کون رکھے گا!۔

بزبانِ شعر ۔

إن الأماکن فی السعادی عزیزة

فاختر لنفسک إن عقلت مکانا

یعنی عرصہ محشر کی ابتلا و آزمائش کے جاں گسل لمحات میں مکانات بڑے عزیز ہوں گے؛ لہذا اگر تجھے وہاں مکان کی خواہش ہے تو آج ہی اس کا سودا کر لے۔

اللہ کی یاد میں چھلکنے والے آنسوؤں کی قیمت

حضرت عتبہ رضی اللہ عنہ نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عرض کیا :

ما النجاة یا رسول اللہ؟ فقال: إمسک لسانک، و الزم

بیتک، و ابک علی خطیبتک .

یا رسول اللہ! راہِ نجات کی نشان دہی فرمادیں؟ ارشاد فرمایا: اپنی زبان کو قابو میں رکھ، گھر کو اپنے اوپر لازم کر لے، اور اپنی غلطیوں پر (ندامت کے) آنسو بہا۔
حضرت ابن منبہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت زکریا علیہ السلام اپنا بیٹا کھو بیٹھے، تین دن بعد وہ انھیں کسی قبر پر بیٹھا روتا ملا۔ پوچھا :

یا بنی، مایکیک؟ فقال له: إنک أخبرتنی أن جبریل علیہ السلام أخبرک أن بین الجنة و النار مغارة لا یطفیء حرها إلا الدموع، فقال: ابک یا بنی .

یعنی عزیز بیٹے! کیوں گریہ و بکا کر رہے ہو؟ کہا: ابا جان! آپ ہی نے تو کہا تھا کہ حضرت جبریل علیہ السلام آپ کو بتائے ہیں کہ جنت و دوزخ کے درمیان ایک ایسا گڑھا ہے کہ جس کی حرارت و تپش کو محض آنسوؤں کی برکھا ہی بجھا سکتی ہے۔ فرمایا: (اگر اس وجہ سے رو رہے ہو پھر توجی بھر کے) رولو پیٹے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں :

یا رسول اللہ، أیدخل من أمتک الجنة بغير حساب؟ قال : من کثرت ذنوبه فبکی علیها .

یعنی یا رسول اللہ! کیا آپ کے کچھ ایسے امتی بھی ہوں گے جو بلا حساب جنت میں جائیں گے؟ فرمایا: (ہاں) جو اپنے گناہوں کی کثرت پر کثرت سے روتے ہیں۔

بیان کیا جاتا ہے کہ کسی انصاری جوان کے دل میں جہنم کا خوف گھس گیا، پھر کیا تھا اس نے اپنے آپ کو گھر کے اندر مقید کر دیا۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس کے پاس آئے اور اس کی گردن صحیح کرنا چاہا کہ اس کی مردہ لاش زمین پر گر پڑی۔ آپ نے فرمایا :

جهزوا صاحبکم، فإن خوف النار فتت کبدہ .

یعنی اپنے دوست کی تجہیز و تکفین کا انتظام کرو؛ کیوں کہ آتش جہنم کے خوف اس کا جگر چھلنی ہو گیا ہے۔

حضرت محمد بن منکدر جب کبھی روتے تو اپنے آنسوؤں کو سارے چہرے پر پھیلا کر فرماتے :

ان النار لا تاكل موضعا مسحته الدموع .

یعنی جہنم کی آگ اس حصے کو نہیں کھائے گی جسے کہ (خوفِ خدا میں رسنے والے) آنسوؤں نے چھولیا ہو۔

کسی مردِ صالح کے بارے میں آتا ہے کہ جب اسے معلوم ہوا کہ گریہ و بکا کی کثرت، تکبر کا قلعہ قمع کر دیتی ہے تو وہ اتنا رویا کہ اس کی بینائی ہی جاتی رہی۔

حضرت حسن رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے کسی دوست کو خواب میں دیکھا کہ وہ کچھ زیادہ ہی زرق برق نظر آ رہا تھا اور اس کے آنسوؤں کے سوتے بجلی کی مانند چمک رہے تھے۔ میں نے پوچھا :

مت؟ قال: نعم، قلت له، إلی ماذا صرت و كنت طويل الحزن في الدنيا؟ فتبسم و قال: رفع الله لنا بذلك الحزن علم الهداية إلی منازل الأبرار، فحللنا مساكن المتقين، قلت له: بما ذا تأمرني؟ فقال: يا أخي، أطول الناس حزنا في الدنيا أكثرهم فرحا في الآخرة .

یعنی کیا تمہارا انتقال ہو گیا ہے؟ کہا: ہاں۔ میں نے پوچھا: مگر اب تم کیا بن گئے، دنیا میں تو تم ہمیشہ ملول و حزین ہی رہا کرتے تھے؟ اس نے ہنستے ہوئے جواب دیا: دراصل اللہ تعالیٰ نے ہمارے لیے اس حزن و ملال کی وجہ سے پرچم ہدایت کو ابرار کی منزلوں تک بلند کر دیا اور ہم متقین کی رہائش گاہوں میں شامل ہو گئے۔ میں نے پوچھا: ہمیں کیا کرنا چاہیے؟ کہا: میرے دوست! دنیا میں جو جتنا زیادہ

حزین و غمگین ہوگا آخرت میں اسے اتنی ہی خوشیاں میسر آئیں گی۔

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا :

إذا مات أحدكم عرض عليه مقعده بالغدو والعشي، ان كان
من أهل الجنة فمن أهل الجنة، وإن كان من أهل النار فمن أهل
النار. (۱)

یعنی جب تم میں سے کوئی مرتا ہے تو اسے صبح و شام اس کی رہائش گاہ دکھائی جاتی
ہے۔ اگر وہ اہل بہشت سے ہوتا ہے تو بہشت۔ ورنہ اگر جہنمیوں میں سے ہوتا ہے
تو جہنم۔

سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا :

الموت قیامة، فإذا مات أحدكم قامت قیامته .
یعنی موت کسی قیامت سے کم نہیں ہوتی؛ لہذا جب کسی کا انتقال ہو جائے تو سمجھو
کہ اس کی قیامت برپا ہوگئی۔

حضرت وہب بن وردی فرماتے ہیں :

لا يخرج العبد من الدنيا حتى يرى الملكين اللذين و كلاً به
في دار الدنيا، فإذا كان عمله صالحاً قالاً: جزاك الله عنا
خيراً، فطالما سمعنا منك الخير فنحن لك اليوم على ما
تحب، وإن كان عمله سيئاً قالاً له: لا جزا الله عنا خيراً ما
سمعنا منك إلا سوءاً أو نحن لك اليوم على ما تكره .

(۱) کنز العمال: ۶۴۱/۱۵ حدیث: ۲۲۵۲۹..... مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۳۴/۸ حدیث: ۶۹..... تہذیب الآثار
طبری: ۳۷۵/۲ حدیث: ۳۲۲..... شرح اصول اعتقاد اہل السنہ والجماعہ للالکائی: ۳۳۹/۵ حدیث:
۱۸۱۷۔

صحیح بخاری کے الفاظ یہ ہیں :

إذا مات أحدكم عرض عليه مقعده غدوة وعشياً، إما النار وإما الجنة فيقال هذا
مقعدك حتى تبعث إليه . (۱۷۴/۲۰ حدیث: ۶۰۳۳)

یعنی انسان دنیا کا گھر اس وقت تک نہیں چھوڑتا جب تک کہ یہاں اپنے اوپر مقرر کردہ دو فرشتوں کو نہ دیکھ لے۔ اگر اس کے اعمال اچھے رہے تو وہ کہتے ہیں: اللہ تجھے ہماری طرف سے جزائے خیر عطا کرے۔ ہم تم سے ہمیشہ اچھی ہی باتیں سنتے آئے لہذا آج ہم تمہاری چاہت کے مطابق پیش آئیں گے۔ اور اس کے اعمال برے رہے، تو وہ کہتے ہیں: اللہ تجھے ہماری طرف سے کچھ بھی جزائے خیر نہ عطا کرے، ہم نے ہمیشہ تم سے برائی ہی سنی لہذا آج ہم تمہارے ساتھ اس طرح پیش آئیں گے جسے تو پسند نہ کرے گا۔

بزبانِ شعر۔

الموت في كل حين ينشر الكفنا

و نحن في غفلة عما يؤدبنا

لا تطمنن إلى الدنيا و زينتها

و إن توشحت في أثوابها الحسنات

یعنی موت ہر وقت کفن کھولے کھڑی رہتی ہے، اور ہم ہیں کہ غفلت میں پڑے ہوتے ہیں، نہ معلوم کب ہمیں عقل آئے گی۔

حسین و دیدہ زیب پوشاکوں میں ملبوس ہو کر تم دنیا اور اس کی زینتوں سے کبھی مطمئن نہ ہونا۔ (کیوں کہ یہ کبھی بھی دعا دے سکتی ہے)

جیسے چاہو جو مگر ایک دن مرنا ہی ہے

بیان کیا جاتا ہے کہ ایک روز حضرت جبریل علیہ السلام نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہو کر عرض کیا:

یا محمد، عش ما شئت فإنک میت، و احب من شئت

فبانک مفارقه، و اعمل ما شئت فبانک مجازي به، و اعلم أن شرف المؤمن قيامه بالليل و عزه استغناؤه عن الناس .

یعنی اے محمد عربی! جس طرح چاہیں زندگی کے شب و روز گزاریں (مگر اتنا ذہن نشیں رکھیں کہ ایک نہ ایک دن) آپ کو دنیا سے چلے جانا ہے۔ اور جسے چاہیں کاشانہٴ دل میں جگہ دیں (مگر یاد رکھیں کہ ایک دن) آپ کو اس سے پھٹ جانا ہے۔ اور جو چاہیں عمل کریں (مگر خیال رہے کہ) اس کا بدلہ بھی ملنا ہے۔ جان لیں کہ راتوں کا قیام ایک مومن کے لیے مایہٴ فضل و شرف ہے۔ اور اس کی ساری عزت کا مدار اس پر ہے کہ وہ خود کو لوگوں سے بے نیاز رکھے۔

حضرت حسن رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں :

يا ابن آدم، إنما هي أيام إذا مضى يومك ينقصك .

یعنی اے اولادِ آدم! تیری ساری پونجی یہی تیرے ایام حیات ہیں، جہاں کوئی دن گزرا سمجھ کہ تیری زندگی کا ایک دن کم ہو گیا۔

بزبانِ شعر -

إننا لنفرح بالأيام نقطعها

و كل يوم مضى نقص من الأجل

فاعمل لنفسك قبل الموت مجتهدا

فإنما الربح و الخسران في العمل

یعنی دن گزرنے کے ساتھ ساتھ ہماری خوشیوں میں اضافہ ہوتا چلا جاتا ہے حالاں کہ جہاں دن گزرا، زندگی کی گھڑیوں میں کمی واقع ہو گئی۔

لہذا موت کا نقارہ بجنے سے پہلے پہلے اپنی ذات کے لیے جتنا کچھ عمل کر سکتا ہے کر لے، کیوں کہ اصل اعتبار عمل کے سود و زیاں ہی کا ہے۔

کسی حکیم نے بڑے نکتے کی بات کہی ہے :

عجبت لمن يحزن على نقصان ماله و لا يحزن على نقصان
عمره، و عجبت لمن الدنيا مدبرة عنه، و الآخرة مقبلة عليه،
كيف يشغل بالمدبرة و يعرض عن المقبلة؟

یعنی مجھے اس شخص پر بہت تعجب ہوتا ہے جسے مال و دولت کا نقصان تو غمگین
کر دیتا ہے مگر دن بدن اس کی عمر گھنٹی چلی جا رہی ہے جس کا اسے کوئی غم نہیں۔ اور
اس شخص پر بھی حیرت ہوتی ہے کہ جس سے دنیا بس پیٹھ پھیرنے ہی والی اور اسے
آخرت درپیش ہونے والی ہے؛ مگر وہ پیٹھ پھیرنے والی کے پیچھے تو جی جان سے
پڑا ہے اور درپیش ہونے والی سے یکسر منہ پھیرے ہوئے ہے۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام فرماتے ہیں :

عجبت لثلاثة: غافل غير مفعال عنه، و مؤمل الدنيا و الموت
يطلبه، و باني قصرأ و القبر مسكنه

یعنی مجھے تین قسم کے لوگوں پر سخت تعجب ہوتا ہے: غافل شخص۔ حالاں کہ وہ ہر
وقت کسی کی نگاہ میں ہے۔ دنیا سے بڑی بڑی امیدیں رکھنے والا حالاں کہ موت
اس کے تعاقب میں ہے۔ محل کی تعمیر کرنے والا حالاں کہ (انجام کار) قبر اس کا
ٹھکانہ ہے۔

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں :

ويل لمن كانت الدنيا همه، و الخطايا عمله، كيفما يقدم غدا
بقدر ما تحرثون تحصدون .

یعنی بربادی ہے اس کے لیے جو دنیا کے جھمیلوں میں الجھ کر رہ گیا، اور اس کے
اعمال برائیوں کی نذر ہو کر رہ گئے۔ وہ کیا منہ لے کر کل (بازارِ قیامت میں) آئے
گا؛ (کیوں کہ اصول تو یہی ہے کہ) انسان جو بوتا ہے وہی کاٹتا ہے۔

حضرت لقمان حکیم نے اپنے بیٹے سے کہا :

خلق الإنسان ثلاثة أثلاث: ثلث لله، و ثلث لنفسه، و ثلث
للدود .

یعنی انسان کی تخلیق تین ٹکڑوں میں ہوئی ہے: ایک تہائی اللہ کے لیے۔ ایک
تہائی خود اس کی ذات کے لیے۔ اور ایک تہائی کیڑوں مکوڑوں کے لیے۔

فرائض کی ادائیگی اور محارم سے دوری

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ابو ہریرہ سے فرمایا :

يا أباهريرة، أما تريد أن لا يجري عليك القلم؟ قال: نعم يا
رسول الله، قال: أد فرائض الله، وكف عن محارم الله، ودع
الكلام فيما لا يعنك .

یعنی اے ابو ہریرہ! کیا تم چاہتے ہو کہ تمہارے خلاف قلم قدرت نہ چلے؟ کہا:
ہاں یا رسول اللہ۔ فرمایا: پھر فرائض الہیہ کی ادائیگی کیا کرو، اللہ کی حرام کردہ چیزوں
سے دور رہا کرو، اور فضول و لایعنی باتوں میں الجھنے سے خود کو بچاؤ۔

کسی عارفِ کامل نے اپنے بیٹے سے فرمایا :

يا بني، خذ على نفسك، و قيد ألسنتك، لا تقل لفظة إلا أن
تأمن عاقبتها، فإن كانت لله و إلا فامسك عنها، و لا تأكل
طعاما إلا إن تدبرت أمره، إن كان حلالا أو حراما و إلا فلا تأكل
منه، و احرص على الحلال، لكن هل من ذنوب؟ قال: كثيرة،
قال: كم في اليوم و الليلة؟ قال: مائة، قال: كثيرة، قال:
خمسين، قال: كثيرة، قال: فما زال حتى قال له: يا أبت واحد
بالليل و واحد بالنهار، قال: يا بني، كم يكونون في السنة؟ قال:

سبع مائة و عشرين، فقال له: يا ولدي، إن آدم خرج من الجنة
بذنب واحد، و أنت ترجو دخولها بسبعة مائة و عشرين ذنبا في
السنة .

یعنی اے بیٹے! اپنے نفس پر کڑا پہرہ رکھ۔ اپنے الفاظ کو جکڑ کے رکھ۔ اس وقت
تک اپنے منہ سے کوئی لفظ نہ نکال جب تک کہ تو اس کے انجام سے مطمئن نہ
ہو۔ اگر وہ رضائے مولا کے لیے ہو (فبہا) ورنہ اس سے رک جا۔ اور اگر تم نے اس
کے حکم کی خلاف ورزی کی ہو پھر تو حلال و حرام کوئی کھانا نہ کھا۔ اور اپنے اندر حلال
خوری کی عادت پیدا کر۔ لیکن یہ تو بتا کہ تو نے کچھ گناہ کیے ہیں؟ کہا: بہت
سارے۔ پوچھا: رات و دن میں ملا کر کل کتنے؟ کہا: سو۔ کہا: یہ تو بہت زیادہ
ہیں۔ کہا: پچاس۔ کہا: یہ بھی بہت زیادہ ہیں۔ چنانچہ اسی طرح اعداد و شمار چلتا رہا
یہاں تک کہ اس نے کہا: ابا جان! رات میں ایک اور دن میں ایک۔ فرمایا: اے
بیٹے! (ذرا مجھے جوڑ کر بتاؤ کہ) پورے سال کے کتنے گناہ ہو گئے؟ عرض کیا: کوئی
سات سو بیس۔ فرمایا: عزیز بیٹے! (ذرا سوچو اور غور کرو کہ) حضرت آدم تو محض
ایک لغزش کی وجہ سے جنت سے نکال دیے گئے اور تم محض ایک سال میں سات سو
بیس گناہوں کا ارتکاب کر کے جنت میں جانے کے آرزو مند ہو۔

بزبان شعر۔

تصل الذنوب إلى الذنوب و ترتجي

درک الجنان بها و فوز العابد

و نسيت أن الله أخرج آدم

منها إلى الدنيا بذنب واحد

یعنی (کیا عجیب بات ہے کہ) گناہوں پر گناہ کیے چلے جا رہے ہو، اور اپنے
اندر جنتیں حاصل کرنے اور عابدانِ شب زندہ دار کی سی کامیابی پانے کی حسرت

وآرزو پالے ہوئے ہو۔

کیا تمہیں یہ بات یاد نہ رہی کہ اللہ تعالیٰ نے محض ایک لغزش کی وجہ سے حضرت آدم علیہ السلام کو جنت سے نکال کر دنیا میں بھیج دیا تھا۔

حضرت ابو الدرداء رضی اللہ عنہ کے حوالے سے بیان کیا جاتا ہے کہ ایک مرتبہ آپ بیمار ہوئے تو آپ کے کچھ دوست عیادت کے لیے پہنچے، اور پوچھا:

ما تشکي؟ قال: ذنوبي، قال: ما تشتهي؟ قال: الجنة، قال: أ

ندعو لك طبيبا؟ قال: الطبيب أمر ضني .

یعنی کس چیز کی شکایت ہے؟ فرمایا: اپنے گناہوں کی۔ پوچھا: (ایسے عالم میں) کس چیز کی خواہش ہے؟ فرمایا: جنت کی۔ پوچھا: کیا آپ کے لیے کوئی طبیب بلا دیں؟ فرمایا: اسی طبیب کی وجہ سے تو آج یہ حال ہوا ہے۔

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کسی جوان مریض کے پاس پہنچے اور پوچھا:

كيف حالک؟ فقال: يا رسول الله، أرجو الله تعالى و أخاف

ذنوبي، فقال عليه الصلوة و السلام: لا يجتمعان في قلب واحد

إلا أعطاه الله ما يرجو و آمنه بما يخاف .

یعنی کیا حال ہے تمہارا؟ عرض کیا: یا رسول اللہ! اللہ کی رحمتوں کا آرزو مند ہوں اور اپنے گناہوں کا خوف بھی لاحق ہے۔ آپ نے فرمایا: (خوف ورجا) یہ دونوں چیزیں کسی ایک دل میں جمع نہیں ہو سکتیں؛ ہاں! اللہ سبحانہ و تعالیٰ (کی یہ شانِ کرم ہے کہ وہ) پر امید کو اپنی رحمتیں عطا فرماتا ہے اور خوف و خشیت رکھنے والوں کو (عذاب و سزا سے) حفظ و امان بھی بخشتا ہے۔

حضرت حسان بن ابوسنان سے ان کی حالت مرض میں دریافت کیا گیا:

كيف تجدک؟ قال: بخير إن رجوت من النار .

یعنی آپ خود کو کس حال میں پاتے ہیں؟ فرمایا: اگر آتشِ جہنم سے نجات مل گئی، تو بخیر ہوں۔

حضرت یحییٰ بن معاذ رضی اللہ عنہ نے فرمایا :

من أحب الجنة انقطع عن الشهوات، ومن خاف النار انصرف عن السيئات .

یعنی جنت کے آرزو مندوں کو چاہیے کہ وہ خود کو شہوتوں (کی آگ) سے دور رکھیں۔ اور جہنم سے ڈرنے والوں کو چاہیے کہ وہ برائیوں سے اپنا دامن بچائے رکھیں۔

بزبانِ شعر۔

إن فؤادي قد امتلا ☆ بصنوف من البلا

عذلوہ فما ارعوی ☆ و نهوہ فما انتھی

لیت شعری الی متی ☆ یتمادی علی العمی

لیت شعری الی متی ☆ یتمادی علی الهوی

یعنی میرے دل کے چاروں کونے گونا گوں قسم کی آفت و بلا سے بھرے پڑے ہیں۔

کوشش تو بہت کی کہ اسے ان سے دور رکھیں مگر میری ایک نہ چلی اور اسے ان سے روکنے کی بہت جتن کی مگر وہ باز نہیں آیا۔

کاش مجھے معلوم ہو جاتا کہ وہ کب تک (گناہوں کے) ان اندھیروں میں ٹانک ٹوہیاں مارتا رہے گا۔

کاش مجھے پتا چل جاتا کہ وہ کب تک اور ہوا و ہوس (کے پیالوں میں) منہ مارتا رہے گا۔

قیامت کی پیشی کا ہوش رُبا منظر

کسی مردِ درویش کا بیان ہے کہ میں نے ایک عابد و زاہد شخص کو روتے ہوئے دیکھ کر

پوچھا :

مما بکاؤک؟ فقال: روعة وجدها الخائفون في قلوبهم،
فقلت له: وما الروعة؟ قال: روعة النداء بالعرض على الله
تعالیٰ .

یعنی کیوں آہ و زاری کر رہے ہو؟ کہا: اس ڈر کی وجہ سے جو خشیت الہی سے
لبریز دلوں میں ہنگامہ برپا کیے ہوئے ہے۔ میں نے پوچھا: تم کس ڈر کی بات کر رہے
ہو؟ کہا: اس ڈر کی جب کہ اللہ تعالیٰ کے حضور پیشی کی آواز لگائی جائے گی۔

حضرت عثمان بن ابراہیم رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں :

حضرنا حکم الأقداد و قاضیکم الجبار، و الماویٰ إلى الجنة
أو النار .

یعنی سلطنت و اقتدار والے کا حکم ہم تک پہنچ چکا ہے، اب جبار و قہار تمہارے
درمیان فیصلہ کرنے ہی والا ہے، پھر اس کے بعد جنت یا جہنم تمہارا ٹھکانہ بنے
گا۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ جبرئیل امین علیہ السلام
رنگ بدلے ہوئے حضور صادق و امین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں خلاف معمول
حاضر ہوئے کیوں کہ ایسے وقت میں ان کا کبھی نہیں آنا ہوا تھا، اور عرض کیا :

یا حبیبی یا محمد، هذه الساعة التي أمر الله تعالى فيها
بمناخ النار، و لا ينبغي لمن يعلم أن جهنم حق، و أن عذاب الله
أكبر أن تقر له عين خوفا منها، فقال صلى الله عليه وسلم :

يا أخي يا جبريل، صفها لي، قال: يا أخي يا محمد، أوقد عليها ألف عام حتى ابيضت، و ألف عام حتى احمرت، و ألف عام حتى اسودت، فهي سوداء مظلمة، لا يخمد حرها و لا يطفأ لهيبها، حرها شديد و قعرها بعيد، و كرابها مديد، لها سبعة أبواب، بين كل بابين مسيرة سبعين سنة، كل باب منها أشد حراً من الآخر، و أبوابها هي مقزوجة مفتوحة، سماء قاله رضوان مقزوجة إلى أسفل، يساق أعداء الله إليها، فإذا انتهوا إلى أول الأبواب تلقتهم الزبانية بالسلاسل، فتضع السلسلة في صدره و تخرج من بين كتفيه، و يقرن كل كافر مع شيطان، و يسحب على وجهه و يضرب بمقامع الحديد.

(كلما أرادوا أن يخرجوا منها أعيدها فيها)

فقال النبي صلى الله تعالى عليه وسلم: يا أخي جبريل، ما سكان هذه الأبواب؟ فقال: أما الباب الأسفل ففيه المنافقون و اسمه الهاوية، و الثاني: فيه المشركون و اسمه الجحيم، و الثالث: فيه الصابئون و اسمه سقر، و الرابع: فيه المجوس و اسمه لظى، الخامس: فيه اليهود و اسمه الحطمة، و السادس: فيه النصارى و اسمه السعير، ثم أمسك جبريل عن السابع، فقال عليه الصلوة و السلام: مالك لا تخبرني عن السابع؟ فقال: يا حبيبي، لأهل الكبائر من أمتك الذين ماتوا و لم يتوبوا.

فخر صلى الله عليه وسلم مغشياً عليه، فلما أفاق، قال: يا جبريل، عظمت مصيبي و اشتد حزني، أو يدخل أحد من أمتي النار؟ فقال: يا محمد، تسوقهم الملائكة إلى النار و لا تسود وجههم، و لا تزرق أعينهم، و لا يختم على أفواههم، و لا يقرن

معهم أحد من الشياطين، و لا يوضع عليهم شيء من السلاسل و الأغلال .

قال: يا أخي يا جبريل، و كيف تقودهم الملائكة؟ قال: يا محمد، أما الرجال فباللحاء أو النواصي، و أما النساء فبالذوائب و النواصي، فكم من شيبة تنادي و اشيبته، و كم من امرأة تنادي و فضيحتاه، حتى ينتهوا بهم إلى مالک، فيقول مالک للملائكة: من هؤلاء، فيقولون: هؤلاء من أمة محمد صلى الله عليه وسلم، فيقول لهم مالک: أما لكم في القرآن زاجرا عن المعاصي؟ فيقولون له: دعنا نبكي على أنفسنا، فيأذن الله لهم فيكون الدماء، فيقول لهم مالک: ما أحسن هذا البكاء لو كان في الدنيا من خشية الله تعالى لما مستكم النار .

ثم يقول مالک للزبانية: ألقوهم في النار، فإذا ألقوا فيها نادوا: لا إله إلا الله، فترجع النار عنهم، فيقول مالک: يا نار خذيهم، فمنهم من تأخذه إلى قدمه، و منهم من تأخذه إلى ركبتيه، و منهم من تأخذه إلى صدره، و منهم من تأخذه إلى لحيته، فإذا أنفذ الله حكمه فيهم نادوا: يا حنان يا منان يا ذا الجلال و الإكرام، لا إله إلا أنت .

فيأمر الله تعالى جبريل أن يحدث النبي صلى الله عليه وسلم: ان العصاة من أمتك يعذبون: قال: فيأتي جبريل عليه السلام، فيخبره، فيخر ساجداً لله عز وجل، فيقول الله تعالى: يا أحمد، ارفع رأسك و اشفع تشفع، فيقول: الأشقياء من أمتي أنفذت حكمك فيهم، فشفعني فيهم، فيقول الله تعالى: قد شفعتك فيهم .

فیأتی النبی صلی اللہ علیہ وسلم إلى مالک فيقول: يا مالک، ما حال أمتي الأشقياء؟ فيقول: في أسوأ الأحوال، قال: فيأمره النبي صلی اللہ علیہ وسلم بفتح الباب، فيفتحه فإذا نظروا إلى النبي صلی اللہ علیہ وسلم صاحوا بأجمعهم: يا سيدنا رسول اللہ، النار أحرقت جلودنا و أكبادنا، فيخرجون فحمماً أسود، فينطلق بهم إلى نهر على باب الجنة فيغتسلون منه، فيخرجون منه بوجوه كالأقمار، مكتوب على جباههم هؤلاء الجهنميون عتقاء اللہ من النار، قال: فعند ذلك تقول الكفار: يا ليتنا كنا من عصاة المسلمين .

یعنی اے میرے محبوب محمد عربی! یہی وہ گھڑی ہے جس میں کہ اللہ تعالیٰ نے جہنم کو دہکانے کا حکم دیا تھا؛ لہذا جسے بھی جہنم کے حق ہونے اور عذاب الہی کے بڑے دردناک ہونے پر یقین ہو چاہیے کہ اس کے خوف سے اس کی آنکھیں بے قابو و بے اختیار ہو کر برس پڑیں۔ یہ سن کر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میرے بھائی جبرئیل! ذرا اُس کی صفت تو بیان کر۔ عرض کیا: اے محمد عربی! اسے ہزار سال دہکایا گیا تو سفید اور ہزار سال اور دہکایا گیا تو سرخ اور ہزار سال مزید دہکایا گیا تو سیاہ ہو گئی، اس وقت وہ گھٹا ٹوپ اندھیرے کی مانند بالکل ہی سیاہ ہے، نہ اس کی پیش کچھ کم ہوتی ہے اور نہ اس کے شعلے بجھنے کو آتے ہیں، اس کی گرمی بلا کی ہے اور اس کی گہرائی بے انتہا ہے۔ اس کے بہاؤ کی جگہیں کافی وسیع و عریض ہیں۔ اس کے سات دروازے ہیں۔ اور ہر دروازے کی دوری ستر سال کی مسافت کے برابر ہے۔ ان میں سے ہر دروازہ دوسرے سے کہیں زیادہ پیش آفریں ہے۔ اس کے دروازے کے پٹ ہمیشہ کھلے رہتے ہیں جس سے اللہ کے دشمنوں کو لے جایا جاتا ہے۔ جیسے ہی وہ پہلے دروازے تک پہنچتے ہیں، داروغہ ہاے جہنم انھیں کچھ اس طرح زنجیروں میں جکڑتے ہیں کہ زنجیر کو ان کے سینوں میں سے

ڈال کر پیچھے ان کے مونڈوں کے درمیان سے نکال لیتے ہیں، اور ہر کافر کو شیطان کے ساتھ ملا کر انھیں چہرے کے بل گھیٹا جاتا ہے اور لوہے کے گرزوں سے انھیں مار پڑتی ہے۔

(جب بھی وہ اس سے نکلنا چاہیں گے انھیں پھر اسی میں لوٹا دیا جائے گا)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: بھائی جبریل: ذرا ان دروازوں کے اندر رہائش پذیر لوگوں کے بارے میں بھی بتا؟ کہا: جہنم کا سب سے نچلا دروازہ جس میں کہ منافقین ہوں گے اس کا نام ”ہاویہ“ ہے۔ دوسرا دروازہ جس میں کہ مشرکین ہوں گے اسے ”جحیم“ کہا جاتا ہے۔ تیسرا دروازہ جس میں ستارہ پرست ہوں گے اسے ”سقر“ کہا جاتا ہے۔ چوتھا دروازہ جس میں مجوسی ہوں گے اسے ”لظی“ کہا جاتا ہے، پانچواں دروازہ جس میں یہود ہوں گے اسے ”حطمہ“ کہا جاتا ہے، چھٹا دروازہ جس میں نصرانی ہوں گے اس کا نام ”سعیر“ ہے۔

ساتویں دروازے کے وقت حضرت جبریل کی زبان رک گئی تو آقائے کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پوچھا: جبریل! ساتویں دروازے کے بارے میں کیوں نہیں بتاتے؟ کہا: میرے محبوب! وہ آپ کی امت میں سے ان گناہ کبیرہ کرنے والوں کے لیے ہوگا جنھیں مرتے وقت ان سے توبہ نصیب نہ ہوئی۔

اتنا سننا تھا کہ رحمت مجسم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بے ہوش ہو کر گر پڑے، جب افاقہ ہوا تو فرمایا: اے جبریل! میری بے کلی بڑھتی جا رہی ہے اور حزن و ملال شدت اختیار کرتے جا رہے ہیں۔ یہ بتاؤ کیا میری امت کا کوئی فرد بھی جہنم میں ڈالا جائے گا؟ کہا: اے محمد عربی! فرشتے انھیں بھی جہنم کی طرف ہانک کر لے جائیں گے لیکن ان کے چہرے سیاہ نہ ہوں گے، نہ ان کی آنکھیں نیل گوں ہوں گی، نہ ان کے منہ پر مہر لگی ہوگی، نہ کوئی شیطان ان کے ساتھ ہوگا، اور نہ ہی کوئی

زنجیروں اور طوقوں میں جکڑا ہوگا۔

فرمایا: بھائی جبریل! فرشتے انھیں کس طرح ہانکیں گے؟ کہا: اے محمد عربی! مردوں کو ان کی داڑھی اور پیشانی کے بال، جب کہ عورتوں کو ان کے زیورات اور پیشانی کے بال پکڑ کے گھسیٹیں گے۔ کتنے بوڑھے چلا انھیں گے ہاے میرا بڑھاپا! اور کتنی عورتیں چیخ انھیں گی ہاے رسوائی! اس طرح وہ انھیں لے کر (داروغہ جہنم) مالک کے پاس پہنچیں گے۔ مالک فرشتوں سے پوچھے گا: یہ کون لوگ ہیں؟ وہ کہیں گے: امت محمدیہ کے افراد ہیں۔ اب مالک ان سے مخاطب ہو کر پوچھے گا: کیا قرآن میں (تمہیں کوئی ایسی آیت نہ ملی جو کہ) تمہیں گناہوں پر تنبیہ کرتی؟ وہ کہیں گے: ذرا مہلت دیں کہ آج ہم اپنے اوپر (جی بھر کے) ماتم و بکا کر لیں، تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے انھیں اذن ملے گا اور وہ خون کے آنسو رونا شروع کر دیں گے۔ یہ دیکھ کر مالک کہے گا: واہ! کیا خوب گر یہ و بکا کر رہے ہو تم۔ کاش! خشیت الہی سے یہی گر یہ و بکا اور آہ و زاری تم دنیا کے اندر کیے ہوتے تو آگ تمہیں آج چھو بھی نہیں سکتی تھی۔

پھر مالک جہنم کے سپاہیوں سے کہے گا: انھیں لے جا کر جہنم میں ڈال دو۔ خود کو آگ میں پڑتے ہوئے دیکھ کر یہ پکارا انھیں گے: لا الہ الا اللہ۔ یہ سن کر آگ ان سے دور ہٹ جائے گی۔ مالک کہے گا: اے آگ! انھیں اپنی پیٹ میں لے لے، تو اب وہ آگ کسی کے قدم، کسی کے گھٹنے، کسی کے سینے، اور کسی کے داڑھ تک پہنچ جائے گی، جب ان پر حکم الہی کا نفاذ ہو جائے گا تو وہ پھر ایک بار آواز لگائیں گے: اے حنان و منان اور اے ذوالجلال والا کرام! تیرے سوا کوئی معبود نہیں۔

اب اللہ تعالیٰ جبریل سے کہے گا کہ جاؤ اور نبی مکرم کو جا کر بتادو کہ آپ کے گنہ گار امتی عذاب میں گرفتار ہیں۔ حضرت جبریل جب آ کر خبر دیں گے تو آقا علیہ السلام سنتے ہی سجدے میں گر جائیں گے۔ اب اللہ تعالیٰ فرمائے گا: اے احمد! اپنے

سر کو اٹھائیے، اور لب شفاعت کھولیے، آپ کی شفاعت قبول کی جائے گی تو آپ فرمائیں گے: میرے سیہ کارانِ امت پر تیرے (عذاب کا) حکم نافذ ہو چکا ہے، میں تجھ سے انہی کی شفاعت کا طلب گار ہوں۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا: میں نے ان کے حق میں آپ کی شفاعت قبول کی۔

اب حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مالک کے پاس آ کر پوچھیں گے: اے مالک! میرے گنہ گارانِ امت کس حال میں ہیں؟ عرض کرے گا: بہت ہی برے حال میں۔ چنانچہ آپ اسے دروازہ کھولنے کو کہیں گے، وہ کھول دے گا۔ جیسے ہی ان کی نظریں نبی رحمت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر پڑیں گی، وہ بیک آواز ہو کر چیخ پڑیں گے: یا سیدنا یا رسول اللہ! آتش جہنم نے چمڑوں سمیت ہمارے جگر تک جلا ڈالے ہیں، تو وہ اس کے اندر سے سیاہ کونکے کی طرح باہر نکلیں گے، پھر انھیں دروازہ بہشت پر واقع ایک نہر کے پاس لے جایا جائے گا جہاں وہ غسل کریں گے، جب اس سے نکلیں گے تو ان کے چہرے چودھویں کے چاند کی مانند چمک رہے ہوں گے اور ان کی پیشانیوں پر تحریر ہوگا کہ یہ لوگ، جہنم سے اللہ کے آزاد کردہ ہیں۔ کہا جاتا ہے کہ یہی وہ وقت ہوگا جب کفار بے تابا بہ بول اٹھیں گے: کاش ہم بھی گنہ گار مسلمانوں میں سے ہوتے!۔

اہل ایمان جنت میں کس طرح جائیں گے!

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں:

فَإِذَا انْتَهَوْا إِلَى بَابِ الْجَنَّةِ، إِذَا هُمْ بِشَجَرَةٍ مِنْ تَحْتِهَا عَيْنَانِ، فَيَشْرَبُونَ مِنْ أَحَدِهِمَا فَلَا يَبْقَى فِي بَطُونِهِمْ شَيْءٌ وَلَا قَدْرٌ إِلَّا خَرَجَ، وَيَغْتَسِلُونَ مِنَ الْآخِرَى، فَلَا يَبْقَى شَيْءٌ مِمَّا يَكْرَهُونَ، ثُمَّ يُقَالُ: (سَلَامٌ عَلَيْكُمْ طِبْتُمْ فَأَدْخُلُوهَا خَالِدِينَ) (سورة زمر:

ثم يؤتون بحلل من الياقوت مكللة بالدر و الجواهر، فيلبس كل واحد منهم حلتين، لو أن حلة أشرفت لأهل الأرض لذهلوا عن عقولهم .

ثم يأمر الله بإذهابهم إلى قصورهم، فإذا دخلوها استقبلتهم الحور العين، كل حوراء عليها سبعون حلة، كل حلة لا تشبه الأخرى، ينظر إلى منحها من داخل فمها، و إلى كبدها من تحت صدرها .

یعنی جب اہل ایمان دروازہ بہشت کے پاس پہنچیں گے، تو وہاں ایک درخت ہوگا جس کے نیچے دو چشمے رواں ہوں گے، جب ان میں ایک سے پئیں گے تو ان کے شکم میں جو کچھ بھی پلیدی وغیرہ ہوگی باہر نکل آئے گی، اور دوسرے میں نہائیں گے تو ان کی جملہ ناپسند چیزیں زائل ہو جائیں گی۔ پھر ان سے کہا جائے گا: ”تم پر سلام ہو، تم خوش و خرم رہو سو ہمیشہ رہنے کے لیے اس میں داخل ہو جاؤ۔“

پھر انھیں موتی و جواہرات جڑے یاقوت کے جوڑے عطا کیے جائیں گے، ان میں سے ہر ایک دو دو جوڑے پہنے گا، اگر وہ جوڑے زمین والوں کو دکھا دیا جائے تو ان کے اوسان خطا کر جائیں گے۔

پھر اللہ تعالیٰ فرشتوں کو حکم دے گا کہ انھیں ان کے مخلوں میں لے جاؤ۔ جب یہ محل میں داخل ہوں گے تو حورِ عین آگے بڑھ کر انھیں خوش آمدید کہیں گی۔ ہر حور نے گونا گوں قسم کے ستر ستریشمی جوڑے زیب تن کر رکھے ہوں گے، (اور لطافت و نظافت کا یہ عالم ہوگا کہ) اُن کے اندرونِ منہ سے ان کے دماغ کا، اور جگر سے سینے کے نیچے کا سارا جمال جہاں آرا صاف آشکارا ہوگا۔

حضرت کعب احبار رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں :

خلق الله تعالى آدم، و كتب بیده، و غرس الجنة بیده، ثم قال

لہا تکلمی، فقالت: (قَدْ أَفْلَحَ الْمُؤْمِنُونَ).

یعنی اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو مرحلہ تخلیق سے گزارنے کے بعد ان کے ہاتھوں سے لکھوایا، ان سے جنت کے پودے لگوائے، پھر ان سے کہا بولو تو یوں گویا ہوا: ”اہل ایمان کامیاب ہو گئے“

حضرت سعید بن مسیب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

ليس أحد في الجنة إلا وفي يده ثلاثة أسورة، واحد من ذهب،
والثانية من فضة و الثالثة من لؤلؤ.

یعنی جنت میں ایسا کوئی شخص نہیں ہوگا جس نے کہ تین کنگن نہ پہن رکھے ہوں، ان میں سے ایک تو سونے کا، دوسرا چاندی کا اور تیسرا موتی کا۔
ارشادِ خداوندی ہے:

(وَلِبَاسُهُمْ فِيهَا حَرِيرٌ) (سورہ حج: ۲۲/۲۳)

یعنی اور وہاں ان کا لباس ریشم ہوگا۔

اس کی تفسیر یوں بیان کی جاتی ہے کہ (جنت کے اندر) کا شانہ مومن میں انمول قسم کی موتیاں بکھری پڑی ہوں گی، اور گھر کے آنگن میں ایک ایسا درخت ہوگا جس سے ریشمی جوڑے اُگیں گے۔ اور ایک ادنیٰ جنتی کی تحویل میں کوئی ہزار حوریں ہوں گی۔

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

الطير في الجنة كالبحر.

یعنی جنت کے پرندے خراسانی اونٹوں کی مانند ہوں گے۔

فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

(وَمَسَاكِنَ طَيِّبَةً فِي جَنَّاتِ عَدْنٍ) (سورہ توبہ: ۷۲/۹)

ترجمہ: اور ایسے پاکیزہ مکانات کا بھی (وعدہ فرمایا ہے) جو جنت کے خاص

مقام پر سدا بہار باغات میں ہیں۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں :

في الجنة قصر من لؤلؤ طوله فرسخ، و عرضه فرسخ، و في
الجنة ما لا رأت عين، و لا أذن سمعت، و لا خطر على قلب
بشر، و إذا اشتهى أن يأكل من ثمر شجرة، فتأتي إليه فيأكل
منها، ثم ترجع مكانها، هذا كله للمتقين الذين يجتنبون شرب
الخمر و الفواحش .

یعنی جنت میں موتیوں کے بنے محلات ہوں گے جن کی لمبائی ایک فرسخ (قریباً
آٹھ کلومیٹر)، اور یوں ہی چوڑائی بھی ایک فرسخ ہوگی۔ اور جنت میں وہ کچھ ہوگا
جسے نہ تو کسی آنکھ نے کبھی دیکھا ہوگا، نہ کسی کان نے کبھی سنا ہوگا، اور نہ ہی کبھی کسی
انسان کے دل پر اس کا خیال گزرا ہوگا۔ اور جب اسے جنت کے پھلوں سے کچھ
کھانے کی خواہش ہوگی تو درخت خود ہی چل کر اس کے پاس آجائیں گے، جب
وہ کھالے گا تو وہ درخت پھر اپنی جگہ پلٹ کر چلا جائے گا۔ یہ سب کچھ ان نیکوکاروں
اور پرہیزگاروں کے لیے ہوگا جن کا دامن بے حیائیوں اور شراب نوشی کی نحوست
سے آلودہ نہ ہوا ہوگا۔

حضرت حسن بصری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں :

إذا شرب العبد الخمر مرة إسود قلبه، و إذا شربه مرة ثانية
تبرأت منه الحفظة و إذا شربه مرة ثالثة تبرأ منه الجبار .

یعنی جب کوئی شخص پہلی بار شراب پیتا ہے تو اس کا دل سیاہ ہو جاتا ہے۔ دوسری
بار پیتا ہے تو اس کی نگہبانی کرنے والے فرشتے اس سے روٹھ کر چلے جاتے ہیں اور
جب تیسری بار پی لیتا ہے تو خود اللہ سبحانہ و تعالیٰ اس سے اپنی براءت کا اعلان
کر دیتا ہے۔

حضرت ابن مبارک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں :

لقد أمهلكم كأنه أهملكم، و سر كأنه غفر .

یعنی اللہ تعالیٰ نے تمہیں اتنی مہلت دے دی گویا (تم سمجھنے لگے کہ) اس نے تمہیں بالکل چھوڑ ہی دیا ہے۔ اور اس نے ایسی خاموشی اپنالی جس سے تم سمجھنے لگے کہ جیسے کہ اس نے تمہیں بالکل معاف ہی دیا ہے۔

گناہ کیسے ڈھلتے ہیں اور جنت کیسے ملتی ہے!

مصطفیٰ جانِ رحمت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا :

إن الله يبسط يده التوبة لمسيء النهار إلى غروب الشمس، و لمسيء الليل إلى طلوع الفجر .

یعنی اللہ تبارک و تعالیٰ دن کے اُجالے میں گناہ کرنے والے کی توبہ کو غروب آفتاب تک، اور رات کی تاریکیوں میں مرتکب گناہ ہونے والے کی توبہ کو طلوع فجر تک ڈھیل دے رہتا ہے۔

بیان کیا جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت داؤد علیہ السلام کی طرف وحی بھیجی :

يا داؤد، بشر الخائفين، و حذر الصديقين، فقال: داؤد، و كيف ذلك؟ فقال الله تعالى: يا داؤد، قل للخائفين أن لا تقنطوا و قل للصديقين لا تعجبوا .

یعنی اے داؤد! خوفِ خدا سے معمور سینوں کو بشارت سنا دو، اور اربابِ صدق و صفا کو تنبیہ کر دو۔ حضرت داؤد پوچھتے ہیں: مولا! یہ کیسے ہوگا؟ تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اے داؤد! خوفِ خدا سے سہے سہے رہنے والوں سے کہہ دو کہ (اللہ کی رحمت سے) نا اُمید مت ہونا۔ اور اہل صدق و صفا سے کہہ دو کہ (اپنی نیکیوں پر) اترانے مت لگنا۔

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا :

من أصبح باراً راضياً لوالديه أصبح له بابان مفتوحان إلى الجنة، و من أصبح مسخطاً لوالديه أصبح له بابان مفتوحان إلى النار .

یعنی جو خوش نصیب اپنے والدین کی اطاعت و رضا میں صبح کرے، تو جنت تک پہنچانے والے دو دروازے اس کے لیے وا ہو جاتے ہیں۔ اور جو بد بخت اس حال میں صبح کرے کہ اس کے والدین اس سے ناراض ہوں تو جہنم تک لے جانے والے دو دروازے اس کے لیے کھل جاتے ہیں۔

حضور رحمت عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان عالیشان ہے :

يتعلق الفقير بجاره الغني يوم القيامة، فيقول: يا رب، سل هذا الغني لم منعني معروفه سد عني بابہ .

یعنی بروز قیامت غریب آدمی اپنے دولت مند پڑوسی کے گلے کا ہار بن کر لٹک جائے گا اور عرض کرے گا: اے پروردگار! اس مالدار سے پوچھ کہ اس نے مجھ پر اپنی دولت کا دروازہ بند کر کے اپنے اوپر نیکیوں کا دروازہ کیوں بند کر لیا تھا۔

حضرت فضیل رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں :

کم من فضيحة في القيامة، يا له من يوم ليس كالأيام .

یعنی بازار قیامت میں کتنی رسوائیوں کا سامنا ہوگا۔ ہاے اس دن کیا ہوگا جو دن کہ عام دنوں کا سا بھی نہ ہوگا۔

اللہ سبحانہ و تعالیٰ کا ارشاد ہے :

(وَإِنْ تَدْعُ مُثْقَلَةٌ إِلَىٰ حِمْلِهَا لَا يُحْمَلُ مِنْهُ شَيْءٌ وَ لَوْ كَانَ ذَا

قُرْبَىٰ) (سورۃ فاطر: ۱۸/۳۵)

ترجمہ: اور کوئی بوجھ میں دبا ہوا (دوسرے کو) اپنا بوجھ بٹانے کے لیے بلائے گا تو اس سے کچھ بھی بوجھ نہ اٹھایا جاسکے گا خواہ قریبی رشتہ دار ہی ہو۔

(اس کی تفسیر میں بیان کیا جاتا ہے کہ) وہ ماں ہوگی جو بیٹے کو اپنی طرف آتا ہوا دیکھ کر بے قراری کے عالم میں پکار اُٹھے گی کہ اے بیٹے! کیا کبھی میرا پیٹ تیری جائے پناہ نہ تھا؟ عرض کرے گا: امی جان! (آپ کی بات بجا ہے) لیکن مجھے آج خود اپنی جان کی پڑی ہے۔

حضرت حبیبِ عجمی اپنی دعا میں کہا کرتے تھے :

إلهي، في الدنيا هموم و غموم، و في الآخرة الحساب و العقاب .

یعنی اے پروردگار! دنیا میں اضطراب و غم اور آخرت میں حساب و عقاب (کے جھمیلوں سے ہمیں اپنی پناہ میں رکھ)

بزبانِ شعر :

جسمي علما مبرد ليس يقوى ☆ و لا على النار و الحرارة

و كيف على سعير ☆ و قودها الناس و الحجارة

یعنی میرا جسم یقینی طور پر بہت ہی نازک ہے اس میں نام کو بھی طاقت و قوت نہیں، گرمی و آگ کو وہ کبھی برداشت نہیں کر سکتا۔

پھر وہ اس آتشِ جہنم کو کیسے برداشت کر سکے گا جس کا ایندھن کہ انسان اور پتھر

ہیں۔

جہنمیوں کے احوال

ارشادِ بانی ہے :

(لَيْسَ لَهُمْ طَعَامٌ إِلَّا مِنْ ضَرِيْعٍ لَا يُسْمِنُ وَلَا يُغْنِي مِنْ جُوعٍ)
(سورہ غاشیہ: ۷، ۶، ۸۸)

ترجمہ: ان کے لیے خاردار خشک زہریلی جھاڑیوں کے سوا کچھ کھانا نہ ہوگا۔
(یہ کھانا) نہ فربہ کرے گا اور نہ بھوک ہی دور کرے گا۔

- اللہ سبحانہ و تعالیٰ اس سے ہمیں اپنی پناہ میں رکھے۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہے :

(وَهُمْ فِيهَا كَالْحِوْنِ) (سورہ المؤمنون: ۱۰۴، ۲۳)

ترجمہ: اور وہ اس میں دانت نکلے بگڑے ہوئے منہ کے ساتھ پڑے ہوں گے۔

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا :

الشفة العالية ساقطة على السفلى .

یعنی ان کا بالائی ہونٹ نچلے پر گرا ہوا ہوگا۔

ارشادِ خداوندی ہے :

(زِدْنَاهُمْ عَذَابًا فَوْقَ الْعَذَابِ) (سورہ نحل: ۸۸، ۱۶)

ترجمہ: ہم ان کے عذاب پر عذاب کا اضافہ کریں گے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: اس سے مراد یہ ہے کہ ہم ایسے
بچھوؤں کو ان پر مسلط کر دیں گے کہ جن کے کان لمبے کھجور کے درخت کی مانند ہوں
گے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :

(إِنَّ لَدَيْنَا أَنْكَالًا) (سورہ مزمل: ۱۲، ۷۳)

ترجمہ: بے شک ہمارے پاس بھاری بیڑیاں ہیں۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ اس سے مراد ایسی بیڑیاں ہیں جو کبھی ٹوٹنے کا نام تک نہ لیں گی۔

بزبانِ شعر۔

حطب النار شباب ☆ و شیوخ و کھول

و نساء عاصیات ☆ طال منهم العویل

یعنی جوان ادھیڑ بوڑھے سبھی آتشِ جہنم کے لیے لکڑی کا کام دیں گے، یوں ہی گنہ گار عورتیں بھی۔ اور یہ سب کے سب اس کے اندر مدتوں چبھیں اور چلائیں گے۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہے :

(يَوْمَ تُبَدَّلُ الْأَرْضُ غَيْرَ الْأَرْضِ وَالسَّمَوَاتُ) (سورۃ ابراہیم:

۲۸/۱۴)

ترجمہ: جس دن (یہ) زمین دوسری زمین سے بدل دی جائے گی اور جملہ آسمان بھی بدل دیے جائیں گے۔

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت جبریل علیہ السلام سے پوچھا :

کیف یکون الناس فی ذلک الیوم؟ قال: یکونون علی أرض بیضاء لم یعمل علیہا دنس، فإذا زفرت جہنم و فارت، تعلقت الملائکة بالعرش، و کل ملک ینادی: نفسی لا أملك غیرها، و تكون الجبال کالعھن المنفوش من حرق جہنم، ثم تنقاد جہنم یوم القیامة بسبعین ألف زمام، علی کل زمام سبعون ألف ملک، حتی تقف بین یدی اللہ عزوجل، فیقول لها جل جلالہ: تکلمی، فتقول: لا إله إلا اللہ، و عزتک لأنتقمن الیوم ممن أکل رزقک و عبد غیرک.

فَسَمِّعْ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي أَلْهِمَ أُمَّتِي

الشَّهَادَةَ

یعنی اس دن لوگوں کا کیا حال ہوگا؟ کہا: ایک بے غبار صاف و سفید زمین پر ہوں گے۔ اور جب جہنم دہکائی جاتی ہے اور پورے طور پر لہک اٹھتی ہے تو فرشتے عرش سے پتک جاتے ہیں اور ہر فرشتہ پکار اٹھتا ہے: آج مجھے صرف اپنی پڑی ہے کسی اور کے لیے میں کچھ نہیں کر سکتا۔ اور تپش جہنم کی وجہ سے پہاڑ رنگ برنگ دھنکے ہوئے اون کی طرح ہو جاتے ہیں۔ پھر جہنم قیامت کے دن ستر ہزار ہزار لگاموں سے جمنے کرے گی اور ہر لگام پر ستر ہزار فرشتے ہوں گے، حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ کے سامنے آکر وہ رک جائے گی۔ اللہ جل مجدہ اس سے فرمائے گا: بول۔ تو وہ یوں گویا ہوگی: اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں۔ مولا تیری عزت کی قسم! آج میں صرف اسی سے انتقام لوں گی: جو رزق تو تیرا کھاتا تھا مگر پرستش کسی اور کی کرتا تھا۔

مضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تمام تعریفیں اللہ جل مجدہ کے لیے ہیں جس نے میری امت کو کلمہ شہادت عطا فرمایا۔

بیان کیا جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت داؤد علیہ السلام کی طرف وحی بھیجی :

يا داؤد، أتدري أي المومنين أحب إلى الله و أطول حياة؟ هو من إذا قال لا إله إلا الله أقشعر جلدہ .

یعنی اے داؤد! تجھے پتا ہے کہ کون سا مومن اللہ کی نگاہ میں زیادہ محبوب ہے اور عمر دراز پاتا ہے۔ فرمایا: (صحیح معنوں میں مومن) وہ ہے کہ جب لا الہ الا اللہ کہے تو اس کے رونگٹے کھڑے ہو جائیں۔

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا :

إن كلمة لا إله إلا الله من قالها مخلصاً حجبه عن المعاصي .

یعنی جس نے بھی اخلاص قلب کے ساتھ کلمہ لا الہ الا اللہ کو پڑھ لیا تو وہ اس

کے لیے گناہوں سے آڑ بن جائے گا۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ بنی اسرائیل کے ایک پادری نے اپنے گرجا گھر کے اندر عرصہ دراز تک انفرادی زندگی گزاری۔ صرف بادشاہ وقت روزانہ صبح و شام اس کی زیارت کو آیا کرتا تھا۔ اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے اپنے فضل و کرم کے دروازے اس پر وا فرمادئے تھے اور وہ اس کے اندر من چاہی چیزیں کھایا کرتا تھا، جب پیاس کا احساس ہوتا اپنے ہاتھ دراز کرتا وہ پانی سے تر ہو جاتے جس سے وہ اپنی تشنگی بھجھایا کرتا تھا۔

ایک بار ایسا ہوا کہ حسن و جمال میں نہائی ہوئی کوئی دوشیزہ اس کے پاس آئی اور باہر سے آواز دیتی ہے: یاسیدی! میں آپ کو معبود کا واسطہ دے کر کہتی ہوں کہ مجھے اپنے پاس رات گزارنے کی مہلت دے دیجیے ورنہ میری جان خطرے میں ہے۔ گھر بھی نہیں جاسکتی کہ یہاں سے کافی دور ہے۔ اس کی مجبوری سن کر پادری نے کہا: ٹھیک ہے، اوپر چڑھ آؤ۔

جب وہ پادری کے پاس پہنچی، تو اپنے سارے کپڑے اتار کر بالکل ننگی ہو گئی۔ پادری نے اس کی یہ حرکت دیکھ کر اپنا چہرہ موندتے ہوئے کہا: تیرا خانہ خراب! تو ننگی کیوں ہو گئی؟

عرض کیا: قسم بخدا! آج کی رات میں آپ سے اپنی جوانی کی پیاس بھجانا چاہتی ہوں۔

پادری نے اس کی بکو اس سن کر جی میں سوچا کہ اسے کیا ہو گیا ہے؟ پھر اس سے کہا: کچھ تو اللہ کا خوف کر، اور آخرت کے عذاب سے ڈر۔ مجھے تم پر اس آتش جہنم کا سوچ کر بہت ترس آرہا ہے کہ جس کو کوئی بھجھ نہیں سکتا، اور اس کے عذاب کو کوئی ٹال نہیں سکتا، پھر اللہ کا جو غضب ہم پر ہو گا وہ اس پر مستزاد ہے، اور (اتنا جان لو کہ) ایسا کرنے

کے بعد وہ ہم سے پھر کبھی راضی نہ ہوگا۔

کچھ ہی دیر ہوئی تھی کہ اب پادری کا نفس خود اسے بدکاری پر اُکسانے لگا، پادری کہتا ہے: اے میرے نفس! ٹھیک ہے میں تجھے امتحاناً معمولی سی آگ میں ڈالتا ہوں اگر تم نے برداشت کر لیا تو تمہیں اس عورت سے فائدہ اُٹھانے کی اجازت دے دوں گا۔ پھر وہ اُٹھا، چراغ میں تیل ڈالا، بتی کو موٹی کر دیا۔ عورت یہ سارا ماجرا دیکھ رہی تھی۔ پھر پادری نے اپنی انگلی چراغ میں ڈال دی، کسی آسمانی فرشتے نے آواز دی، ہاں اسے یوں ہی جلنے دو، تو اس نے اپنا انگوٹھا جلا دیا پھر انگشت شہادت بھی جلا ڈالی، اس طرح رفتہ رفتہ آگ اس کے ہاتھ تک پہنچ گئی۔

اب عورت سے رہا نہ گیا اور وہ چیخ اُٹھی، اور اس کی روح بھی پرواز کر گئی۔ اب پادری نے اسے اس کے کپڑوں سے ڈھانپ دیا، اور خود شکر مولا ادا کرنے کے لیے مصلیٰ پر کھڑا ہو گیا، جب سپیدہ سحر نمودار ہوا تو گر جا گھر کے دروازہ پر کھڑے ہو کر ابلیس لعین شہر والوں سے چیخ چیخ کر کہنے لگا کہ (آؤ یہاں آ کر دیکھو کہ پادری نے کیا گل کھلا رکھا ہے کہ) اُس نے فلاں عورت سے پہلے تو زنا کیا اور پھر اسے موت کے گھاٹ اُتار دیا جس کی نعش تاہنوز اس کے پاس مردہ پڑی ہے۔

بادشاہ ایک شاہی دستے کے ساتھ گر جا گھر کے سامنے آیا اور پادری سے گرجتے ہوئے پوچھا کہ فلاں عورت کہاں ہے؟ کہا: میرے پاس ہے۔ کہا: اس سے کہو چل کر نیچے آئے۔ کہا: وہ مری پڑی ہے۔ بادشاہ نے کہا: حیف ہے کہ پہلے تو تم نے اس کے ساتھ زنا کیا اور پھر اسے جان سے ہی مار ڈالا۔

شہر والوں نے گر جا کو ڈھا کر زمیں بوس کر دیا۔ پھر اس پادری کو جائے سزا پر لے کر پہنچے۔ اور اس وقت کا دستور سزا یہ تھا کہ زانی کو اس کی آستین سے باندھنے کے بعد اسے آرے سے چیر کر دو ٹکڑے کر دیا جاتا تھا۔

پادری نے ان سے معاملے کی نوعیت کو بتایا بھی نہیں اور نہ وہ خود ہی قصے کی حقیقت کو سمجھ سکے تھے؛ لہذا آ رہے کو اس کے سر کے اوپر رکھ کر چلا دیا گیا جب وہ گردن تک پہنچا تو پادری سے آہ کی آواز نکلی، اللہ تعالیٰ نے فوراً حضرت جبرئیل کو بھیجا کہ جا کر اس سے کہہ دو: اگر اس نے دوبارہ آہ کی تو ہم اس آسمان کو ڈھادیں گے اور اہل زمین کو خس و خاشاک کر ڈالیں گے۔ تم بس قدرت الہیہ کا نظارہ کرتے رہو۔

حضرت ابن عباس فرماتے ہیں: پھر کیا ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے اس عورت کی روح لوٹا دی، وہ اٹھ کھڑی ہوئی، اور کہا کہ یہ پادری مظلوم ہے، اس نے نہ تو میرے ساتھ زنا کیا اور نہ ہی میرے قتل کا مرتکب ہوا۔ پھر اس نے سارا قصہ سنا دیا اور پادری نے اپنے نفس کو سزا دینے کے لیے کیا کچھ کیا وہ بھی بیان کر دیا۔ لہذا لوگوں نے جب اس کا ہاتھ نکال کر دیکھا تو وہ واقعی جلا ہوا تھا۔

لوگ معذرت خواہانہ انداز میں بول پڑے: اگر ہمیں حقیقت حال پہلے ہی معلوم ہو گئی ہوتی تو ہم کبھی ایسا نہ کرتے۔ یہ سن کر پادری کی روح قفسِ عنصری سے پرواز کر گئی اور وہ عورت بھی گر کر وہیں مر گئی۔ پھر ان کے لیے قبریں کھودی گئیں اور انھیں دفن کر دیا گیا۔ اچانک ہاتفِ غیبی سے ایک آواز سنی گئی:

إِنَّ اللَّهَ تَعَالَى قَدْ نَصَبَ لَهَا مَنبِرًا تَحْتَ الْعَرْشِ وَ أَشْهَدُ
مَلَائِكَتَهُ أَنِي قَدْ زَوَّجْتَهُ الْفَا مَنِ الْحَرَوِ الْعَيْنِ، وَ هَكَذَا أَفْعَلُ بِأَهْلِ
الْمِرَاقِبَةِ .

یعنی بے شک اللہ تعالیٰ نے عرشِ تلیٰ ان کے لیے منبر نصب کرایا اور ملائکہ کے جھرمٹ میں ایک ہزار حورِ عین سے اس کی شادی رچا دی۔ اور اللہ تعالیٰ اہل کشت و مراقبہ کے ساتھ یوں ہی فضل و کرم کا معاملہ فرماتا ہے۔

حضرت مالک بن دینار رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: بنی اسرائیل کے اندر ایک عابد زاہد تھا۔ ایک بار ایسا ہوا کہ کسی عورت نے بچہ جنا اور اسے اس عابد کی طرف منسوب

کر دیا۔ جب عابد نے پوچھا: یہ کہاں سے آیا؟ بولی: آپ سے۔

چنانچہ عابد نے بچے کو لیا اور سارے عبادت گزاران بنی اسرائیل کے پاس چکر لگا کر کہا: اے میرے دوستو! جو کچھ آج میرے ساتھ ہوا میں تمہیں اس سے بچنے کی تلقین کرتا ہوں۔ یہ میری اپنی ہی خطا ہے جسے اپنے کندھے لے کر میں مارا مارا پھر رہا ہوں؛ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اس کی محض اس حرکت کی وجہ سے اس کو بخش دیا۔

روایتوں میں آتا ہے کہ کسی عورت کے بچہ جننے کا وقت جب قریب آیا تو اللہ تعالیٰ نے اس کے پاس دو فرشتے بھیجے تاکہ بچے کو باسانی شکم سے نکالا جاسکے، اب ایک فرشتہ اس کے دائیں سمت کھڑا ہوا اور دوسرا اس کے بائیں سمت۔ جب داہنا فرشتہ نکالنے کے لیے آگے بڑھتا تو وہ بائیں کی طرف ڈھلک کر چلا جاتا اور جب بائیں فرشتہ نکالنے کے لیے آگے بڑھتا تو وہ دائیں کی طرف ہٹ جاتا، اتنے میں وہ عورت شدت درد سے پھٹ پڑی، اور فرشتے ڈر سے گئے۔ اور اللہ سبحانہ و تعالیٰ کی بارگاہ میں حاضر ہو کر عرض کرنے لگے:

یا ربنا ما قدرنا، قال: فعند ذلک یتجلی اللہ تبارک و تعالیٰ،
و یقول: عبدي، من أنا؟ فیقول له: أنت اللہ و یسجد فعند ذلک
یخرج فی سجودہ علی رأسہ .

یعنی اے ہمارے پروردگار! ہم سے تو یہ کام نہ ہو سکا۔ کہا جاتا ہے کہ پھر ایسے نازک وقت میں اللہ تعالیٰ نے اپنی خاص تجلی فرمائی اور پوچھا: میرے بندے! بتا میں کون ہوں؟ تو اس نے کہا: تو اللہ ہے اور پھر وہ سجدے میں گر پڑا؛ لہذا بائیں طور وہ سجدے کی حالت میں اپنے سر کے بل (ماں کے پیٹ سے باہر) نکل آیا۔

روایتوں میں یہ بھی آتا ہے کہ اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے اپنے ہر بندے کے ساتھ دو فرشتے مقرر کر دیے ہیں جو اس کے اعمال کا ریکارڈ کرتے رہتے ہیں۔ جب وہ مرتا ہے تو اس کے اوپر متعین فرشتے عرض کرتے ہیں: مولا! تجھے پتا ہے کہ یہ بندہ اب مر چکا ہے لہذا

پھر ہمیں آسمانوں میں جا کر تسبیح و تقدیس کرنے کا اذن عطا فرما۔ یہ سن کر اللہ عزوجل فرمائے گا: پورنی سماوی کائنات فرشتوں سے بھری ہوئی ہے۔ وہ عرض کرتے ہیں: مولا! پھر ہم کہاں جائیں؟ تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

اذہبا الی قبر عبدي، قدساني و سبحاني و احمداني و کبراني
و عظماني، و اکتبا ذلک لعبدي الی یوم القيامة .

یعنی ایسا کرو کہ تم میرے اس بندے کی قبر پر چلے جاؤ اور وہیں بیٹھ کر میری تسبیح و تقدیس کے گن گایا کرو، میری حمد و ثنا کی آوازیں بلند کیا کرو اور میری عظمت و کبریائی کے نغمے الاپا کرو، اور پھر اس کا ثواب صبح قیامت تک کے لیے میرے اس بندے کے نام کرتے رہنا۔

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

یا امر اللہ الحافظین أن ارفقا بعبدي في كل سنة، حتی إذا بلغ
الأربعین، قال: احفظا و خففا .

یعنی اللہ سبحانہ و تعالیٰ نگہبان فرشتوں کو حکم دیتا ہے کہ ہر سال میرے بندے کے ساتھ نرمی و ملاحظت کا برتاؤ کیا کرو۔ پھر جب وہ چالیس برس کا ہو جائے، پھر اس کے ساتھ خاص نگرانی و تخفیف کا معاملہ کرو۔

حضرت ابوسنان رضی اللہ عنہ کہا کرتے تھیکہ اب میری عمر کافی زیادہ ہو چکی ہے، ہڈیاں بھی کمزور ہو چکی ہیں، اور خصوصی حفاظت کے دستے مجھ پر اتر چکے ہیں۔ اتنا کہہ کر وہ خوب روتے حتیٰ کہ آپ پر بے ہوشی طاری ہو جاتی۔

حضرت ابو عبیدہ الخواص رضی اللہ عنہ اپنی مناجات میں فرمایا کرتے تھے:

قد کبر سني، و ضعف جسمي، و وهن العظم مني فاعتقني، و
أنشد يقول:

طال اشتیاقی و طال فی الرجاء فکری

و اللیل ماض و لم یقض بہ و طری

اللہ أعلم انی لا أحب بقا

فی هذا الدار فانقلنی الی حضری

یعنی پیری عمر بہت زیادہ ہو چکی ہے، جسم ناتوانی کا شکار ہے، اور ہڈیاں بالکل کمزور ہو چکی ہیں، لہذا (اے اللہ!) میری گردن کو آتش جہنم سے آزاد کر دے۔ پھر یہ اشعار پڑھنا شروع کر دیتے :

یعنی شوقِ ملاقات کی گھڑیاں طویل ہوتی جا رہی ہیں اور رجاء و امید کے تعلق سے میری سوچ کا دائرہ بھی دراز تر ہوتا چلا جا رہا ہے، رات بھی بیت گئی، مگر ابھی تک مجھے میرا مطلوب ہاتھ آتا دکھائی نہیں دیتا۔

اللہ خوب جانتا ہے کہ میرے دل کے کسی کونے میں اس دنیا کے اندر جینے کی کوئی خواہش و تمنا باقی نہیں رہی ہے؛ لہذا اے پروردگار! مجھے اپنے حضور آنے کا کوئی وسیلہ پیدا فرما دے۔

حضرت احمد بن حرب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں :

عجبت لمن يعلم أن الجنة تزين فوقه، و النار تضرم تحته،

کیف ینام بینہما .

• یعنی مجھے اس شخص پر سخت حیرت ہوتی ہے جسے پتا ہے کہ جنت اس کے اوپر آراستہ و پیراستہ ہے، اور جہنم اس کے نیچے دہک رہی ہے۔ پھر آخر اسے ان دونوں کے بیچ میں نیند کیسے آتی ہے!۔

بزبانِ شعر ۔

یا کثیر الرقاد و الغفلات ☆ کثرة النوم تورث الحسرات

إن في القبر إذ نزلت إليه ☆ لرقاداً يطول بعد الممات
 أمنت الثبات من ملك الموت..... ت أم أنادي مناد بالبينات
 یعنی اے غفلت و بے خبری کی نیند کے مزے لینے والے! تجھے معلوم ہونا چاہیے
 کہ زیادہ سونے سے حسرت و افسوس کے سوا کچھ نہیں ہاتھ لگتا۔
 پس مرگ جب تمہیں قبر کے اندر اتار دیا جائے گا اس وقت تم جتنی لمبی نیند
 چاہے کر لینا۔

کیا ملک الموت (کے آنے کی کیفیت و دہشت اور روح نکلنے کی تکلیف وغیرہ
 سے) تم نڈر اور مطمئن ہو گئے ہو، یا کسی ہاتھ غیبی نے کھلے طور پر تمہیں (مغفرت و
 بخشش) کا مژدہ سنا دیا ہے!۔

اہل ایمان کی روحوں کی باہمی ملاقات

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا :

إن أرواحكم تعرض على موتاكم، فإذا مات الميت استقبلوه
 كما تستقبل البشارة بالجنة، ثم يقولون دعوه حتى يسكن
 روعه، فإنه كان في كرب و غم، ثم يسألونه عن الرجل فإذا كان
 خيراً حمدوا الله تعالى و استبشروا له، و إذا قالوا عن إنسان
 مات قبله، قال: إنه مات قبلي، فما مر بكم؟ فقولون: و الله ما مر
 بنا، و ذهب إلى أمه الهاوية، إنا لله و إنا إليه راجعون .

یعنی تمہاری روحوں تمہارے مردوں پر پیش کی جاتی رہتی ہیں۔ پھر جب کوئی
 مرتا ہے تو روحوں اس کا ایسے ہی خیر مقدم کرتی ہیں جیسے کہ اسے جنت میں جانے کا
 مژدہ سنا دیا گیا ہو۔ پھر وہ کہتی ہیں: اسے ذرا الگ چھوڑ دو تا کہ اس کی گھبراہٹ کچھ
 سکون پذیر ہو جائے؛ کیوں کہ وہ کرب و غم سے دوچار ہو کر آ رہا ہے۔ پھر وہ اس

سے لوگوں کے احوال پوچھتی ہیں، ان کے خیر و عافیت سے ہونے کی خبر سن کر بہت خوش ہوتی ہیں اور اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء بیان کرتی ہیں۔ اور اگر وہ کسی ایسے آدمی کے بارے میں پوچھتی ہیں جو کہ اس سے پہلے ہی مر چکا تھا تو وہ کہتی ہے کہ وہ تو بہت پہلے ہی انتقال کر گیا تھا۔ تو روحوں کہتی ہیں: قسم بخدا! وہ تو ہمارے پاس نہیں آیا۔ ایسا لگتا ہے کہ وہ اپنے ٹھکانہ ”ہاویہ“ میں چلا گیا ہے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

حضور رحمت عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مزید فرمایا:

إذ مات المؤمن أتاه ملكان أسودان أزرقان، يقال لأحدهما منكر و الآخر نكير، فيقولان له: ما كنت تقول في هذا الرجل؟ فيقول: هو عبد الله، جاءنا بالبينات فأمننا به و اتبعناه، فيقولان: قد كنت تقول هكذا، فيفسح له في قبره سبعون ذراعاً.

یعنی جب کوئی بندہ مومن انتقال کرتا ہے (اور سر لحد رکھ دیا جاتا ہے) تو اس کے پاس دو سیاہ رنگت اور نیلگوں آنکھوں والے فرشتے آتے ہیں، ان میں ایک کو منکر اور دوسرے کو نکیر کہتے ہیں، وہ آکر بندے سے پوچھتے ہیں: تو اس شخص کے بارے میں کیا کہا کرتا تھا؟ تو وہ (جلوہ محمدی دیکھنے کے بعد) پکار اٹھے گا: یہ تو اللہ کے بندہ (ورسول) ہیں، ہمارے پاس اللہ کی روشن آیتیں لے کر آئے تو ہم ان پر ایمان لے آئے اور ان کی اتباع و پیروی کی۔ تو وہ کہیں گے: یقیناً تم ایسا ہی کہا کرتے تھے۔ پھر اس کے لیے اس کی قبر کو ستر گز کشادہ کر دیا جائے گا۔

حضرت عبداللہ بن عبیدرضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں ایک مریض کی مزاج پرسی کے لیے گیا اور اس سے کہا: اس وقت تمہارا کیا حال ہے؟ تو وہ مجھے مندرجہ ذیل اشعار سنانے لگا۔

خرجت من الدنيا و قامت قیامتی

غدا یثقل الأشخاص حمل جنازتی

و تضحک أهلي حول قبری و صیروا

خروجی و تعجیلی إلیه کرامتی

کأنهم لم يعرفوا قط صورتی

علیهم غدا یأتی کیومی و ساعتی

یعنی میں نے دنیائے فانی سے اپنے قدم باہر کیا نکالے کہ مجھ پر قیامت ٹوٹ پڑی۔ کل لوگوں کی گردنیں میرے جنازے کے بوجھ سے لدی ہوئی تھیں۔

میرے اہل خانہ میری قبر کے ارد گرد آ کر ہنسی کھیل کر رہے ہیں اور دنیا سے اللہ کی جانب میرے کوچ کر جانے کو میری کرامت سے تعبیر کر رہے ہیں۔

(آج ان کی بیگانگی کا یہ عالم ہے کہ) گویا وہ میری شکل و صورت سے کبھی آشنا ہی نہ تھے۔ (خیر مجھ پر جو بیت رہی ہے وہ تو بیت ہی رہی ہے) کل ان پر بھی بالکل یہی دن اور یہی گھڑی آنے والی ہے، اور یہی کچھ بتنے والی ہے۔

بالفاظِ دیگر :

إن للملوك الذي عن حظها غفلت

حتى سقاہم بكأس الموت ساقیہا

أموالنا لذوي الميراث نجمعها

و دورنا لخراب الموت بنینہا

نلہوا و نأمل آمالاً تعدلنا

سریعة الطی تطوینا و نطویہا

یعنی وہ بادشاہانِ زمانہ جن کی خدمتوں اور سرمستیوں میں گم ہو کر میں غفلت کی نذر ہو گیا تھا، آج دیکھئے کہ ساقی نے انہیں بھی موت کا جام پلا دیا ہے۔

ہماری دولت و ثروت جسے ہم بڑی محنت و عرق ریزی سے جمع کر رہے ہیں سب کی سب اہل میراث کی نذر ہو جائیں گی۔ اور ہمیں بس وہی کچھ کام آئے گا جسے ہم موت کے ویرانے کے لیے تعمیر کر رہے ہیں۔

ہم جس قدر کھیل کود میں مست ہیں، کچھ اتنی ہی ہم نے امیدیں بھی پال رکھی ہیں۔ جب کہ وقت کا تیز پہیا ہمیں لپیٹے جا رہا ہے اور ہم اسے پیٹ رہے ہیں۔

حضرت عطا سلمی رضی اللہ عنہ کا یہ معمول تھا کہ جب رات کی تاریکی پھیل جاتی تو آپ قبرستان کی طرف نکل پڑتے، اور کہتے :

یا اهل المقابر، متم فوا موتاہ، وعاینتم عملکم فوا عملاہ، ثم یقول: غدا اُعطی فی القبر، و لا یزال یبکی الی الصباح .

یعنی اے شہرِ خموشاں کے باسیو! تم تو موت کی راہ سے گزر گئے۔ پسہاے میری موت (نہ جانے وہ کیسے آئے گی)، اور تم نے اپنے کیے دھرے کو دیکھ بھی لیا۔ تو ہاے میرے اعمال (نہ معلوم ان کا کیا بنے گا)، پھر آپ فرماتے: کل مجھے بھی قبر میں ڈال کر ڈھانپ دیا جائے گا۔ پھر رونا شروع کر دیتے اور دم سحر تک

روتے رہتے۔
بزبانِ شعر

ینادی ربہ و اللیل داج ☆ الک العقبی قلنی من ذنوبی
و حقک لا اعود لکسب ذنب ☆ بحق احمد استر عیوبی
یعنی شبِ دیبجور میں وہ اپنے مولا کو مست و مگن ہو کر پکار رہا ہے، اگر تجھے بھی
حسن عاقبت درکار ہو تو گناہوں کی رفتار کم کر دے۔

تجھے تیرا واسطہ دے کر کہتا ہوں کہ اب پھر میں اکتسابِ گناہ کا اعادہ نہ کروں گا؛
لہذا احمد مختار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صدقے اور طفیل میں میرے عیوب و نقائص
کی پردہ پوشی فرمائے۔

یکے از صالحین کا قول ہے کہ میں دیوانِ تحقیق میں گھسا تو میں نے وہاں کار گزاروں
کی ایک جماعت دیکھی جن کے ہاتھوں میں نامہ ہائے اعمال پڑے تھے، معاونین کھڑے
تھے، ترازو نصب کیے جا چکے تھے، کار گزار یوں کے دیوان کھول کر پھیلا دیے گئے تھے،
اور کار گزاروں کو تحریر کرنے اور اعمال باہر نکالنے کا حکم بھی دیا جا چکا تھا، چنانچہ میں وہیں
چہرے کے بدلے ہوئے زاویے کے ساتھ کھڑا ہو کر سوچنے لگا، اتنے میں تین نفر بری،
مقصر، جان، کو حساب کے لیے پیش کیا گیا۔

جب پہلا آگے بڑھا تو اس سے پوچھا گیا: تیرے وہ اعمال کہاں ہیں جنہیں تو نے
پیشگی بھیج رکھا تھا، اور تیری وہ نیکیاں کدھر ہیں جنہیں تم سرانجام دیتے رہے تھے؟ تو وہ
نہایت عاجزی کے ساتھ عرض کرے گا: میرا حساب ترتیب وار لکھا ہوا ہے، میرا عمل
حاضر ہے، پھر اس کے اعمال پیش بصیر رکھے جائیں گے، اب عالم خیران کی جانچ کرے
گا۔ تو اس سے کہا جائے گا: مبارک باد ہو تم بہترین خدمت گزار نکلے۔ اس کے احوال و
اعمال چوں کہ نہایت ہی عمدہ تھے اس لیے لوگ اسے گہری نظروں سے دیکھیں گے؛ لہذا
اس کے اکرام و اجلال کا حکم ہو جائے گا، اسے مقبولین میں لکھ دیا جائے گا اور اسے خلعت
و اصلاں سے سرفراز کر دیا جائے گا۔

دوسرا پیش کیا گیا، جو کہ نہایت ہی مخلط و متوانی ہوگا، جب اس سے حساب ہوگا تو پتا
چلے گا کہ وہ کتنا ہی اعمال ہے، اور اسے عرصہ محشر میں حساب و کتاب میں شرمندگی اٹھانی
پڑے گی، جب اس کی جانچ شروع ہوگی، اور اس سے سختی کے ساتھ باز پرس ہوگی، اور اس
کے جوڑ جوڑ کپکپا اٹھیں گے، اور وہ 'شاید و عنقریب' کے علاوہ کچھ نہ کہہ سکے گا۔ اب وہ
خوف ورجا کے درمیان ڈگمگا رہا ہوگا، کہ اتنے میں حکم ہوگا کہ جو کچھ اس کے ہاتھ ہے وہی

ہمیں تسلیم ہے اور باقیہ کا کوئی اعتبار نہیں۔ پھر اس سے کہا جائے گا: خدا را آئندہ پھر کبھی برائیوں کی طرف نہ پلٹ کر جانا، اور حد سے بڑھنے والوں میں سے ہو کر نہ آنا، سن کر ماننے اور قبول کرنے والے بنو، کیوں کہ یہ کوئی ضروری نہیں کہ ہر وقت تمہیں کوئی سفارشی مل ہی جائے۔

پھر تیسرے کو لایا جائے گا، جو کہ سیہ کار ہوگا اور اس نے چپکلی سادھ رکھی ہوگی، تو وہ جواب دینے میں ہچکچا رہا ہوگا، کیوں کہ اس کے پاس عمل خیر اور نیکیوں کا کچھ بھی حصہ نہ ہوگا۔ تو اس سے پوچھا جائے گا: کس چیز نے تجھے کھیل کود میں مست کر کے (اپنے رب سے) دھوکہ میں ڈال رکھا تھا، تو وہ کہے گا: میرے جرم و گناہ نے حساب و کتاب کی فکر کرنے کا کبھی موقع ہی نہ دیا اور میری پوری زندگی شہوتوں اور امیدوں کی نذر ہو گئی۔

تو اس سے کہا جائے گا: تمہیں تو اس چیز کا حکم نہیں ہوا تھا (اور جس کا حکم دیا گیا تھا) اس پر تو نے عمل بھی نہیں کیا۔ اے کم ظرف! دیکھ یہ ہیں تیرے گندے اعمال۔ کیا انہیں سے تو نے نجات کی توقع باندھ رکھی تھی؟ کیا تیرے پاس کچھ ایسے اعمال ہیں جن کا تجھے بدلہ دیا جاسکے؟ وہ کہے گا: قسم بخدا! میرے پاس تو نیکیوں کا کچھ بھی ذخیرہ نہیں، اگر مجھے اپنے مستقبل کی فکر ہوتی تو آج اپنے بچاؤ کی کوئی صورت کر کے آتا۔

اب اس کے اعمال کا حساب ہوگا، اور پھر اس کی سزا کا فیصلہ سنا دیا جائے گا۔ اپنے برے کرتوت کا سوچ کر وہ خود کو اپنے دامن میں چھپانے کی کوشش کرے گا، چنانچہ اسی حال میں اسے تنگ قید خانوں میں ڈال دیا جائے گا، اور وہ اپنی حسرت و نادانی پر کی مجسم تصویر بنا رہا جائے گا۔ یہ مثال اس لیے دی گئی ہے تاکہ ارباب عقل و دانش وقت سے پہلے ہی اپنے انجام کی سوچ لیں۔

بزبان شعر۔

یا و یح قلبی ما لہ لا یلین ☆ قد أتعب القراء و الواعظین

یا نفس کم تبیتین من مرة ☆ و کم تقولین و لا تفعلین

و کم تنادی فلا تسمعی ☆ و کم تقالین فلا ترجعین

حتی متی یا نفس حتی متی ☆ یراک مولاک مع الغافلین

فاستغفری اللہ لما قد مضی ☆ ثم استحیی من خالق العالمین

یعنی اے میرے دل! تجھے کیا ہو گیا ہے کہ تو نرم نہیں ہوتا، اہل قراءت اور
اربابِ وعظ و نصیحت تجھے سمجھاتے سمجھاتے تھک چکے ہیں۔

اے نفس! کب تک تو غفلتوں کی نیند سوتا رہے گا، اور کب تک اپنے کہے کے
مطابق عمل کرنے سے کتراتا رہے گا۔

کتنی بار تجھے آوازِ اصلاح دی گئی مگر تو نے اسے ایک کان نہ سنا، اور کتنی بار تجھے
سدھرنے کو کہا گیا مگر کبھی تجھے راہِ راست پر پلٹ کر آنے کی توفیق نہ ہوئی۔

اے نفس! اب مجھے صاف صاف بتادے کہ تو کب تک (آخر بے راہ روی کی
ڈگر پر جاوہ پیار ہے گا) اور تیرا مولا تجھے کب تک غافلین کے ساتھ دیکھتا رہے گا۔

اب وہ وقت آ گیا ہے کہ تو اپنے سارے کرتوتوں سے (اللہ کی بارگاہ میں سچی
توبہ کر کے) اس کی مغفرت کا سوالی بن جا، اور پھر (آئندہ بھی گناہ کرتے وقت)
خالق و مالک پروردگارِ دو عالم سے شرم و حیا کرتا رہ۔

حضور اکرم رحمت عالم نور مجسم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشادِ مبارک ہے :

التوبة معلقة ما بین السماء و الأرض تقول من یقبلنی قبل أن
یعذب إلی أن تطلع الشمس من مغربها .

یعنی توبہ زمین و آسمان کے درمیان معلق ہو کر نہ کہتی رہتی ہے کہ عذاب سے
پہلے پہلے مجھے کون قبول کرتا ہے۔ (اور اُس کی یہ پکار اس وقت تک گردش کرتی
رہے گی) جب تک کہ سورج مغرب سے طلوع نہ ہو جائے۔

ایک پادری سے پوچھا گیا کہ اچھا یہ بتائیں کہ ہمارے دل اتنے سخت کیوں ہو گئے؟ ہر چہار سو گنا ہوں کی اتنی کثرت کیوں ہے؟؟ اور پھر ہم اپنے رب کی بارگاہ میں توبہ کے لیے کیوں نہیں جھکتے؟؟؟۔

پادری نے جواب دیا: کیوں کہ تمہارے دلوں سے آخرت کا خوف جاتا رہا..... تمہارے اعمال کی پونجی خسارے میں چلی گئی..... تم میں ظلم و زیادتی کی خو پیدا ہو گئی..... تم نے امانتیں ضائع کر دیں..... تم نے خیانتوں کو رواج عام دے دیا..... تمہارے اندر تکبر کے بھوت گھس گئے..... تم میں عہد شکنی کا چلن ارزاں ہو گیا..... تم نے نمازیں گنوائیں..... تم نے مالِ زکوٰۃ کو روکا..... تم نے غیبت و چغلی کو اپنا اوڑھنا بچھونا بنا لیا..... تم نے یتیموں کا حق مارا..... تم نے احکام کی خلاف ورزی کی..... تم نے اللہ رحمن کی نافرمانی کی..... تم نے عورتوں اور شیطانوں کی پیروی شروع کر دی..... سود خوری تمہاری شرست میں داخل ہو گئی..... جس کا تمہیں حکم ہوا تھا اسے تم نے پیٹھ پیچھے پھینک دیا..... تم فسق و فجور پر ٹوٹ پڑے..... تم نے جھوٹی گواہی دینا اپنی عادت میں شامل کر لیا..... تم نے مالداروں کے لیے تواضع و انکسار دکھایا..... اور تم نے فقرا پر اپنی بڑائی جمائی، تو نتیجے میں ہوا یہ کہ تمہارے دل سخت ہو گئے اور گناہوں کی بہتات ہو گئی۔

اب نہ تو کوئی زجر و توبیح کرنے والا واعظ و ناصح رہا، اور نہ ہی اس کی دھمکی سے کوئی ڈرنے والا رہا۔ تمہاری باتیں تو بہت میٹھی ہوتی ہیں، مگر تمہارے کام بڑے کڑوے..... تمہاری زبانیں فحش گو ہو گئیں..... اور تمہارے دل سخت و درشت ہو گئے، لہذا اب تمہارے اندر سے اللہ کا خوف و حیا بھی جاتا رہا اور نہ ہی اب اس سے توبہ کرنے کی تمہیں توفیق ہی ہوتی ہے؛ لیکن (خیال رہے) عنقریب ہی تمہیں مرنے کے بعد دوبارہ زندہ کیا جائے گا اور پھر تم سے تمہارے سارے کرتوتوں کی بابت پوچھا جائے گا۔

یکے از صالحین کا قول ہے کہ ایک بار حضرت بنان رضی اللہ عنہ کا کسی بازار سے گزر ہوا، آپ نے ایک صاحب دولت و ثروت شخص کو دیکھا کہ جس کے ارد گرد معماروں

اور کارگزاروں کا ایک ہجوم لگا ہوا ہے، اور وہ ہر شخص کو اس کا مختانہ بانٹ رہا ہے۔ چنانچہ حضرت بنان نے اپنے ہاتھ کو سارے ہاتھوں کے اوپر بڑھا کر رکھ دیا۔ یہ دیکھ کر وہ شخص بول پڑا: اس ہاتھ نے تو ہمارے لیے کچھ بھی نہیں کیا ہے۔ یہ سن کر حضرت بنان رونے لگے اور وہیں بے ہوش ہو کر گر پڑے۔ موجودین نے انھیں اٹھایا جب ہوش آیا تو آپ نے فرمایا:

إذا كان لا يأخذ إلا من عمل فمن يجود على الفقراء و
المساكين .

یعنی اگر صرف کام کرنے والے ہی پائیں گے تو پھر فقراء و مساکین پر جود و سخاوت کون کرے گا!۔

پھر آپ نے یہ اشعار پڑھے۔

نحن قوم أثقلنا ذنوب ☆ و منعنا الوقوف بين يديه

فتر كنا بين الأنام حيارى ☆ و خجلنا من القدوم عليه

یعنی ہم ایسے (کم ظرف) لوگ ہیں جنہوں نے گناہوں کا بوجھ اپنے اوپر لاد لیا، نتیجہ یہ ہوا کہ اس کے سامنے کھڑے ہونے سے بھی روک دیے گئے۔

اب ہم مخلوق کے درمیان (حیرت و حسرت کا مجسمہ بنے) مارے مارے پھر رہے ہیں، اور اس کے روبرو ہونے سے شرم و خجالت آڑے آرہی ہے۔

بیان کیا جاتا ہے کہ جب بندہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کے حضور کھڑا ہوگا تو اللہ تعالیٰ اس سے فرمائے گا:

عبدي، أما تستحي مني، أما راقبني، أرخيت الستور، و
أغلقت الأبواب، و تجرات علي، يقول العبد: بكتابك و قلت
ذلك و قولك الحق: الله لطيف بعباده، فيقول الله عز وجل:

أنا أولى أن أفعل ما أقول .

یعنی میرے بندے! کیا تمہیں (ارتکاب معاصی کے وقت) مجھ سے کچھ بھی حیا شرم نہیں آئی۔ کیا تمہارے دل میں میرے خوف کی چنگاری ذرا بھی نہیں بھڑکی۔ تم نے پردے بھی گرا دیے، دروازے بھی بند کر دیے، اور پھر مجھ پر جرات کر بیٹھے (یہ تک نہیں سوچا کہ میں تمہاری نگہبانی کر رہا ہوں)۔ بندہ عرض کرے گا: تیری کتاب کی وجہ سے، اور تو نے ہی اس میں فرمایا اور مستند ہے تیرا فرمایا ہوا: اللہ لطیف بعبادہ کہ اللہ اپنے بندوں پر بڑا لطف و کرم فرمانے والا ہے۔ یہ سن کر اللہ تعالیٰ فرمائے گا: مجھے زیادہ حق پہنچتا ہے کہ جو کچھ میں نے کہا ہے اس کے مطابق معاملہ فرماؤں۔

اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی طرف وحی بھیجی :

لطفی بالعصاة من أهل القبور، كلما بليت أبدانهم غفرت لهم، و كلما صارت عظامهم نخرة محوت عنهم ذنوبهم جوداً مني و كرمأ .

یا موسیٰ، انی لم انسہم احياء مرزوقین، فكيف أنسأهم وهم موتی مقبورین، ما من عاصي عصاني حتى إذا كان في كرب الموت لم أنظر إلى جهله و تقصيره، ولكن أنظر إلى ضعفه و مسكنته، و إذا نظرت إلى حاله ألهمته و حدانيتي أريد له بها النجاة، اللہ لطيف بعباده، خلقي خلقتهم، و عبادي رزقتهم و جعلت ذنوبهم مستورة مغفورة، و جعلت لهم محمداً صلى اللہ عليه وسلم شفيعاً، و ان اللہ تعالیٰ لا ينظر إلى شيء إلا رحمة، و لو نظر إلى أهل النار لرحمهم و لكن قضی اللہ أن لا ينظر إليهم

یعنی اہل قبور میں گناہ گاروں کے ساتھ میرے لطف و مروت کا ذرا اندازہ لگاؤ کہ جب ان کے بدن بوسیدہ ہو جاتے ہیں، میں انہیں اپنی مغفرت کی چادر میں لپیٹ دیتا ہوں۔ اور جب ان کی ہڈیاں ریزہ ریزہ ہو جاتی ہیں تو محض اپنے فضل و کرم کی وجہ سے ان کے گناہوں کو بھی ریزہ ریزہ (معاف) کر دیتا ہوں۔

اے موسیٰ: ذرا سوچو کہ جب میں انہیں ان کی ظاہری حیات میں نہیں بھولتا کہ رزق فراہم کرتا رہتا ہوں تو بھلا اندھیری گور میں انہیں کیسے بھول جاؤں گا۔ جب بھی کوئی گنہگار میری نافرمانی کرتا ہے خواہ جانکنی کے عالم ہی میں کیوں نہ کرے میں اس کی جہالت و کوتاہی کو نہیں دیکھتا، بلکہ اس کے ضعف و مسکینیت پر نظر کرتا ہوں۔ جب ان کی حالت زار پر نگاہ کرتا ہوں تو انہیں اپنی وحدانیت کا جام عطا کر دیتا ہوں مقصد صرف اتنا ہوتا ہے کہ اس کی نجات کا سامان ہو جائے، (اور تمہیں معلوم ہے کہ) اللہ اپنے بندوں پر بے پناہ لطف و کرم کا مظاہرہ کرتا ہے۔ یہ میری مخلوق ہے جسے میں نے پیدا کیا، یہ میرے بندے ہیں جنہیں میں رزق دیتا رہتا ہوں اور پھر ان کے گناہوں کو اپنے دامنِ عفو میں چھپا لیتا ہوں۔ اور میں نے محمد عربی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ان کا شفیع مقرر کیا ہے۔ اور پروردگار عالم جب کسی چیز پر اپنی نگاہ ڈال دیتا ہے تو اسے اپنی رحمتوں سے نواز دیتا ہے، حتیٰ کہ وہ اگر جہنمیوں پر نظر کر دے تو انہیں بھی اپنی رحم و کرم کی بھیک عطا کر دے گا لیکن یہ فیصلہ ہو چکا ہے کہ پروردگار عالم ان کی طرح کبھی نگاہ نہ فرمائے گا۔

عورت کے لیے رسولِ رحمت کی وصیتیں

حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا:

يا عائشة، احفظي بيتك فان النساء يوم القيامة أكثرهن حطب للنار، قالت: ولم ذلك يا رسول الله؟ قال: لأنهن لا يصبرن في الشدة، ولا يشكرن في الرخاء و يكفرن النعم.

یعنی اے عائشہ! اپنے گھر کی حفاظت کیا کر کیوں کہ بروز قیامت کثرت سے عورتیں آتشِ جہنم کی ایندھن بنیں گی۔ پوچھا: یا رسول اللہ! ایسا کس وجہ سے ہوگا؟ فرمایا: کیوں کہ شدت و مصیبت میں وہ صبر نہیں کر پاتیں، وسعت و کشائش میں شکر مولیٰ ادا نہیں کرتیں، اور نعمت ہائے الہیہ کی ناقدری کرتی رہتی ہیں۔

يا عائشة، ان الله أوجب حق الرجال على النساء أن يطعنهم في أمورهم، ولا يصمن إلا بأذنهم، وما من امرأة باتت هاجرة لفراس زوجها، إلا لعنتها الملائكة حتى تصبح

یعنی اے عائشہ! اللہ تعالیٰ نے عورتوں پر مردوں کے حقوق کو واجب کر دیا ہے کہ وہ جملہ امور میں ان کی فرماں برداری کرتی رہیں، یوں ہی مردوں کی اجازت کے بغیر (نفلی) روزے بھی نہ رکھا کریں۔ اور جو بھی عورت اپنے شوہر سے بستر الگ کر کے رات گزارے تو تادم سحر فرشتے اس پر لعنت برساتے رہتے ہیں۔

يا عائشة، ما من امرأة خرجت من بيتها بغير إذن زوجها إلا لعنها كل ملك في السماء .

یعنی اے عائشہ! جو بھی عورت شوہر کی اجازت کے بغیر اپنے گھر سے قدم نکالے تو اس کے اوپر آسمان کے سارے فرشتے لعنت بھیجتے رہتے ہیں۔

يا عائشة، ما من امرأة قالت لزوجها: ما رأيت خيرا منك قط إلا أحبط الله عملها .

یعنی اے عائشہ! اگر کسی عورت نے اپنے شوہر سے کہا کہ میں نے تمہارے اندر کبھی کوئی بھلائی نہیں دیکھی تو اللہ تعالیٰ اس کے سارے اعمال اکارت کر دے گا۔

يا عائشة، ما من امرأة نظرت لزوجها بوجه عبوس إلا لعنها كل نجم في السماء .

یعنی اے عائشہ! اگر کوئی عورت اپنے شوہر کو ترش روئی کے ساتھ دیکھے تو

آسمان کے سارے ستارے اس کو لعنت ملامت کرتے رہتے ہیں۔

یا عائشة، ما من امرأة كلفت زوجها في أمر نفقة ما لا يطيق
لم تنلها رحمة ربي و ليس لها في شفاعتي نصيب .

یعنی اے عائشہ! اگر کوئی عورت نفقہ کے سلسلہ میں اپنے شوہر پر اس کی طاقت
سے زیادہ بوجھ ڈالے تو اسے رحمت خداوندی سے کچھ بھی حصہ نہ ملے گا، اور وہ
شفاعت سے بھی محروم رہے گی۔

یا عائشة، و ما من امرأة قالت لزوجها: أراحني الله منك،
لم تشم رائحة الجنة .

یعنی اے عائشہ! اگر کسی عورت نے اپنے شوہر سے کہا: اللہ مجھے (تجھ سے جدائی
کر کے) راحت پہنچائے تو اسے کبھی جنت کی خوشبو نصیب نہ ہوگی۔

یا عائشة، ما من امرأة دعاها زوجها للفراش فأبت إلا
خرجت من حسناتها كما تخرج الحبة من قشرها .

یعنی اے عائشہ! اگر کسی عورت کو اس کا شوہر (فطری ضرورت کے لیے)
بلائے اور وہ نہ جائے تو اس کی ساری نیکیاں ایسے ہی برباد ہو جائیں گی جیسے دانہ
اپنے دھا کے سے نکل کر تتر بتر ہو جاتا ہے۔

یا عائشة، ما من امرأة دعاها زوجها فأجابته بطيب نفس إلا
غفر الله لها ذنب يومها و ليلتها، و كانت في حوز الله و أمانته .

یعنی اے عائشہ! اگر کسی عورت کو اس کا شوہر بلائے اور وہ خوش دلی سے اس کا
جواب دے تو اللہ تعالیٰ اس دن و رات کے سارے گناہ معاف کر دیتا ہے اور وہ
اللہ کے حفظ و امان میں ہوتی ہے۔

یا عائشة، ما من امرأة غزلت و كست زوجها إلا كساها الله
من حلال الجنة يوم القيامة .

یعنی اے عائشہ! جس عورت نے بھی ان کات کر پھرا سے اپنے شوہر کو پہنایا تو اللہ تعالیٰ اس عورت کو بروز قیامت جنت کے جوڑے پہنائے گا۔

یا عائشة، لو أن امرأة مصت منخر زوجها و هو يسيل دما و قيحا، ما أدت له جزاء .

یعنی اے عائشہ! اگر کوئی عورت اپنے شوہر کے خون و پیپ سے رستے ہوئے نتھنے کو چوسے تب بھی اس کا حق ابھی ادا نہیں ہوا۔

یا عائشة، طوبى لمن رضى عنها زوجها، فإن رضى الزوج من رضى الله تعالى، و كذلك الوالدين فإن عقوق الوالدين من الكبائر .

یعنی بڑی خوش بخت ہے وہ عورت جس کا شوہر اس سے راضی ہے؛ کیوں کہ شوہر کی رضا میں اللہ سبحانہ و تعالیٰ کی رضا پوشیدہ ہے۔ یوں ہی والدین (کی رضا میں بھی رضائے مولا پنہاں ہوتی ہے) کیوں کہ والدین کی نافرمانی کبیرہ گناہوں میں شمار ہوتی ہے۔

یا عائشة، من أدرك والديه ولم يدخلاه الجنة فلا أدخله الله الجنة .

یعنی اے عائشہ! جسے والدین کی صحبت نصیب ہوئی مگر وہ اسے جنت میں داخلے کا مجاز نہ بنا سکے (یعنی ان کی خدمت کر کے وہ جنت میں جانے کا سزاوار نہ بن سکا) تو ایسے شخص کو اللہ بھی جنت میں داخل نہ فرمائے گا۔

بزبان شعر :

الموت باب و كل الناس داخلة ☆ ياليت شعري بعد الباب ما الدار

الدار جنة عدن إن عملت بما ☆ يرضى الإله و إن خالفت فالنار

یعنی موت ایک ایسا دروازہ ہے جس سے ہر کسی کو داخل ہو کر گزرنا ہے۔ اے کاش! مجھے معلوم ہو جاتا کہ اس دروازے سے پار ہونے کے بعد مجھے کون سا گھر ملنے والا ہے۔

اگر میں نے مالک و مولا کو خوش کرنے والے اعمال سرانجام دیے ہوں گے تو جنت عدن میرا گھر ہوگا ورنہ مالک و مولا کی مخالفت کی صورت میں جہنم میرا ٹھکانہ بنے گی۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں :

شيب و عيب لا يليق بمؤمن ☆ إن الخطايا في المشيب فجور

فعلي يبيكي إن شيبتي قد بدا ☆ و أبانا على فعل القبيح خسور

ما لابن عباس سواك لحشره ☆ عون معين شافع و مجير

یعنی بڑھا پا اور عیب کسی مومن کے شایانِ شان نہیں، اور پھر بڑھاپے کے عالم میں جرم و خطا اور بھی زیادہ خطرناک و باعثِ ہلاکت ہوتی ہے۔

تو اب مجھے اپنی ذات پر رونا چاہیے کہ میرے سر سے بڑھاپے کا بھبھوکا پھوٹ چکا ہے، اور وہ چاہے ہمارے آباؤ اجداد ہی کیوں نہ ہوں فعلِ قبیح کے ارتکاب پر انھیں (بہر حال) نقصان اٹھانا پڑے گا۔

اے پروردگار! ابن عباس کا بھرے عرصہ محشر میں تیرے سوانہ کوئی حامی و کارساز ہے اور نہ شافع و نجات دہندہ۔

بیان کیا جاتا ہے کہ حضرت سیدنا یوسف علیہ السلام جب بادشاہِ مصر بنے اور سارے خزانے کا چارج آپ کے ہاتھ میں آ گیا تو ایک فقیر درویش آپ کے پاس آ کر فریاد کرنے لگا: اللہ تعالیٰ نے جو کچھ آپ کو عطا فرمایا ہے اس میں سے کچھ ہمیں بھی دیجیے۔ چنانچہ آپ نے اسے ایک صاع گیہوں دینے کا حکم دیا۔ فقیر نے کہا: ذرا بڑھا کر دیجیے، تو آپ نے ایک صاع اور دلوا یا۔ کہا: کچھ اور بڑھائیے، تو حضرت یوسف نے فرمایا:

میرے بھائی! کیا تمہیں پتا نہیں کہ اس وقت چیزوں کی کتنی گرانی ہے؟ (فقیر کی شکل میں آنے والے) اس شخص نے کہا: اگر آپ کو معلوم ہو جائے کہ میں کون ہوں تو آپ مجھے (اپنی عطا و نوال سے) خوش کر دیں۔

پوچھا: تم کون ہو؟ کہا: میں وہی شخص ہوں جس نے زوجہ مصرزلیخا کی تہمت سے آپ کی براءت و پاکی کی گواہی دی تھی۔

یہ سن کر حضرت یوسف علیہ السلام نے اسے سوار دہت (تقریباً چوبیس سو صاع) گیہوں اور سوا اشر فیاں دینے کا حکم جاری کر دیا۔

اللہ تعالیٰ نے حضرت یوسف علیہ السلام کی طرف وحی فرمائی :

يا يوسف، هذا عطاؤك لمن شهد لك بالبراءة مرة واحدة، فكيف من شهد لي بالليل والنهار، والصبح والمساء بالوحدانية، ولنبي محمد صلى الله عليه وسلم بالرسالة، فكيف يكون عطائه في له؟

یعنی اے یوسف! جس نے تمہاری صرف ایک بار براءت کی گواہی دی اس کے لیے تو نے بخشش و عطا کی نہریں بہا دیں۔ تو جو شخص رات و دن اور صبح و شام میری وحدانیت اور محمد عربی کی رسالت کی شہادت دیتا رہے تو اندازہ کرو اس کے ساتھ میری عطا و نوال کا عالم کیا ہوگا!۔

خاتمہ رسالہ

اللهم إنا نشهد أنك واحد فرد صمد، وأن محمداً عبدك ورسولك صلى الله عليه وسلم وأنه بلغ الرسالة، وأدى الأمانة، ونصح الأمة، ونهج الملة، وأن الرسل حق، وأنهم بلغوا الرسالة، وأن الموت حق، والقبر حق، والميزان حق، و

الصراطِ حق، و الجنة حق، و النار حق، و أن الساعة آتية لا ريب فيها، و أن الله يبعث من في القبور .

اللهم توفنا مسلمين تائبين، لا مغيرين و لا مبدلين آمين يا رب العالمين، و صلى الله على سيدنا محمد و على آله و صحبه و سلم .

اے اللہ! ہم گواہی دیتے ہیں کہ تو ایک ہے تنہا ہے بے نیاز ہے۔ اور محمد عربی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تیرے بندے اور تیرے رسول ہیں۔ انہوں نے تبلیغ رسالت فرمادی، امانت ادا کر دی، امت کو نصیحت فرمادی، اور ملت کے لیے راستہ واضح فرما دیا۔ جملہ مرسلین عظام برحق ہیں، انہوں نے بھی حق رسالت ادا کر دیا۔ موت حق ہے، قبر حق ہے، میزان حق ہے، پل صراط حق ہے، جنت حق ہے، دوزخ حق ہے، قیامت بس آنے ہی والی ہے جس میں کسی قسم کا کوئی شک و شبہ نہیں اور بے شک اللہ سبحانہ و تعالیٰ قبروں سے مردوں کو دوبارہ زندہ فرمائے گا۔

اے اللہ! ہمیں توفیقِ توبہ کے ساتھ (اس دنیا سے) مسلمان اٹھا، اور ہمیں کسی بھی طور اپنے دین و مسلک سے بدلنے اور بدکنے نہ دے، (اس پر استقامت کی توفیق ہمارے رفیقِ حال فرمادے)

آمین یا رب العالمین۔ و صلی اللہ علی سیدنا محمد و علی آلہ و صحبه و سلم

(آغاز ترجمہ: ۱۲/ربیع الاول ۱۴۳۰ھ، بروز دوشنبہ۔ مطابق: ۱۰/مارچ ۲۰۰۹ء)

(تکمیل ترجمہ: ۲۷/ربیع الاول ۱۴۳۰ھ، بروز چہار شنبہ۔ مطابق: ۲۵/مارچ ۲۰۰۹ء)

وہ کا ملین اُمت جن کی روایتیں یا احکامیتیں منقول ہوئیں:

- حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما
 اُم المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا
 حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ
 حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ
 حضرت ابراہیم بن ادہم رحمۃ اللہ علیہ
 حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ
 حضرت زید بن ہارون رحمۃ اللہ علیہ
 حضرت مطرف رحمۃ اللہ علیہ
 حضرت ثابت بنانی رحمۃ اللہ علیہ
 حضرت علی بن عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ
 حضرت اولیس قرنی رحمۃ اللہ علیہ
 حضرت عامر بن قیس رحمۃ اللہ علیہ
 حضرت مسروق رحمۃ اللہ علیہ
 حضرت مسلم خولانی رحمۃ اللہ علیہ
 حضرت ضیغم رحمۃ اللہ علیہ
 حضرت حسان رحمۃ اللہ علیہ
 حضرت ربیع بن خثیمہ رحمۃ اللہ علیہ
 حضرت سری سقطی رحمۃ اللہ علیہ
 حضرت بشرحانی رحمۃ اللہ علیہ
 حضرت سلیمان علیہ السلام
 حضرت رابعہ عدویہ رحمۃ اللہ علیہا

- حضرت یحییٰ بن زکریا علیہما السلام
 حضرت سعید بن مسیب رحمۃ اللہ علیہ
 حضرت واصلہ بن ہشام رحمۃ اللہ علیہ
 حضرت عمر بن عتبہ رحمۃ اللہ علیہ
 حضرت اسید رحمۃ اللہ علیہ
 حضرت اسود رحمۃ اللہ علیہ
 حضرت سفیان ثوری رضی اللہ عنہ
 حضرت ابو عبیدہ خواص رحمۃ اللہ علیہ
 حضرت یزید قاشی رحمۃ اللہ علیہ
 حضرت مالک بن دینار رحمۃ اللہ علیہ
 حضرت عطا سلمیٰ رحمۃ اللہ علیہ
 حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ
 حضرت معاذ رضی اللہ عنہ
 حضرت فضیل بن عیاض رحمۃ اللہ علیہ
 حضرت زید بن یزید رحمۃ اللہ علیہ
 حضرت عیسیٰ علیہ السلام
 حضرت ابراہیم خواص رحمۃ اللہ علیہ
 حضرت عبداللہ ابن ابوسلمہ رحمۃ اللہ علیہ
 حضرت موسیٰ علیہ السلام
 حضرت احمد تمار رحمۃ اللہ علیہ
 حضرت شبلی رحمۃ اللہ علیہ
 حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ
 حضرت ابو عبیدہ تراز - ابو عبداللہ رزار - رحمۃ اللہ علیہ

- حضرت اصمعی رحمۃ اللہ علیہ
 حضرت حسن رازی رحمۃ اللہ علیہ
 حضرت ذوالنون مصری رحمۃ اللہ علیہ
 حضرت بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ
 حضرت یحییٰ بن سعید رحمۃ اللہ علیہ
 حضرت بشر بن حارث رحمۃ اللہ علیہ
 حضرت کعب احبار رضی اللہ عنہ
 حضرت ابراہیم بن ادہم رحمۃ اللہ علیہ
 حضرت عبدالعزیز بن عمر رضی اللہ عنہما
 حضرت حجاج زاہد رحمۃ اللہ علیہ
 حضرت احمد بن عربی رحمۃ اللہ علیہ
 حضرت احمد خواص رحمۃ اللہ علیہ
 حضرت احمد بن حسن رازی رحمۃ اللہ علیہما
 حضرت منصور بن عمار رحمۃ اللہ علیہ
 حضرت یحییٰ بن اکثم رحمۃ اللہ علیہ
 حضرت وہب بن وردی رحمۃ اللہ علیہ
 حضرت وہب بن منبہ رضی اللہ عنہ
 حضرت ادریس حداد رحمۃ اللہ علیہ
 حضرت حمزہ بن حبیب زیات رحمۃ اللہ علیہ
 حضرت ربیع بن خثیم رحمۃ اللہ علیہ
 حضرت یحییٰ بن نعیم رحمۃ اللہ علیہ
 حضرت عبداللہ کنانی رحمۃ اللہ علیہ
 حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ

- حضرت احمد بن طولون رحمۃ اللہ علیہ
 حضرت مغیث بن شیبہ رحمۃ اللہ علیہ
 حضرت عبداللہ و احی رحمۃ اللہ علیہ
 حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ
 حضرت علقمہ رضی اللہ عنہ
 حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ
 حضرت ہشام رحمۃ اللہ علیہ
 حضرت ابوالفتح موصلی رحمۃ اللہ علیہ
 حضرت بشر حافی رحمۃ اللہ علیہ
 حضرت عاصم رحمۃ اللہ علیہ
 حضرت داؤد بن یحییٰ رحمۃ اللہ علیہ
 حضرت اسد بن موسیٰ رحمۃ اللہ علیہ
 حضرت احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ
 حضرت عبدالوہاب بن الوراق رحمۃ اللہ علیہ
 حضرت عبداللہ ابن مبارک رحمۃ اللہ علیہ
 حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ
 حضرت حسن بن کہموس رحمۃ اللہ علیہ
 حضرت سہل بن عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ
 حضرت حسان بن ابوسفیان رحمۃ اللہ علیہ
 حضرت بہلول دانا رحمۃ اللہ علیہ
 حضرت عمر جوینی رحمۃ اللہ علیہ
 حضرت ابن عجلان رحمۃ اللہ علیہ
 حضرت ابراہیم علیہ السلام

- حضرت حاتم اصم رحمۃ اللہ علیہ
 حضرت ابوالحسن ثوری رحمۃ اللہ علیہ
 حضرت اصمعی رحمۃ اللہ علیہ
 حضرت دنیوری رحمۃ اللہ علیہ
 حضرت معروف کرخی رحمۃ اللہ علیہ
 حضرت فضیل عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ
 حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ
 حضرت ابو موسیٰ بن ابراہیم رحمۃ اللہ علیہ
 حضرت محمد بن منکدر رحمۃ اللہ علیہ
 حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ
 حضرت فضیل رحمۃ اللہ علیہ
 حضرت سعید بن سعید رحمۃ اللہ علیہ
 حضرت حماد بن یزید رحمۃ اللہ علیہ
 حضرت ام محمد بنت کعب علیہا الرحمہ
 حضرت عتبہ رضی اللہ عنہ
 حضرت وہب بن وردی رحمۃ اللہ علیہ
 حضرت حسان بن ابوسنان رحمۃ اللہ علیہ
 حضرت یحییٰ بن معاذ رحمۃ اللہ علیہ
 حضرت عثمان بن ابراہیم رحمۃ اللہ علیہ
 حضرت حبیب عجمی رحمۃ اللہ علیہ
 حضرت احمد بن حرب رحمۃ اللہ علیہ
 حضرت عبداللہ بن عبید رحمۃ اللہ علیہ
 حضرت بنان رحمۃ اللہ علیہ

زندگی تم نے تو سمجھا نہیں قیمت میری
موت آئے گی تو کر جائے گی مہنگا بھکو

مرنے بعد کیا ہوتی؟

بعد از وصال خوابوں میں دیکھے جانے والوں کے کوائف و احوال رحمت خداوندی کے بہانے
دیکھنے ہوں تو اس کتاب کا ضرور مطالعہ فرمائیں

محمد افروز قادری حریا کوٹی
دلاس یونیورسٹی کیمپ ٹاؤن جنوب افریقہ

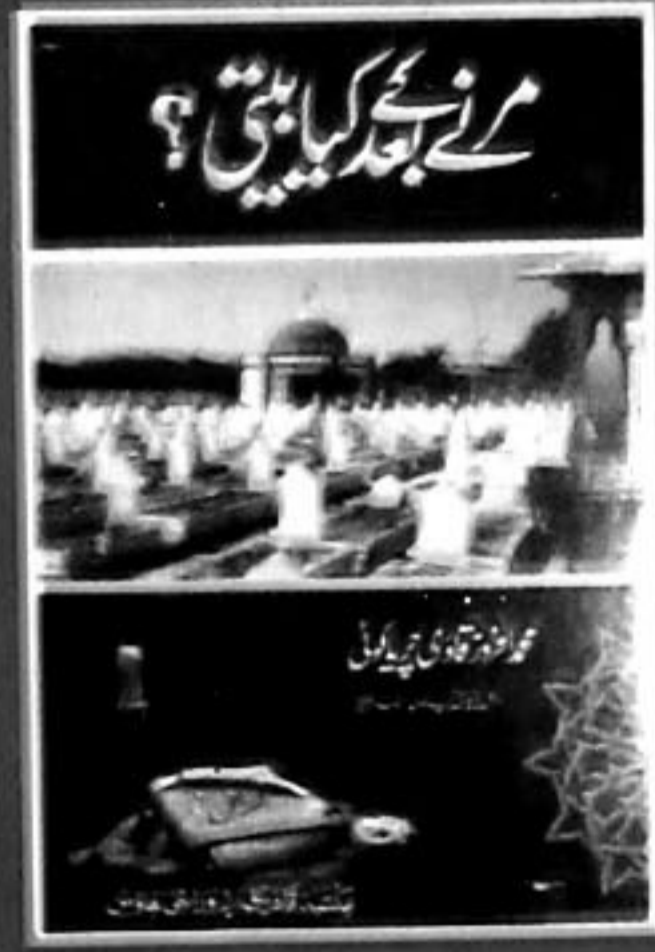
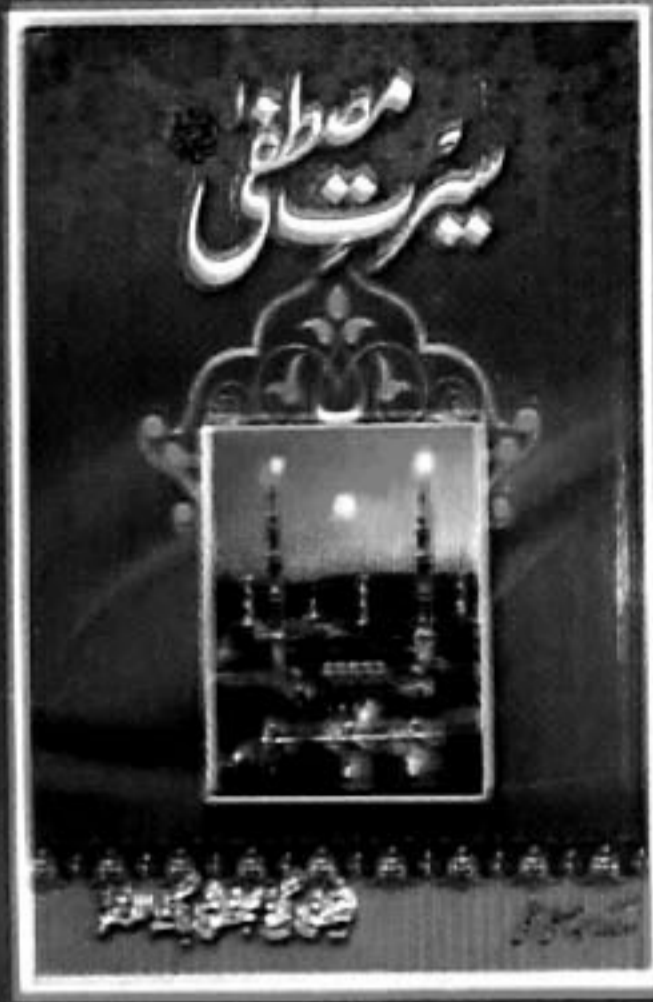
مکتبہ قادری اینڈ ورائٹس ہائوس
دربار مارکیٹ گنج بخش روڈ لاہور

03227899106_03008014419

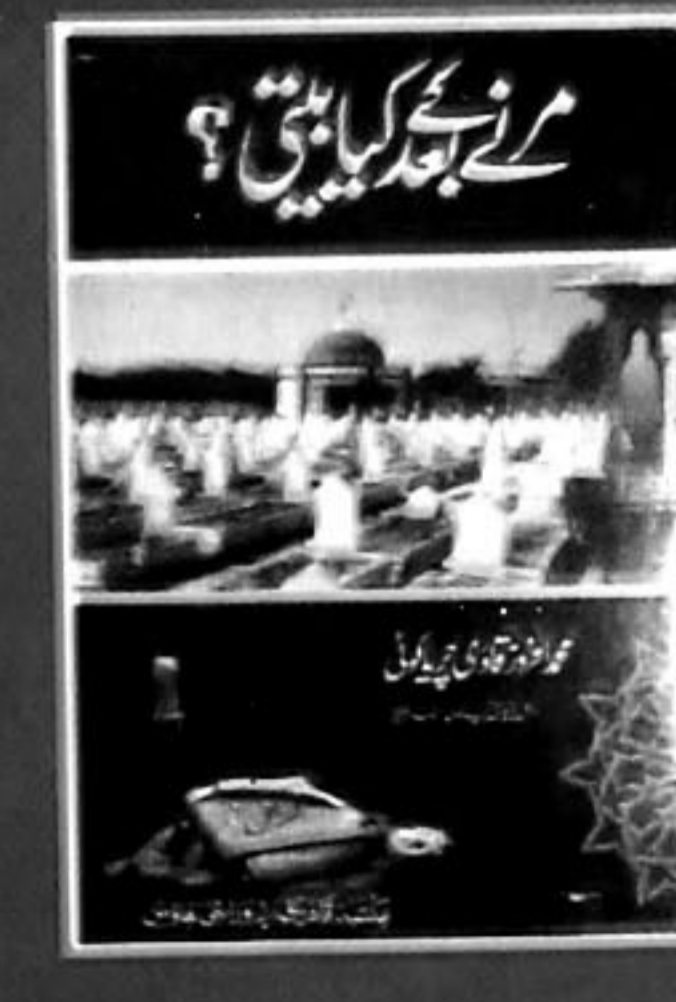
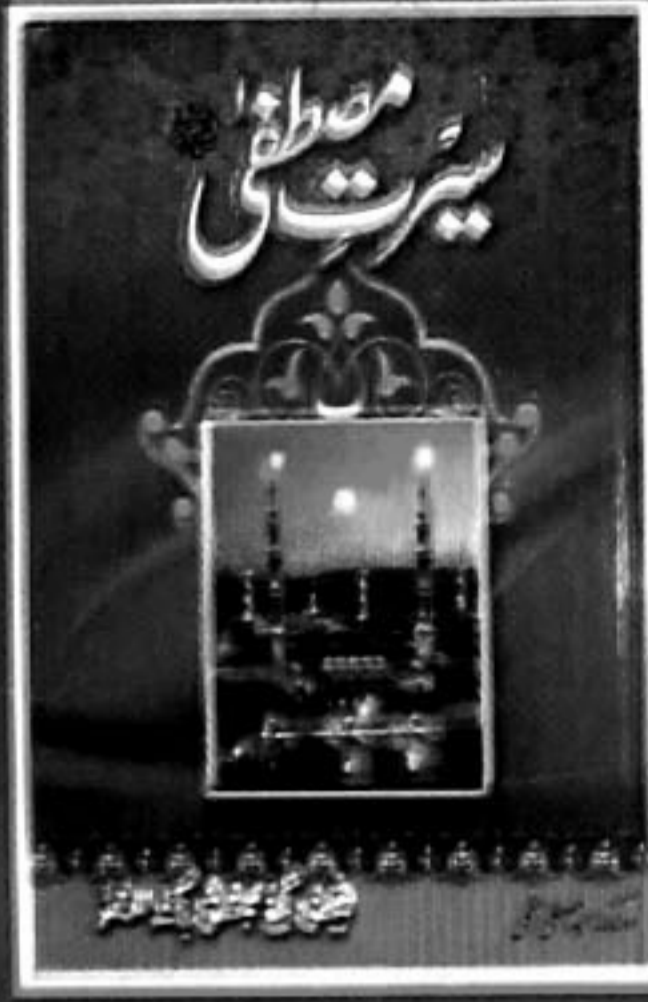
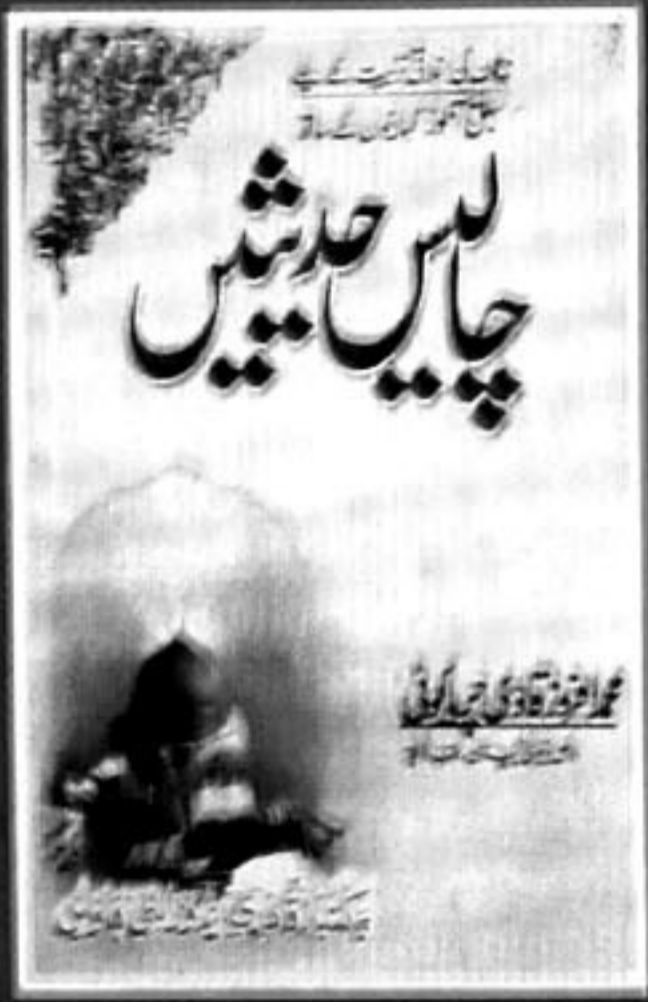
فہرست کتب

مکتبہ قادری اینڈ ورائٹی ہاؤس

شمار	کتاب	مؤلف	ہدیہ
1-	انوارِ ساطعہ در بیان مولود و فاتحہ	حضرت علامہ مولانا عبد السمیع سہارنپوری	500
2-	سیرتِ مصطفیٰ ﷺ	حضرت علامہ مولانا عبد المصطفیٰ اعظمی	300
3-	موت کیا ہے	مولانا محمد افروز قادری چریا کوٹی	80
4-	مرنے کے بعد کیا ہوتی	مولانا محمد افروز قادری چریا کوٹی	250
5-	چالیس حدیثیں	مولانا محمد افروز قادری چریا کوٹی	100
(بچوں کی اخلاقی تربیت کے لئے اہم و خزانہ)			
6-	وقت ہزار نعمت ہے	مولانا محمد افروز قادری چریا کوٹی	200
7-	ترجمہ کنز الایمان کالسانی جائزہ	ڈاکٹر صابر سنبھلی	300
8-	انگھوٹھے چومنے کی حدیث	خلیل احمد رانا	140
9-	کلامِ اعلیٰ حضرت	اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان بریلوی	180
10-	بہارِ شریعت (حصہ اول)	علامہ مولانا مفتی امجد علی اعظمی	50
11-	تعلیم الاسلام	مفتی جلال الدین احمد امجدی	40
12-	کتاب العقائد	حضرت علامہ مولانا عبد المصطفیٰ اعظمی	30
13-	آئینہ قیامت	برادرِ اعلیٰ حضرت مولانا حسن رضا خان	70
14-	سوانحِ کربلا	حضرت علامہ مولانا عبد المصطفیٰ اعظمی	100
15-	آسان اسلامی قانون و راست	علامہ مولانا مختار احمد رضوی	120



مکتبہ قادری اینڈ ورائٹی ہاؤس
0322-7899106, 0300-8014419



مکتبہ قادری اینڈ ورائٹی ہاؤس
0322-7899106, 0300-8014419

قرآنِ رسیدہ گلشنِ حیات میں بہارِ نولانے دُنیا کے دل آباد کرنے اور
اصلاحِ احوال کے تعلق سے ایک رُوح پرور رسالہ

الزُّكْرُ الْفَائِضُ فِي ذِكْرِ مَنْ تَنْزَعَتْ عَنْهُ الذُّنُوبُ وَالْقَبَائِحُ

ایسے تھے اسلاف!

علیہم الرضوان

تذکرہ پاکبازانِ اُمت



تالیف منیفہ

امام شمس الدین ابوالخیر محمد بن جریر

المتوفی ۵۸۳۳ھ

ترجمہ و تلخیص

محمد رفیع قادری چریا کوٹی

دلاس یونیورسٹی، کیپ ٹاؤن، جنوبی افریقہ

مکتبہ قادری اینڈ ورائٹی ہاؤس
0322-7899106